نہج البلاغہ

خطبات ، مکتوبات ، اقوال

امیرالمومنین ، مولا کائنات، حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ

خطبہ ۱

ابتدائے آفرینش،زمین و آسمان اورپیدائشِ آدم

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے , جس کی روح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں, جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے. نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں. نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہ تک پہنچ سکتی ہیں. اس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں. نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس) کی ابتدائی) کے لئے کوئی وقت ہے, جسے شمار میں لایا جا سکے, نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے . اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا, اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا, تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑی. دین کی ابتدائی اس کی معرفت ہے. کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے, کمالِ تصدیق توحید ہے. کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے. کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے . اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے . لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے. اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا. اس نے دوئی پیدا کی, اس نے اس کے لئے جز بنا ڈالا اور جو اس کے لئے اجزائی کا قائل ہوا وہ اس سے بے خبر رہا .اور جو اس سے بے خبر رہا.

اس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اسے محدود سمجھا. وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز پر ہے. اس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں . وہ ہے, ہوا نہیں. موجود ہے. مگر عد م سے وجود میں نہیں آیا. وہ ہر شے کے ساتھ ہے , نہ جسمانی اتصال کی طرح , وہ ہر چیز سے علٰیحدہ ہے, نہ جسمانی دُوری کے طور پر, وہ فاعل ہے, لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں, وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں‌کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی. وہ یگانہ ہے . اس لئے کہ اس کوئی ساتھی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہوجائے. اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا . بغیر کسی فکر کے جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اسے ضرورت پڑی ہو اور وہ بغیر کسی حرکت کے جسے اس نے پیدا کیا اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس کے وہ بیتاب ہوا ہو. ہر چیز کو اس کے وقت کے حوالے کیا. بے جوڑ چیزوں میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کی . ہر چیز کو جداگانہ طبیعت اور مزاج کا حامل بنایا . اور ان طبیعتوں کے لئے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں. وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا. ان کی حدو نہایت پر احاطہ کیا ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضائی کو پہچانتا تھا. پھر یہ کہ اس نے کشادہ فضا, وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا پانی بہایاجس کے دریائے مواج کی لہریں طوفانی اور بحر زخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اسے تیز ہوا اور تند آندھی کی صشت پر لادا. پھر اسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا اور اسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا اور اسے پانی کی سرحد سے ملا دیا. اس کے نیچے ہوا دُور تک پھیلی ہوئی تھی اور او پر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا. پھر اللہ سُبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی, جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار رکھا. اس کے جھونکے تیز کر دیئے اور اس کے چلنے کی جگہ دُور و دراز تک پھیلا دی. پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو تھپیڑے دے اور بحرِ بے کراں کی موجوں کو اچھالے . اس ہوانے پانی کو یوُں متھ دیا. جس طرح دہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے اور اسے دھکیلتی ہوئی تیزی سے چلی. جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے اور پانی کے ابتدائی حصے کو آخری حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی.

یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہو گئی اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے . نیچے والے آسمان کو رُکی ہوئی موج کی طرح بنایا اور او پر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت پھر ان کو ستاروں کی سج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ضُو پاش چراغ او رجگمگاتا چاند رواں کیا جو گھومنے والے فلک چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے. پھر خدا وند عالم نے بلند آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا. کچھ ان میں سر بسجود ہیں جو رکوع نہیں‌کرتے , کچھ رکوع میں‌ہیں, جو سیدھے نہیں‌ہوتے, کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ پاکیزگی بیان

Presented by www.ziaraat.com

کررہے ہیں جو اکتاتے نہیں، نہ ان کی آنکھوں میں‌نیند آتی ہے۔ نہ ان کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ ان کے بدنوں میں سستی و کاہلی آتی ہے نہ ان پرنسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے، ان میں کچھ تووحی الٰہی کے امین، اس کے رسُولوں کی طرف پیغام رسانی کے لئے زبانِ حق اور اس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں، کچھ وہ ہیں، جن کے قدم زمین کی تہ میں‌جمے ہوئے ہیں۔ اور ان کے پہلو اطراف عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اور ان میں اور دوسری مخلوق میں‌عزت کے حجاب اور قدرت کے سرا پردے حائل ہیں۔ وہ شکل وصورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور نہیں کرتے، نہ اس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں۔ نہ اسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں۔ نہ اشباہ و نظائر سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گُوندھا کہ اس میں لس پیدا ہو گیا۔ اس سے ایک ایسی صورت بنائی، جس میں موڑ ہیں اور جوڑ، اعضا ہیں اور مختلف حصے۔ اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک وقت معین اور مدت معلوم تک اسے یونہی رہنے دیا۔ پھر اس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے انسان کی صورت میں‌کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا ۔ فکری حرکات سے تصرف کرنے والا ۔ اعضا و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے۔ جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ اور مختلف مزوں ، بوؤں ، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے ۔خود رنگا رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خلطوں سے اس کا خمیر ہوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی ، تری خشکی کا پیکر ہے ۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اس کے پیمان وصیت کو پورا کریں۔ جو سجدہ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لئے تھا۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا ۔اسے عصبیت نے گھیر لیا۔ بدبختی اس پر چھا گئی۔ آگ سے پیدا ہوانے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا۔ اور کھنکھناتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا۔ اللہ نے اسے مہلت دی تاکہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایہ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ تجھے وقتِ معین کے دن تک کی مہلت ہے۔ پھر اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا۔ جہاں ان کی زندگی کو خوش گوار رکھا۔ انہیں شیطان اور اس کی عداوت سے بھی ہوشیار کر دیا۔ لیکن ان کے دشمن نے ان کے جنت میں ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں مل جُل کر رہنے رحسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ مسرت کو خوف سے بدل لیا۔ اور فریب خوردگی کیوجہ سے ندامت اٹھائی۔ پھر اللہ نے آدم کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی۔ انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلا و محل افزائشِ نسل میں اتار دیا۔ اللہ سبحانہ نے ان کی اولاد سے انبیائ چُنے۔ وحی پر ان سے عہدو پیمان لیا۔

تبلیغِ رسالت کا انہیں امین بنایا ۔جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیاتھا۔ چنانچہ وہ اس کے حق سے بے خبر ہو گئے ۔اوروں کو اس کا شریک بنا ڈالا۔ شیاطین نے اس کی معرفت سے انہیں رد گرداں اور اس کی عبادت سے الگ کر دیا۔ اللہ نےان میں اپنے رسول مبعوث کئے۔ اور لگاتار انبیائ بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہدو پیمان پورے کرائیں۔ اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں ۔ پیغامِ ربانی پہنچا کر حجت تمام کریں۔ عقل کے دفینوں کو ابھاریں اور نہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ یہ سروں پر بلند بام آسمان ، ان کے نیچے بچھا ہوا فرشِ زمیں، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں اور پے درپے آنے والے حادثات۔

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریقِ روشن کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول ،جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں‌کرتی تھی۔ ان میں‌کوئی سابق تھا، جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا۔ کوئی بعد میں آیا ،جسے پہلا پہچنوا چکا تھا۔ اسی طرح مدتیں گذر گئیں۔ زمانے بیت گئے۔ باپ داداؤں کی جگہ پر ان کی اولادیں بس گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اتمام نبوت کے لئے محمد کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علاماتِ (ظہور) مشہور محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جُدا جُدا خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے۔ کچھ اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے خداوندِ عالم نے آپ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔ پھر اللہ سبحانہ نے محمد کو اپنے لقاؤ قرب کے لئے چنا، اپنے خاص انعامات آپ کے لئے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بودو باش سے آپ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپ کے رخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپ کو اٹھا لیا۔ حضرت تُم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے، جو انبیائ اپنی

Presented by www.ziaraat.com

امتوں میں چھوڑتے جاتے آئے تھے. اس لئے کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کئے بغیریوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے. پیغمبر علیہ السّلام نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے.

اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب کے حلال و حرام , واجبات و مستحبات, ناسخ و منسوخ رخص و عزائم, خاص و عام, عبرو امثال , مقیدو مطلق , محکم و منشابہ کوواضح طور سے بیان کر دیا. مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی. اس کی گتھیوں کو سلجھا دیا. اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں , جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اس کے بندے ان سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں, کچھ احکام ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے ان کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں , جن پر عمل کرنا حدیثِ کی رُو سے واجب ہے لیکن کتاب میں ان کے ترک کی اجازت ہے. اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں. جن کو وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں ان کو وجوب برطرف ہو جاتا ہے. قرآن کے محرمات میں بھی تفریق ہے . کچھ کبیرہ ہیں. جن کے لئے آتشِ جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کے لئے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں. کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے. اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے .

اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا : اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا. جسے لوگوں کا قبلہ بنایا. جہاں لوگ اس طرح کھنچ کر آتے ہیں. جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح دارفتگی سے بڑھتے ہیں, جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب. اللہ جلّ شان نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے. اُس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لیے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہیں اور اس کے کلام کی تصدیق کی وہ انبیائ کی جگہوں پر ٹہرے. عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے مشابہت اختیار کی. وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ ہیں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں. اللہ سبحانہ نے اس گھر کو اسلام کا نشان پناہ چاہنے والوں کے لیے حرم بنایا ہے اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے. چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ ا للہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہئ کعبہ کا حج کریں ,جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے.

شرح خطبہ

دین کی اصل و اساس خدا شناسی ہے دین کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں یہاں خواہ لغوی معنی مراد لیے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو, تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہو گی, تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی اور جب کوئی مقصد ہی پیشِ نظر نہ ہو گا تو اس کے لئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب! البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا سرشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبہ معبودیت اسے کسی معبود کے آگے جھکا دیتا ہے تو وہ من مانی کر گزرنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوںمیں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انہی پابندیوں کا نام دین ہے. جس کا نقطہئ آغاز صانع کی معرفت اور اس کی ہستی کا اعتراف ہے.

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں اور عموماً افراد انسانی جن ناقص مراتب ادراک کو اپی منزل آخر بنا کر قانع ہو جاتے ہیں ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی رہنمائی سے یا اہلِ مذاہب کی زبان سے سن کر اُس ان دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو خدا کہی جاتی ہے. یہ تصور در حقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے لیکن تساہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا. اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجودِ تصور, بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بال اختیار ہوتی ہے. اس لیے وہ اس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح دوسرا درجہ ادراک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بو قلمونیوں اور مصنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے. کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر موئثر کی کارفرمائی پر ایک ٹھوس اور بے لچک دلیل ہے. چنانچہ انسان جب اپنے گرد و پیش نظر دوڑاتا ہے, تو اسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمائی کے بغیر موجود ہو گئی ہو. یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑی ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا, تو کیونکر یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اس کی پہنائیوں میں آفتاب و مہتاب کی تجلیّاں اور یہ زمین اور اس کی وسعتوں میں سبزہ و گل کی رعنائیاں بغیر کسی صانع کی صنعت طرازی کے موجود ہو گئی ہوں گی. لہذا موجودات عالم اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہان رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے کیونکہ تہی دامنِ وجود سے فیضان وجود

Presented by www.ziaraat.com

نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے قرآن نے استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے. فی اللہ شک فاطر سمٰوات ولارض .کےااللہ کے وجودمیں شک ہو سکتا جو زمین و آسمان کاپیدا کرنے والا ہے لیکن یہ درجہ بھی کافی ہے.جبکہ اس کی تصدیق میں غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو. تیسرا درجہ ےہ کہ اس کی ہستی کا اقرارِوحدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو. بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہو سکتی. کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا مانے گے.وہ ایک نہیں ہو گا اور خدا کے لیے ایک ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں ےہ سوال پیدا ہو گا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے ےا سب نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے.تو اس میں‌کوئی خصوصیت ہونا چاہیئے ورنہ اس ایک کو بلا وجہ ترجیح ہو گی جو عقلاَ ؑا باطل ہے اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو دو حال سے خالی نہیں ےا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے امور کی انجام دہی نہ کر سکتا ہوگا ےا ان کی شرکت و تعاون سے بے نیازہو گا پہلی صورت میں اس کا محتاج دستِ نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کے لئے مستقل فاعلوں کا کار فرما ہونا لازم آئیگا اور ےہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جا چکی ہیں اور اگر ےہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤوں‌نے حصہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیاہے تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی, بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہو گی.حالانکہ ہر اجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہیے. کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری ہیں اور تام واجب الوجود اثر اندازی ہیں ایک سے مانے گئے ہیں. تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شئے کے لیے تباہی و بربادی ضروری قرار پاتی ہے. اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے. ٠ لو کان فیھا الھۃ الا اللہ لفسدتا ١٠اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ زمین آسمان دونوں تباہ و برباد ہو جاتے.چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت , تمثیل و تشبیہ, مکان و زمان , حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے. کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گزر ہو سکتا ہے نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبّہ ابھر سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھرایا جا سکتا ہے. کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آانیوالی ہیں. چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہ و تقدیس کو بھی جگہ دی ہے:.

١.کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے اس کی ذات بے نیاز ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلّہ ہے.

٢ .اس کو نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں, البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور با خبر ہے .

٣.اللہ کے لیے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو. بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے.

٤ .کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے.

پانچواں درجہ یہ ہے جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتوں کو الگ سے نہ سمو یا جائے کہ ذاتِ احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے اور توحید اپنے صحیح مفہوم کو کو کر ایک تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے. کیونکہ اسکی ذات جو ہر و عرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھول میں خوشبو اور ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود صفتوں کا سر چشمہ ہے اور وہ اپنے کمالاتِ ذاتی کے اظہار کے لیے کسی توسط کی محتاج نہیں ہے اگر اسے عالم کہا جاتا ہے. تو اس بنائ پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے قادر کہا جاتا ہے تو اس لیے کہ ہر ذرہ اسکی قدرت و کا رفرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور سمیع و بصیر کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی. مگر ان صفتوں کی نمود اس کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھرائی جا سکتی, جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ توانا ہو کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا لازمی نتیجہ دوئی ہے اور جہاں دوئی کا تصور ہوا وہاں توحید کا عقیدہ رخصت ہوا. اسی لیے امیرالمومنین علیہ السّلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خدوخال سے آشنا فرمایا ہے اور دامن وحدت کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا . اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لیے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جاسکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو, جو سلبی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے میں حلانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے. قدرت والا ہے. سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامن ربوبیت میں پالنے والا اور سا یہ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے. بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جاسکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے. اسی مطلب کو امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے اور پھر مذاہب عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پر کھئے کہ توحید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کون تھیں.

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

٠ہمارا خدائے بزرگ و بر تر ہمیشہ سے عین علم رہا . حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا. اور عین سمع و بصر رہا حا لا نکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی اور عین قدرت رہا حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی. پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا

Presented by www.ziaraat.com

خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی ۔
یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر ائمّہ واہلبیت علیہ السّلام کا اجماع ہے مگر سواد اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات میں علیحدگی کا تصورپیدا کر دیا ہے. چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ:
"ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ علم، قدرت ، حیات، ارادہ، کلام اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر، زندہ، مرید متکلم اور سمیع و بصیر ہے ۔
اگر صفتوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی ہوں گی. پہلی صورت میںجتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے ، جو قدامت میں اس کے شریک ہوں گے. تعالیٰ اللہ عما یشرکون اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محلِ حوادث قرا دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر نہ سمیع ہو اور نہ بصیر اوریہ عقیدہ اساسی طورپر اسلام کے خلاف ہے ۔
۲ .قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں حلال و حرام کا بیان ہے ، جیسے« احل اللہ البیع و حرم الربوا. اللہ نے خریدو فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے . اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے. جیسے » جب نماز(خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ، تو پڑھ) معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو) نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں . اس میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں. ناسخ جیسے عدہ وفات میں اربعۃ اشھر و عشرا (چار مہینے دس دن (اور منسوخ جیسے متاعاًالی الحول غیر اخراج جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدہ وفات ایک سال ہے. اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کے لئے رخصت و اجازت بھی ہے جیسے فمن اضطر غیر باغ والا عادفلا اثم علیہ. اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے ، تو اس پر کوئی گناہ نہیں. درآں صورتیکہ حدودِ شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو . اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے لایشرک بعبادۃ ربہٖاحدا .چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے . اس میں خاص و عام بھی ہیں. خاص وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو جیسے و انی فضلتکم علی العٰلمین اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے . اس سے عالمین سے صرف انہی کا زمانہ ہے اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے اور عام وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو. جیسے »واللہ بکل شئیٍ علیم اللہ ہر چیز کا جانے والا ہے . اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں. عبرتیں جیسے فاخذہ اللہ نکال لاٰخرۃ والا ولیٰ ان فی ذٰلک لعبرۃ لمن یخشیٰ » خدا نے اسے دنیا وآخرت کے عذاب میں دھر لیا. جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے اس میں عبرت کا سامان ہے اور مثالیں جیسے مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل جنۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبتہ «. جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں . ان کی مثال اس بیج کی سی ہے. جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو سودانے ہوں . اس میں مطلق ومقید ہیں. مطلق وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقیید و پابندی نہ ہو. جیسے واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یا مرکم ان تذبحوابقرۃ . اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو. اورمقید و ہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو. جیسے انہ یقول انھا بقرۃ الادلول تثیرا لارض ولا الحرث اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو. جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو. اس میں محکم و متشابہہ بھی ہیں . محکم وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے ان اللہ علیٰ کل شئیٍ قدیر. » بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے . اور متشابہہ وہ کہ جس کے معنی الجھے ہوئے ہوں جیسے الرحمن علے العرش استویٰ » جس کے ظاہر مفہوم سے یہ تو ہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے. لیکن مقصود غلبہ و تسلط ہے. اس میںبعض احکام مجمل ہیں جیسے اقیموالصلٰوۃ نماز قائم کرو. اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ لایعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ان کی تاویل کو اللہ اور رسول اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا . پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے جیسے فاعلم انہ الا الٰہ الا اللہ . اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں . اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے الم وغیرہ اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سنت،پیغمبر سے منسوخ ہو گئے ہیں. جیسے واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائی کم فاشہدو اعلیہن اربعۃ منکم فان شہدو انا مسکوھن فی البیوت حتی یتو فاھن الموت تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرتکب ہوں . ان کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو. اور اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کردو، یہاں تک کہ موت ان کی زندگی ختم کر دے. یہ سزا اوائل ااسلام میں تھی. لیکن بعد میں شوہر دار عورتوں کے لئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کر دیا گیا . اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبر منسوخ ہو گئی . جیسے فول وجھک شطرالمسجد الحرام چاہئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو. اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا. اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پرواجب ہوتے ہیں اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا . جیسے اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے، تو ذکر الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو. اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے.جیسے گناہوں کا صغیرہ کبیرہ ہونا. صغیرہ جیسے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور کبیرہ جیسے ومن یقتل مومناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا. جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ

Presented by www.ziaraat.com

کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے , جس میں وہ ہمیشہ رہے گا. اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے, جنہیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے. جیسے فاقرؤا ماتیسومن القرآن «. جتنا بآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو.

خطبہ۲ صفین سے پلٹنے کے بعد

اللہ کی حمدو ثنا کرتا ہوں , اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہنے اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اس کی معصیّت سے حفاظت حاصل کرنے کے لئے اور اس سے مدد مانگتا ہوں اس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے. جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا, جسے وہ دشمن رکھے. اسے کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا, جس کا وہ کفیل ہو, وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا یہ (حمد اور طلبِ امداد) وہ کفیل ہو, وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا یہ (حمد اور طلبِ امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنج گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جا چکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسی شائبے کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے . زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے . یہی گواہی ایمان کو مضبوط بنیاد اور حسنِ عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں.

جنہیں شہرت یافتہ دین , منقول شدُہ نشان, لکھی ہوئی کتاب , ضُو فشاں نور, چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کے ساتھ بھیجا تاکہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے. آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے (اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ , یقین کے ستون متزلزل , اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے. نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں .ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی. (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جارہی تھی ایمان بے سہارا تھا. چنانچہ اس کے ستون گر گئے . اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے تھے. اس کے راستے مٹ مٹا گئے, اور شاہرا ہیں اجڑ گئیں ,وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اسکے گھاٹ پر اتُر پڑے. انہیں کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے. ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کھِروں سے کچلتے تھے. اور اپنے پنجوں کے بَل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے. تو وہ لوگ ان میں حیران و سرگرداں , جاہل و فریب خوردہ تھے. ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا, مگر اس کے بسنے والے بُرے تھے. جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سُرمے کی جگہ آنسو تھے. اس سرِزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی. اور جاہل معزز و سرفراز تھا (اسی خطبہ کا ایک حصہ جا ہل بیت نبی سے متعلق ہے) وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں. علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں. کتب) آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں. انہیں کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دُور کی (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو دوسروں سے متعلق ہے) انھوں نے فسق و فجور کی کاشت کی غفلت و فریب کے پانی سے اسے سینچا اور اس سے ہلاکت کی جنس حاصل کی. اس امت میں کسی کو آلِ محّمد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں .

وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے . وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں. آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آکر ملتا ہے . حقِ ولایت کی خصوصیات انہیں کے لئے ہیں اور نہی کے بارے میں »پیغمبر کی وصیت اور انہی کے لئے (نبی کی (وراثت ہے. اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا .

شرح خطبہ

۱ .اچھے گھر سے مراد مکہ اور برے ہمسایوں سے مراد کفا ر قریش ہیں .
۲ .اہلبیت پیغمبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ دنیا کی کسی فرد کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی بلندی درجات میں کسی کو ان کا ہم پایہ سمجھا جا سکتا ہے. کیونکہ دنیا ان کے احسانات کی گراں باریوں میں دبی ہوئی ہے اور انہی سے نعمتِ ہدایت پا کر اخروی نعمتوں کی مستحق ہوئی ہے. وہ دین کی اساس و بنیاد اور اس کی زندگی و بقا کا سہارا ہیں. وہ علم و یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شک و شبہات کے طوفانوں کا دھارا موڑ سکتے ہیں اور افراط و تفریط کی راہوں میں وہ درمیانی راستہ ہیں کہ اگر کوئی غلو و افراط کی حد تک پہنچ جائے یا کوتاہی و تفریط میں پڑ جائے تو ہو جب تک پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر اس جادئہ اعتدال پر نہیں آئے گا. اسلام کی راہ پر آہی نہیں سکتا اور انہی میں تمام وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو امامت و قیادت میں ان کے حق کو فائق قرار دیتی ہیں. لہذا ان کے علاوہ کسی کو امت کی سرپرستی و نگہبانی کا حق نہیں پہنچتا . چنانچہ پیغمبر نے انہی کو اپنا وصی و وارث ٹھہرایا. وصیت و وراثت کے متعلق شارح معتزلی نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام کی وصایت میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا. البتہ وراثت سے نیاب و جانشینی کی وراثت مرا د نہیں ہے بلکہ وراثتِ علمی مراد ہے .

Presented by www.ziaraat.com

اگرچہ فرقہ امامیہ اس سے خلاف و نیاب ہی مراد لیتا ہے اگر بقول ان کے وراثت سے وراثتِ علمی مراد لی جائے. جب بھی وہ اپنے مقصد میں کامران ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے , کیونکہ اس معنی کی رو سے بھی نیابتِ پیغمبرکا حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا . جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ خلافت کے لئے سب سے بڑی ضرورت علم کی ہے. اس لئے کہ خلیفۃ الرسول کے اہم ترین فرائض میں سے مقدموں کا فیصلہ کرنا, شریعت کے مسائل حل کرنا, مشکل گتھیوں کو سلجھانا اور شرعی حدود کا اجرائی کرنا ہے . اگر نائب رسول کے فرائض میں سے ان چیزوں کو الگ کر دیا جائے تو اس کی حیثیت صرف ایک دنیوی حکمران کی رہ جاتی ہے .اسے دینی اقتدار کا مرکز نہیں قرار دیا جا سکتا. لہذا یا تو حکومت کو خلافت سے الگ رکھئے یا جو رسول کے علم کا وارث ہو, اسے ہی خلافت کے منصب کا اہل سمجھئے .

ابن ابی الحدید کی یہ تشریح اس صورت میں قابلِ لحاظ ہو بھی سکتی تھی. جب یہ فقرہ اکیلا آپ کی زبان پر آیا ہوتا لیکن اس موقعہ کو دیکھتے ہوئے کہ خلافتِ ظاہری کے تسلیم ہونے کے بعد کہا گیا ہے کہ اور پھر اسی کے بعد اسرجع الحق الی اھلہٖ کا فقرہ موجود ہے . ان کی یہ تشریح بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے بلکہ وصایت سے بھی کوئی اور وصیت نہیں بلکہ وہ نیابت و خلافت ہی کی وصیت مراد معلوم ہوتی ہے اور وراثت بھی نہ وراثتِ مالی اور نہ وراثتِ علمی , جس کے بیان کا یہ کوئی موقعہ نہیں بلکہ حق امات کی وراثت ہے جو صرف بر بنائے قرابت نہیں بلکہ بر بنائے اور صافِ کمال ان کے لئے منجانب اللہ ثابت تھی.

خطبہ ۳ شقشقیہ

خدا کی قسم ! فرزند ابو قحافہ نے پیراہنِ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیل کا ہوتا ہے میں وہ (کوہ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا) . اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس ے پہلو تہی کرلی اور سونچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیا نک تیرگی پر صبر کرلوں جس میں سنِ رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے . اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پرورد گار کے پاس پہنچ جاتا ہے . مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرینِ عقل نظر آیا. لہذا میں نے صبر کیا. حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی)خلش تھی اور حقل میں (غم ورنج) پھندے لگے ہوئے تھے. میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا. یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابنِ خطاب کر دے گیا. (پھر حضرت نے بطورِ تمثیل اعشی کا یہ شعر پڑھا(.

کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا. تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا. لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لئے استوار کرتا گیا. بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا. اس نے خلافت کو ایک سخت و ورشت محل میں رکھ دیا . جس کے چرکے کاری تھے. جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی. جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا. جس کا اس سے سابقہ پڑے ہو ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کو سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو(اس کی منہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا. اس کی وجہ سے بقائے ایزو کی قسم ! لوگ کجروی , سرکشی , متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا. یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا ,اور خلافت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا. اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا. اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جو اب ان لوگوں میں میں بھی شامل کر لیا گیا ہوں . مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں(یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں . ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا و امادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا. یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے . جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصلِ ربیع کا چارہ چرتا ہے.

یہاں تک کہ وہ وقت آگیا. جب اس کی بٹی ہوئی رسی کے بَل کھِل گئے اورا س کی بداعمالیوں نے اسی کا کام تمام کر دیا. اور شکم صری نے اسے منہ کے بل گرا دیا. اس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بچو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسن علیہ السّلام اور حسین علیہ السّلام کچلے جارہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے. مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا. گویا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ »یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں . اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے. ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس کو سنا تھا اوریاد کیا تھا. لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا دیا. دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ

Presented by www.ziaraat.com

کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں. اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علمائی سے لے رکھا ہے .کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی صر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا اور تم پانی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے .

لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت خطبہ پڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ایک عراقی باشندہ آگے بڑھا اور ایک نوشتہ حضرت سامنے پیش کیا, آپ اسے دیکھنے لگے. جب فارغ ہوئے تو ابنِ عباس نے کہا یا امیرالمومنین علیہ السّلام آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا. وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھائیں. حضرت نے فرمایا کہ اسے ابن عباس یہ تو شقشقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا , جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہیجان کے وقت نکلتا ہے) تھا جو ابھر کر د ب گیا .
ابن عباس کہتے تھے کہ مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بنا پر ہوا کہ حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے علامہ رضی کہتے ہیں کہ خطبے کے ان الفاظ کو کاب الصعبۃ ان اشنق لھا خرم و ان اسلس لھا تقھم سے مراد یہ ہے کہ سوار جب مہار کھینچنے میں ناقہ پر سختی کرتا ہے تو اس کھینچا تانی میں اس کی ناک زخمی ہوئی جاتی ہے اور اگر اسکی سرکشی کے باوجود باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اسے کہیں نہ کہیں گرادیگی اور اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی. اشنق الناقہ اس وقت بولا جاتا ہے. جب سوار باگوں کو کھینچ کر اس کے سر کو اوپر کی طرف اٹھائے اور اسی طرح اشنق الناقہ استعمال ہوتا ہے . ابن سکیت نے اصلاح المنطق میں اس کا ذکر کیا ہے حضرت نے اشنقھا کے بجائے اشنق لھا استعمال کیا ہے . چونکہ آپ نے یہ لفظ اسلس لھا کے بالمقابل, استعمال کیا ہے . اور سلاست اسی وقت باقی رہ سکتی تھی. جب ان دونوں لفظوں کا نہج استعمال ایک ہو. گویا حضرت ان اشنق لھا کو ان رفع لھا کی جگہ استعمال کیا ہے یعنی اس کی باگیں اوپر کی طرف اٹھا کر روک رکھے .

شرح خطبہ

یہ خطبہ , خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم اور امیرالمومنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے. جسے آپ نے مقامِ وجہ میں ارشاد فرمایا. اگرچہ بعض متعصب و تنگ نظر افراد نے اس کے کلام علیؑ ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے سید رضی کی طرف منسوب کر کے ان کے مسلمہ امانت و دیانت پر حرف رکھا ہے مگر حقائق پسند علمائی نے اس کی صحت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے. جب کہ خلافت کے معاملہ میں امیرالمومنین کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے کہ اس قسم کے تعریضات کو بعدی سمجھا جائے اور پھر جن واقعات کی طرف اس خطبہ میں ارشادات کئے گئے ہیں. تاریخ انہیں اپنے دامن میں محفوظ کئے ہوئے ہے . اور بے کم و کاست ایک ایک حرف کی تصدیق اور ایک ایک جملہ کی ہمنوائی کرتی ہے تو جن واقعات کو موّرخ کی زبانِ قم بیان کر سکتی ہے وہی واقعات امیر المومنین کی نوک زبان پر آجائیں تو اس سے انکار کی کیا وجہ اور پیغمبر کے بعد جن نامساعد حالات سے آپ کو دو چار ہونا پڑا. اگر ان کی یاد سے کام و دہن تلخ ہو جائیں تو اس میں حیرت و استعجاب ہی کیا ہے؟ بے شک اس سے بعض شخصیتوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان سے عقیدت و ارادت کو بھی دھچکا لگتا ہے . مگر اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکار کر دینے سے اسے سنبھالا نہیں جا سکتا. جب تک اصل واقعات کا تجزیہ کر کے حقیقت کی نقاب کشائی نہ کی جائے . ورنہ محض اس بنا پر کہ اس میں چونکہ بعض افراد کی تنقیص ہے اس کے کلام امیرالمومنین ہونے سے انکار کر دینا کوئی وزن نہیں رکھتا. جب کہ اس قسم کے تعریضات دوسرے ادبائی و موّرخین نے بھی نقل کئے ہیں .چنانچہ عمرو ابنِ بحر جا حظ نے امیر المومنین کے ایک خطبے کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں جو خطبہ شقشقیہ کی کسی نکتہ چینی سے وزن میں کم نہیں ہیں .
«وہ دونوں گذر گئے اور تیسرا کوے کے مانند اٹھ کھڑا ہوا. جس کی ہمتیں پیٹ تک محدود تھیں. کاش اس کے دونوں پر کتر دیتے ہوتے اور اس کا سر کاٹ دیا ہوتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا .
لہذایہ خیال کہ یہ سید رضی کا گڑھا ہوا ہے . دُوراز حقیقت اور عصبیت و جنبہ داری کا نتیجہ ہے . اور اگر یہ انکار کسی تحقیق و کاہش کا نتیجہ ہے تو اسے پیش کرنا چاہئے ورنہ اس قسم کی خوش فہمیوں میں پڑے رہنے سے حقائق اپنا رخ نہیں بدلا کرتے اور نہ ناک بھوں چڑھانے سے قطعی دلائل کا زور دُب سکتا ہے .
اب ہم ان علمائی محدثین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں. جنھوں نے اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کی صراحت کی ہے تا کہ اس کی تاریخی اہمیت واضح ہو جائے. ان علمائی میں کچھ وہ ہیں . جن کو دور سید رضی سے پیشتر تھا اور کچھ ان کے ہم عصر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان کے بعد آئے اور اپنے اپنے سلسلہ سند سے اسے روایت کیا ہے .
ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاد مصدق ابن شبیب واسطی نے فرمایا کہ میں اس خطبہ کو شیخ ابو محمد عبداللہ ابن احمد سے کہ جو ابنِ خشاب کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابنِ عباس نے اس خطبہ کے نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا ہے (تو ابنِ خشاب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ابنِ عباس سے افسوس کے کلمات سنتا تو ان سے ضرور کہتا کہ کیا آپ کے چچیرے بھائی کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جوانھوں نے پوری نہ کی

Presented by www.ziaraat.com

ہو. انہوں نے تورسول کے علاوہ نہ اگلوں کو چھوڑا ہے نہ پچھلوں کو. جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا . اب افسوس کا ہے کا, کہ وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے. مصدق کہتے ہیں کہ ابن خشاب بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے. میں نے کہا کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ گڑھا ہوا ہے . تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے تو اس کے کلام امیر المومنین ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا یہ کہ تم مصداق ابنِ شبیب ہو. میں نے کہا کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رضی کا کلام ہے . فرمایا کہ بھلا رضی یا کسی اور میں یہ دم کہاں اوریہ انداز بیان کہاں. ہم نے رضی کی تحریریں دیکھی ہیں اوران کے طرزِ نگارش و اندازِ تحریر سے آگاہ ہیں. کہیں بھی ان کا کلام سے میل نہیں کھاتا اور میں تو اسے ان کتابوں میں دیکھ چکا ہوں کہ جو سید رضی کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی ہیں, اور جانی پہنچانی ہوئی تحریروں میں میری نظر سے گزر چکا ہے کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کن علمائی اور کن ادبائی کی لکھی ہوئی ہیں. اس وقت رضی تو کیا. ان کے باپ ابو احمد نقیب بھی پیدا نہ ہوئے تھے .

پھر تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ ابوالقاسم بلخی (متوفی ۳۱۷ ئھ) کی تصنیفات میں دیکھا ہے یہ مقتدر باللہ کے عہدِ حکومت میں بغداد کی جماعت معتزلہ کے امام تھے اور مقتدر کا دورِ رضی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے تھا .

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابنِ قبہ کی کتاب الانصاف میں دیکھا ہے . یہ ابو القاسم بلخی کے شاگرد اور فرقہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے) .شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۹۶(

ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ ایسادیکھا ہے جس پر مقتدر باللہ کے وزیر ابو الحسن علی ابن محمد ابن الفرات (متوفی ۳۱۲ ئھ کی تحریر تھی.

علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ نے شیخ قطب الدین راوندی کی تصنیف منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ سے اس سلسلہ بند کو نقل کیا ہے .

حافظ ابوبکر ابن مرووِیہ اصفہانی نے سلیمان ابن احمد طبرانی سے اس نے احمد ابنِ علی ابار سے اوراس نے اسحاق ابن سعید ابو سلمہ ومشقی سے اوراس نے خلید ابن علج سے اور اس نے عطا ابن رباح سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے). بحارا لا نوارج ۸ ص ۱۶۱(

علامہ مجلسی نے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ ابو علی جبائی (متوفی ۳۰۳ ئ ھ کے مصنفات میں بھی ہے .

علامہ مجلسی نے اسی استناد کے سلسلے میں تحریر کیا ہے .

قاضی عبدالجبار جو متعصب معتزلی تھے .اپنی کتاب مغنی میں اس خبطہ کے بعض کلمات کی توجیہہ و تاویل کرتے ہیں اوریہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے خلفا پر کوئی زد نہیں پڑتی مگر اس کے کلام امیر المومنین ہونے سے انکارنہیں کرتے .

ابو جعفر محمد ابن علی ابن بابویہ متوفی ۳۸۱ ئھ تحریر فرماتے ہیں :

ہم سے محمد بن ابراہیم ابنِ اسحاق طالقانی نے بیان کیا. اس نے کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز ابن یحیٰ جلودی نے بیان کیا اوراس نے کہا کہ مجھ سے ابو عبداللہ ابن عمار بن خالد نے بیان کیا اوراس نے کہا کہ مجھ سے یحیٰ ابن عبدالحمید حمانی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ ابنِ راشد نے اور اس نے علی ابن حذیفہ سے اور اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابنِ عباس سے روایت کیا .

پھر ابنِ بابویہ اس سلسلہ سند کو درج کرتے ہیں .

ہم سے محمد ابنِ علی ماجیلویہ نے اس نے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے اس نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے اس نے اپنے باپ سے , اس نے ابن عمیر سے اس نے ابان ابن عثمان سے اس نے ابان ابن تغلب اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابنِ عباس سے اسے رویت کیا ہے .

حسن ابن عبداللہ ابن سعید العسکری ۳۸۲ئی ھ نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں اس خطبہ کی توضیح وتشریح کی ہے جسے ابنِ بابویہ نے علل اشرائع اور معانی الاخبار میں درج ہے .

سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں .:

صاحب کتاب الغارات و ابو اسحاق ثقفی نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے . اس کتاب کی تصنیف سے فراغت کی . تاریخ ۳۱ شوال ۲۵۵ ئھ روز سہ شنبہ ہے اور اسی سال سید مرتضی موسوی پیدا ہوئے. اور یہ اپنے بھائی سید رضی سے عمر میں بڑے تھے .

سید علی ابن طاؤس علیہ الرحمتہ نے کتاب الغارات سے اس سلسہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے .

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے اور اس نے حسنِ ابنِ علی زعفرانی سے اور اس نے محمد ابن زکریا قلابی سے اور اس نے یعقوب ابن جعفر ابن,سلیمان سے اورا س نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے .

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی متوفی ۴۶۰ ئھ تحریر فرماتے ہیں.:

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حفار نے اور اس نے ابو القاسم و عیلی سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے بھائی وعبل سے اور اس نے محمد ابن سلامہ شامی سے اور اس نے زرراہ ابن اعین سے اور اس نے اوب جعفر محمد ابن علی سے اور انہوں نے ابنِ عباسی سے اسے روایت کیا ہے .

شیخ مفید متوفی ۴۱۳ ئھ کو جو جناب سید رضی کے استاد تھے . اس خطبہ کے سلسلہ سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں .:

رواۃ کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مقامِ رحبہ میں

Presented by www.ziaraat.com

امیرالمومنین کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور ان لوگوں کہ جو اپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر چھیڑا تو اپ نے اہ بھری اور یےہ خطبہ ارشاد فرمایا.

علم الہدیٰ سید مرتضی کہ جو سید مرتضی کے بڑے بھائی تھے. انہوں نے اپنی کتاب شافی ۲۹۳ پر اسے درج کیا ہے.

ابو منصورطبرسی XS تحریر کرتے ہیں.:

رواۃ کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سےاس کو ابنِ عباس سے روائت کیا ہے. وہ فرماتے ہیں کہمیں مقامِ رحبہ میں امیرالموئمنین کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور ان لوگوں کا کہ جوآپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر چھیڑا توآپ نے آہ بھری اوریہ خطبہ ارشاد فرمایا.

عبدارحمن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں.:

ہمارے شیخ ابو القاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ جو ابن عباس تک منتھی ہوتا ہے. اس خطبہ کو ان ہم سے نقل کیا فرمایا کہ جب امیرا لمومنینعلیہ السّلام کی بیعت ہو چکی توآپ منبرپر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ امیرالمومنین آپ خاموش کیوں بیٹھے رہے توآپ نے برجستہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا.

عبدالرحمن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں:

ہمارے شیخ ابوالقاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ جو ابن عباس تک منتھی ہوتا ہے. اس خطبہ کو ان ہم سے نقل کیا فرمایا کہ جب امیرالمومنین علیہ السّلام کی بیعت ہو چکی توآپ منبرپر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ امیرالمومنین آپ خاموش کیوں بیٹھے رہے توآپ نے برجستہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا :

قاضی احمد شہاب خفاجی استشہاد کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا, لیکن مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسروں کے لئے مضبوط کرتا گیا .

شیخ علاوالدولہ احمد ابن محمد السمنانی تحریر کرتے ہیں:

امیر المومنین سید العارفین علی علیہ السلام نے اپنے ایک درخشاں خطبے میں فرمایا ہے تلک شقشقۃ هدرت.

ابولفضل میدانی نے لفظ شقشقیہ کے ذیل میں لکھا ہے:

امیرالمومنین علیؑ کا ایک خطبہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے.

نہایہ میں ابنِ اچیر جزری نے پندرہ مقامات پر اس خطبہ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کااعتراف کیا ہے .

شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحارالا نوار میں انہی الفظ کے معانی لکھتے ہوئے منہ حدیث علیؑ کہہ کر اس کے کلام امیرالمومنین ہونے کی توثیق کی ہے .

ابو الفضل ابن منظور نے لسان العرب جلد ۲۱ صفحہ ۴۵ میں فی حدیث علیؑ نی خطبۃ لہ تلک شقشقۃ هدرت ثم قرت کہہ کر اس کے کلام علیؑ ابن ابی طالب ہونے کا اعتراف کیا ہے .

فیروز آبادی نے قاموس میں لفظ شقشقہ کے ذیل میں لکھا ہے :

خطبہ شقشقیہ حضرت علی علیہ السّلام کا کلام ہے , جسے شقشقیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب ابنِ عباس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے کلام کا سلسلہ وہاں سے شروع کریں جہاں تک آپ نے اسے پہنچایا تھا توآپ نے فرمایا اے ابن عباس اب کہاں وہ توایک شقشقہ یعنی ایک ولولہ و جوش تھا جو اُبھرا اور تھم گیا .

صاحب منتھی الارت تحریر کرتے ہیں . » خطبہ شقشقیہ علوی است. منسُوب بہ علی کرم اللہ وجہہ.

مفتی مصر شیخ محمد عبدہ نے اسے کلامِ امیرالمومنین تسلیم کرتے ہوئے اس کی شرح کی ہے .

محمد محی الدین عبدالحمید فی کلیتہ اللغتہ العربیہ (جامع الازہر)نے نہج البلاغہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اور اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں تمام ایسے خطبوں کو جن میں تعریضات پائے جاتے ہیں. امیرالمومنین کا کلام تسلیم کیا ہے . ان مستند شہادتوں اور ناقابلِ انکار گواہیوں کے بعد کی اس کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ امیرالمومنین کا کلام نہیں اور سید رضی نے خود گھڑ لیا ہے .

۲ (امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے سریر آرائے خلافت ہونے کو بطور استعارہ خلافت کا لبادہ اوڑھ لینے سے تعبیر کیا ہے اوریہ ایک عما استعارہ ہے. چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا ہے اوریہ ایک عام استعارہ ہے . چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا لا انزع قمیصاً قمصنیہ اللہ میں اس قمیض کو نہیں اتاروں گا, جو اللہ نے مجھے پہنا دی ہے . بیشک امیرالمومنین علیہ السّلام نے اس قمیض پہنانے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی ہے بلکہ خود ان کی طرف دی ہے کیونکہ ان کی خلافت باتفاق کل منجانب اللہ نہ تھی بلکہ بطورِ خود تھی. چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ فرزند ابوقحافہ نے زبردستی جامہ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت

«جامہ بود کہ برقامت من دوختہ بود

Presented by www.ziaraat.com

اور اس میں میری وہی حیثیت تھی جو چکی میں کیل کی ہوتی ہے کہ نہ تو اس کے بغیر وہ اپنے محور پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ اس کا کوئی مصرف ہی باقی رہ جاتا ہے۔ یونہی میں خلافت کا مرکزی نقطہ تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جاتا اور میں ہی تھا جو اس کے نظم و ضبط کا محافظ بن کر ہر آڑے وقت پر صحیح رہنمائی کرتا تھا۔ میرے سینہ سے علم کے دھارے امنڈتے تھے۔ جو ہر گوشہ کو سیراب کرتے تھے اور میرا پایا اتنا بلند تھا کہ طائرِ فکر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر دنیا والوں کا ذوقِ جہانباتی میرے حق کے لئے سنگِ راہ بن گیا۔ اور مجھے گوشہ عزلت اختیار کرنا پڑا۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلے ہوئے تھے اور بھیانک ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں۔ بچے بوڑھے ہو گئے اور بوڑھے قبروں میں پہنچ گئے۔ مگر یہ صبر آزما دور ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ میں برابر اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھتا رہا اور جامِ خلافت کے دست بدست گردش کرنے کا منظر میری نظروں کے سامنے رہا۔ لیکن میں صبر کے تلخ گھونٹ پیتا رہا۔ اور بے سروسامانی کی وجہ سے ان کی دراز دستیوں کو نہ روک سکا۔

خلیفتہُ الرسُول کی ضرورت اور اُس کا طریق تعین

پیغمبرِ اسلام کے بعد ایک ایسی ہستی کا وجود نا گزیر تھا جو امت کا شیرازہ بکھرنے نہ دے اور شریعت کو تبدیل و تحریف اور ان لوگوں کی دستبرد سے بچائے رکھے، جو اسے توڑ مروڑ کر اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھال لینا چاہتے ہوں۔ اگر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا جائے تو پھر پیغمبر کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ان کی تجہیز و تکفین پر سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کو مقدم سمجھ لیا جائے اور اگر اس کی ضرورت ثابت ہے تو کیا پیغمبر کو بھی اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکے کہ انہیں اس کی ضرورت یا عدم ضرورت کا احساس ہوتا تو پیغمبر کے ذہن کو ارتداد کی فتنہ انگیزیوں اور بدعتوں کی کار فرمائیوں کی خبر دینے کے باوجود ان کی روک تھام کی فکر و تدبیر سے خالی سمجھ لینا عقل و بصیرت سے محرومی کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ احساس تو تھا مگر مصلحت کی بنائی پر اسے غیر طے شدہ چھوڑ جانے پر مجبور تھے۔ تو اس صورت میں اس مصلحت کو زیرِ نقاب رہنے کے بجائے کُھل کر سامنے آنا چاہئے ورنہ بے وجہ خاموشی فرائض نبوت میں کوتاہی سمجھی جائے گی اور اگر کوئی مانع تھا تو اس مانع کو پیش کرنا چاہئے، ورنہ اسے تسلیم کیجئے کہ جس طرح آپ نے دین کا کوئی شعبہ ادھورا نہیں چھوڑا۔ اسے بھی ناتمام نہیں رہنے دیا اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز فرما دیا کہ جس کے بروئے کار لانے سے دین دوسروں کی دستبرد و استیلا سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ لائحہ عمل اور طریق کار کیا تھا۔ اگر اجماعِ امت کو پیش کیا جائے تو اس کے وقوع پذیر ہونے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اجماع میں ایک ایک فرد کا اتفاق رائے ضروری ہوتا ہے اور انسانی طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک نقطہ نظر پر متفق ہو جائیں اور نہ ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں ایسے مواد پر اختلاف کی کوئی آواز نہ اٹھی ہو تو پھر کیونکہ ایک ایسی بنیاد ی ضرورت کو ایک ناممکن الوقوع امر سے وابستہ کیا جا سکتا ہے کہ جس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہو لہذا نہ عقل اس معیار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ نقل ہی اس سے ہمنوا ہے چنانچہ قاضی عضد الدین نے مواقف میں تحریر کیا ہے۔

تمہیں جاننا چاہئے کہ خلافت کا انعقاد اجماع پر منحصر نہیں۔ کیونکہ اس پر کوئی عقلی و نقلی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔

بلکہ مدعیان اجماع نے بھی جب یہ دیکھا کہ تمام راویوں کا متفق ہونا مشکل ہے تو اقلیت کے اختلاف کو نظر انداز کر کے اکثریت کے اتفاق کو اجماع کے قائم مقام ٹھہرالیا، لیکن اس صورت میں بھی اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حق و ناحق اور جائزہ ناجائز وسائل کا زور اکثریت کا دھارا ادھر موڑ دیتا ہے کہ جہاں نہ شخصی فضیلت ہوتی ہے اور نہ ذاتی قابلیت جس کے نتیجہ میں اہل افراد دبکے پڑے رہ جاتے ہیں اور نااہل افراد ابھر کر سامنے آجاتے ہیں تو جہاں صلاحیتیں پھڑ پھڑا کر رہ جائیں اور ذاتی غرضیں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جائیں وہاں کسی صحیح شخصیت کے انتخاب کی کیونکہ توقع کی جا سکتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام رائے دینے والے ایسے افراد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی رائے آزاد اور بے لاگ ہے۔ نہ ان میں کوئی صاحب غرض ہے نہ سکی کی رو رعایت رکھتا ہے تو بھی یہ کہاں ضروری ہے کہ کثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہو اور وہ بھٹک کر غلط راہ پر آ ہی نہ سکے۔

جب کہ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ اکثریت نے تجربہ کے بعد خود اپنے فیصلوں کو غلط بھی ٹھہرایا ہے تو اگر اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہی ہوتا ہے تو اس کے پہلے فیصلہ کو غلط ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس کو غلط قرار دینے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے۔ اندریں حالات اگر خلیفہ و جانشین کا غلط انتخاب ہو گیا تو اس غلطی کے مہلک نتائج کا کون ذمہ دار ہو گا۔ اور اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کی تباہی و بربادی کا مظلمہ کس کی گردن پر آئے گا اور پھر انتخاب کی ہنگامہ آرائیوں اور شورش انگیزیوں میں جو خنریزی و فساد برپا ہو گا وہ کس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جب کہ بزمِ اَدب آموز کے بیٹھنے والوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے کہ وہ باہم آویزیوں سے نہ بچ سکے تو کسی اور کا دامن کیا بچ سکتا ہے۔

اگر ان مقاصد سے بچنے کے لئے اسے اہلِ حل و عقد پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے کسی ایک کو منتخب کر لیں، تو یہاں بھی وہی انتشار و کشمکش کی صورت پیش آئے گی۔ کیونکہ انسانی طبیعتوں کا یہاں بھی ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ انہیں ذاتی اغراض کی سطح سے بلند قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہاں تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب اور زیادہ قوی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے سب نہیں تو اکثر خود اس منصب کے امیدوار ہوں گے اور اپنی کامیابی کے لئے حریف کو زک پہنچانے کی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھیں گے اور جس طرح بن پڑے گا اس کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ باہم آویزی دفتنہ انگیزی ہو گا۔ تو

Presented by www.ziaraat.com

جس اختلاف و کشمکش سے بچنے کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی تھی. اس سے بچاؤ نہ ہو سکے گا اور امت کسی صحیح فرد تک پہنچنے کے بجائے دوسروں کے ذاتی مفاد کا آلہ کار بن کر رہ جائے گی اور پھر یہ کہ اہل حل و عقد کا معیار کیا ہو گا؟ وہی جو ہر زمانہ میں آرہا ہے کہ جس نے چند ہوا خواہ جمع کر لئے اور کسی اجتماع میں چند مخصوص صر جوش لفظیں دہرا کر ہلڑ مچوا دیا وہ ابھر کر اہل حل و عقد کی صف میں آگیا . یا صلاحیتوں کو بھی پرکھا جائے گا. اگر صلاحیتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ یہی رائے عامہ ہے تو پھر وہی الجھنیں اور کشمکشیں یہاں بھی پیدا ہو جائیں گی , جن سے بچنے کے لئے یہ راہ اختیار کی گئی تھی اور اگر کوئی اور معیار ہے تو اس پر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بجائے خود اس کی صلاحیت کو کیوں پرکھ لیا جائے کہ جسے اس منصب کا اہل سمجھا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کتنے اہل حل و عقد کا فیصلہ سند سمجھا جائے گا , تو یہاں بھی معمول کے مطابق جو ایک دفعہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے سند بن گیا. اور جتنے اہل حل و عقد نے کبھی کوئی فیصلہ کیا تھا وہ تعداد حجت بن گئی . چنانچہ قاضی عضدالدین تحریر فرماتے ہیں :

بلکہ اہل حل و عقد میں سے ایک دو فردوں کا کسی کو نامزد کر لینا کافی ہے. کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے جو دین کے سختی سے پابند تھے , اسی پر اکتفا کی. جیسا کہ عمر نے ابو بکر کو اور عبدالرحمن ابن عوف نے عثمان کو منتخب کیا .

لیجئے یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کی کارگزاری اور بزمِ شوریٰ کی گرم بازاری کہ ایک ہی شخص کے کارنامہ کا نام اجماع اور ایک ہی فرد کی کارفرمائی کا نام شوریٰ رکھ دیا گیا. حضرت ابو بکر نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا. کہ اجماع ایک آدھ ہی کی رائے کا نام ہوا کرتا ہے جیسے بھولے بھالے عوام کے مرمنڈھ دیا جاتا ہے. اس لئے انہوں نے اجماع و شوریٰ کا رنگ چڑھائے بغیر علانیہ حضرت عمر کو نامزد کر کے اجماع کی پابندی کثرت رائے کے معیار اور شورائی طریق انتخاب کو نظر انداز کر دیا اور حضرت عائشہ کے نزدیک بھی خلافت کو امت یا چند مخصوص افراد کی رائے پر چھوڑ دینا فتنہ و فسا د کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا. چنانچہ انہوں نے حضرت عمر کو بسترِ مرگ پر یہ پیغام بھجوایا .

اُمّت محمد و کو بغیر کسی پاسبان کے نہ چھوڑ جائیے. اس پر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے جائیے اور اسے بے مہار نہ چھوڑ ئیے. کیونکہ اس صورت میں مجھے اس کے متعلق فتنہ و شر کا اندیشہ ہے .

جب انتخاب اہل حل و عقد کا طریقہ بھی کامیاب نہ ہوا تو اسے بھی ختم کر دیا گیا اور صرف » ہر کہ شمشیر زند سکہ نبامش خوانند معیار بن کر رہ گیا یعنی جو دوسروں کو اپنے اقتدار کی گرفت اور تسلط کے بندھن میں جکڑلے, وہی خلیفہ برحق اور جانشین پیغمبر ہے . یہ تھے وہ خود ساختہ اصول جن کے سامنے پیغمبر کے وہ تمام ارشادات جو انہوں نے دعوتِ عشیرہ, شبِ ہجرت , غزوہ تبوک تبلیغ سورہ برآت اور عذیر خم کے موقع پر فرمائے تھے. یکسر فراموش کر دیئے جاتے ہیں. حیرت ہے کہ جب تینوں خلافتیں ایک فرد ہی کی رائے سے طے پاتی ہیں اور اس ایک فرد کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے تو پھر کس دلیل کی بنائی پر پیغمبر سے یہ حق سلب کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کی تعیین خود فرما دیتے جب کہ تمام نزاعوں کے سدِ باب کا یہی ایک ذریعہ ہو سکتا تھا کہ وہ خود اسے طے کر کے بعد میں پیدا ہونے والے خلفشاروں سے امت کو محفوظ کر جاتے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اس کا فیصلہ چھوڑنے سے اسے بچالے جاتے جو نفسانی خواہشوں میں الجھے ہوئے اور خود غرضیوں جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وہ صحیح طریقِ کار ہے جسے نہ صرف عقل کی تائید حاصل ہے . بلکہ پیغمبر کے صریحی ارشادات بھی اس کی حمایت میں ہیں .

۳ .(حیان ابن سمین یمامہ میں قبیلہ بن حنیفہ کا سردار اور صاحب ِقلعہ و سپا ہ تھا. جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے اور اعشی کہ جس کا اصلی نام میمون ابن قیس ہے . اس کی بزمِ ناؤ نوش میں ندیم و مصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے انعام و اکرام سے خوشحالی وفارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں وہ دن کہ جب رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور کہاں یہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرامی اور چین سے گزر رہے ہیں. امیر المومنین علیہ السّلام کے اس شعر کو بطور تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اپنے اس دکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اس زمانہ سے کریں جو پیغمبر کے دامانِ عاطفت میں گزرتا تھا اور ہر طرح کے غلو غش سے پاک اور وحانی سکون کا سروسمان لئے ہوئے تھا. لیکن محل تمثیل اور نیز مضمونِ شعر پر نظر کرتے ہوئے یہ مقصود ہوتا بعید نہیں ہے کہ برسرِ اقتدار افراد زمانہ رسول میں بے وقتی اور موجودہ حالت میں ان کے اقتدار و اختیار کا فرق دکھایا جائے . یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رسول کے زمانے میں میرے سامنے ان کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دور آیا ہے کہ یہ امورِ مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے تھے .

۴ .(جب حضرت عمر ابو لولوعلیہ السّلام کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دیکھا کہ اس کاری زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو آپ نے انتخاب خلیفہ کے لئے ایک مجلسِ شوریٰ تشکیل دی جس میں علی ابن ابی طالب , عثمان ابن عفان , عبالرحمن ابن عوف , زبیر ابن عوام سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ ابن ِعبیدا اللہ کو نامزد کیا اور ان پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ ان کے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے ایک کو خلافت کے لئے منتخب کرلیں اور یہ تینوں دن امامت کے فرائض صہیب انجام دیں. ان ہدایات کے بعد ارکانِ شوریٰ میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہوں ان کا اظہار فرماتے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں قدم اٹھایا جائے اس پر آپ نے فرداً فرداً ہر ایک کے متعلق اپنی زریں رائے کا اظہار فرمایا. چنانچہ سعد کے متعلق کہا کہ وہ درشت خُو اور تند مزاج ہیں اور عبدالرحمن اس امت کے فرعون ہیں اور زبیر خوش ہوں تو مومن اور غصہ میں ہوں تو کافر اور طلحہ غرور و نخوت کا پتلا ہیں. اگر انہیں خلیفہ بنایا گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کے ہاتھ میں پہنادیں گے

Presented by www.ziaraat.com

اور عثمان کو اپنے قوم قبیلہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آتا. رہے علی تو وہ خلافت پر ریجھے ہوئے ہیں. اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ایک وہی ایسے ہیں جو خلافت کو صحیح راہ پر چلائیں گے . مگر اس اعتراف کے باوجود آپ نے مجلسِ شوریٰ کی تشکیل ضروری سمجھی اور اس کے انتخاب ارکان اور طریق کار میں وہ تمام صورتیں پیدا کردیں کہ جس سے خلافت کا رخ ادھر ہی بڑھے جدھر آپ موڑنا چاہتے تھے چنانچہ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ سے کام لینے والا بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس میں حضرت عثمان کی کامیابی کے تمام اسباب فراہم تھے. اس کے ارکان کو دیکھئے تو ان میں ایک حضرت عثمان کے بہنوئی عبدالرحمن ابن عوف ہیں . اور دوسرے سعد ابن ابی وقاص ہیں جو امیرالمومنین سے کینہ وعناد رکھنے کے علاوہ عبدالرحمٰن کے عزیزوہ وہم قبیلہ بھی ہیں. ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان کے خلاف تصور نہیں کیا جا سکتا تھا. تیسرے طلحہ ابن عبید اللہ تھے, جن کے متعلق علامہ محمد عبدہ حواشی نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں .

طلحہ حضرت عثمان کی طرف مائل تھے اور مائل ہونے کی یہی وجہ کیا کم ہے کہ وہ حضرت علی سے منحرف تھے کیونکہ یہ تیمی تھے اور ابو بکر کے خلیفہ ہو جانے کے سبب سے بنی تیم و و بنی ہاشم میں رنجشیں پیدا ہو چکی تھیں .

رہے زبیر تو یہ اگر حضرت کا ساتھ دیتے بھی تو ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی. طبری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اس موقعہ پر مدینہ میں موجود نہ تھے. لیکن ان کی عدم موجودگی حضرت عثمان کی کامیابی میں سدِ راہ نہ تھی بلکہ وہ موجود بھی ہوتے جیسا کہ شوریٰ کے موقعہ پر پہنچ گئے تھے اور انہیں امیرالمومنین کا ہمنوا بھی سمجھ لیا جائے جب بھی حضرت عثمان کی کامیابی میں کوئی شبہ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر کے ذہن رسانے طریق کار یہ تجویز کیا تھا کہ :

اگر تین ایک پر اور تین ایک پر رضا مند ہوں تو اس صورت میںعبداللہ ابن عمر کو ثالث بناؤ. جس طریق کے متعلق وہ حکم لگائے . وہی فریق اپنے میں سے خلیفہ کا انتخاب کرے اور اگر وہ عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر رضا مند نہ ہوں تو تم اس فریق کا ساتھ دو جس میں عبدالرحمن ابن عوف ہو, اور دوسرے لوگ اگر اس سے اتفاق نہ کریں تو انہیں اس متفقہ فیصلے کے خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے قتل کردو .

اس مقام پر عبدا للہ ابنِ عمر کے فیصلہ پر نارضامند رہے کیا معنی جب کہ انہیں یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اسی گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبدالرحمن ہوں. چنانچہ عبداللہ کو حکم دیا کر :

اے عبداللہ اگر قوم میں اختلاف ہو تو تم اکثریت کا ساتھ دینا اور اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو تم اس فریق کا ساتھ دینا جس میں عبدالرحمن ہوں .

اس فرما ئش سے اکثریت کی ہمنوائی سے بھی یہی مراد ہے کہ عبدالرحمن کا ساتھ دیاجائے کیونکہ دوسری طرف اکثریت ہو ہی کیونکر سکتی تھی. جب کہ ابو طلحہ انصاری کی زیر قیادت پچاس خونخوار تلواروں کو حزبِ مخالف کے سروں پر مسلط کر کے عبداالرحمن کے اشارہ چشم دابرد پر جھکنے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا. چنانچہ امیرالمومنین کی نظروں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کی ہو گی . جیسا کہ آپ کے اس کلام سے ظاہر ہے جو ابن عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا .

خلافت کا رخ ہم سے موڑ دیا گیا ہے . انہوں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا. فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو بھی لگا دیا ہے اور یہ کہا کہ اکثریت کا ساتھ دو اور اگر دو ایک پر اور دو ایک پر رضامند ہوں تو تم ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبدالرحمن بن عوف ہو. چنانچہ سعد تو اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمن کا ساتھ دیگا اور عبدالرحمن تو عثمان کا بہنوئی ہوتا ہی ہے .

بہر حال حضرت عمر کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ کے حجرہ میں یہ اجتماع ہوا , اور دروازہ پر ابو طلحہ انصاری پچاس آدمیوں کے ساتھ شمشیر بکف آ کھڑا ہوا, طلحہ نے کاروائی کی ابتدائی کی اور سب کو گواہ بنا کر کہا کہ میں اپنا حق رائے وہندگی حضرت عثمان کو دیتا ہوں. اس پر زبیر کی رگِ حمیت پھڑکی (کیونکہ ان کی والدہ حضرت کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں) اور انہوں نے اپنا حق رائے دہندگی علی ابن ابی طالب کو سونپ دیا. پھر سعد ابن ابی وقاص نے اپنا حق رائے دہندگی عبدالرحمن کے حوالے کر دیا اب مجلسِ شوریٰ کے ارکان صرف تین رہ گئے . جن میں سے عبدالرحمن نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں کہ آپ دونوں (علی ابنِ ابی طالب اور عثمان ابنِ غفان) اپنے میں سے ایک کومنتخب کر لینے کا حق مجھے دے دیں . یا آپ میں سے کوئی ایک دستبردار ہو کر یہ حق لے لے. یہ ایک ایسا جال تھا جس میں امیرالمومنین کو ہر طرف سے جکڑ لیا گیا تھا. کہ یا تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں یا عبدالرحمٰن کو اپنی من مانی کاروائی کرنے دیں پہلی صورت آپ کے لئے ممکن ہی نہ تھی کہ حق سے دستبردار ہو کر عثمان یا عبدالرحمن کو منتخب کریں. اسلئے آپ اپنے حق پر جمے رہے اور عبدالرحمن نے اپنے اس سے الگ کر کے یہ اختیار سنبھال لیا اور امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا ابا یعک علیٰ کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الشیخین ابی بکر وعمر میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتابِ خدا سنت رسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر چلیں . آپ نے کہا بل علیٰ کتاب اللہ و سنتہ رسول اللہ واجتھا درائی نہیں بلکہ میں اللہ کی کتاب رسول کی سنت اور اپنے مسلک پر چلوں گا .تین مرتبہ دریافت کرنے کے بعد جب یہی جواب ملا تو حضرت عثمان سے مخاطب ہر کر کہا کیا آپ کو یہ شرائط منظور ہیں ان کے لئے انکار کی کوئی وجہ ہی نہ تھی. انہوں نے ان شرائط کو مان لیا اور ان کی بیعت ہو گئی. جب امیرالمومنین نے اپنے حق کو یوں پامال ہوتے دیکھا تو فرمایا :

یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہو اب صبر جمیل کے علاوہ کیا چارہ ہے اور جو باتیں تم کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے . خدا کی قسم! تم نے عثمان کو اس امید پر خلافت دی ہے کہ وہ اسے کل تمہارے حوالہ کر جائے.

ابن ابی الحدید نے شوریٰ کے واقعات کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہو گئی تو امیرالمومنین نے

Presented by www.ziaraat.com

عبدالرحمن اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا دق اللہ بینکما عطر منشم خدا تمہارے درمیان عطرِ منشم #۱ چھڑ کے اور تمہاری ایک دوسرے سے بن نہ آئے. چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گئے اور عبدالرحمن نے مرتے دم تک حضرت عثمان سے بات چیت کرنا گوارا نہ کی اور بسترِ مرگ پر بھی انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا .

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوریٰ اسی کانام ہے جو چھ آدمیوں میں منحصر ہوااورپھر تین میں اور آخر میں ایک ہی فرد میں منحصر ہو کر رہ جائے اور کیا انتخاب خلافت کے لئے سیرتِ شیخین کی شرط حضرت عمر کی طرف سے تھی یا عبدالرحمن نے امیرالمومنین اور خلافت کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کے لئے پیش کی تھی حالانکہ اول نے خلیفہ ثانی کو نامزد کرتے وقت یہ شرط نہیں‌لگائی تھی کہ تمہیں میری سیرت پر چلنا ہو گا. تو اس کا یہاں پر کیا محل تھا .

بہر صورت امیر المومنین نے فتنہ و فسا د کو روکنے اور حجت تمام کرنے کے لئے اس میں شرکت گوارا فرمالی تاکہ ان کے ذہنوں پر ققل پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہیں کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے .

۵ .(عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے بر سرِ اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انہوں نے بیت المال کو لوٹنا شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہرا بھرا سبزہ دیکھ لیں تو اسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا. آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روزِ بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اگلوالیا .

اس دور میں جس طرح کی بد عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں .غربت ان پر چھائی ہوئی ہو, افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی امیہ کا عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز و ناتجربہ کار افراد مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی درد مندان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں توڑد ی جائیں‌اور کوئی س سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے . زکوٰۃ صدقات جو فقرا ئ اور مساکین کاحق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصرف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے .

حکم ابن عاص کو کہ جسے رسول نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنتِ رسول بلکہ سیرت شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے مدینہ واپس بلوالیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے. (معاف ابن قتیبہ صفحہ ۴۹(

ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے . مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے (عقد الفرید ج ۳ صفحہ ۴۹(

مرادان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے (شرح ابنِ ابی الحدید صفحہ ۹۳ جلد ۱(

حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے . (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ(۹۳

ابو سفیان ابن حرب کو لاکھ درہم عطا فرمائے . (شرح ابن ابی الحدید جلد صفحہ(۹۳

عبداللہ ابن خالد کوچار لاکھ درہم عطا فرمائے . (معاف صفحہ ۴۸(

مال افریقہ کا خمس (پانچ لاکھ دینار) مردان کی نذر کر دیا . (معاف صفحہ ۴۸(

فدک کہ جسے صدقہ عام کہہ کر پیغمبر کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا. مردان کو عطائے خس دانہ کے طور پر دے دیا . (معاف ابن قتیبہ صفحہ ۴۸(

بازارِ مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسول نے مسلمانوں کے لئے وقف عام قرار دیا تھا . حارث ابن حکم کو بخش دی .) معارف صفحہ ۴۸(

مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی امیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی . (شرح ابن ابی الحدید ۹۳ جلد ۱(

مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے . جاگیروں کا کچھ ٹھکانا نہیں . صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا. اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا. (مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۵۳۴(

مرکز شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے. چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا. مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی, تو لوگوں کے شور مچانے پر اسے معزول تو کر دیا. مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص جیسے فاسق کو مقرر کر دیا. مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابنِ ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابنِ

عامر آپ کے مقرر کر دہ حکمران تھے. (مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۵۲۴(

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۴

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں قدم رکھا, اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اجالوں میں آگئے. وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلانے والے کی چیخ پکار کو نہ سنیں, بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سن پائیں گے جو اللہ و رسول کی بلند بانگ صداؤں کے سننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں, ان دلوں کو سکون و قرار نصیب ہو, جن سے خوفِ خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں میں تم سے ہمیشہ عذرو, بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمہیں بھانپ لیا تھا. اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا. لیکن میرے نیت کے صدق و صفا نے تمہاری صورتیں مجھے دکھا دی تھیں. میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لئے جا دئہ حق پر کھڑا تھا. جہاں تم ملتے ملاتے تھے مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا. تم کنواں کھودتے تھے مگرپانی نہیں نکال سکتے تھے. آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بیان کی قوت ہے, گویا کیا ہے اس شخص کی رائے کے لئے دوری ہو, جس نے مجھ سے کنارہ کشی کی. جب سے مجھے حق دکھایا گیاہے میں نے کبھی اس میں‌شک و شبہ نہیں کیا. حضرت موسیٰ نے اپنی جان کے لئے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا. بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈرتھا(اسی طرح میری اب تک کی خاموشی کوسمجھنا چاہئیے (آج ہم اور تم حق و باطل کے دورا ہے پر کھڑے ہوئے ہیں جسے پانی کا اطمینان ہو وہ پیاس نہیں محسوس کرتا. اسی طرح میری موجودگی میں تمہیں میری قدر نہیں.

شرح خطبہ

حضرت موسیؑ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان کے مقابلے میں جادو گر بلائے گئے اور انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک کر اپنا سحر دکھایا تو آپ ڈرنے لگے. چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

موسیٰ علیہ السّلام یوں محسوس ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں جس سے وہ جی میں ڈرے. ہم نے کہا کہ موسیٰ ع تم کوئی اندیشہ نہ کرو. یقینا تم ہی غالب رہو گے.

امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے خوف کھانے کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ چونکہ رسیوں اور لاٹھیوں کی سانپ کی طرح دوڑتے دیکھ رہے تھے. اس لئے انہیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اوروہ اس سبب سے خائف ہو گئے ہوں بلکہ ان کے ڈرنے کا سبب یہ خیال تھا کہ کہیں دنیا والے ان شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر گمراہی میں نہ پڑ جائیں اور ان نظر بندیوں سے باطل کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں. چنانچہ موسیٰ علیہ السّلام کو یہ کہ ڈھارس نہیں دی جاتی کہ تمہاری جان محفوظ ہے. بلکہ یہ کہا گیا کہ تم ہی غالب رہو گے. اور تمہارا ہی بول بالا ہو گا. چونکہ انہیں اندیشہ حق کے دب جانے اور باطل کے ابھر آنے کا تھا نہ اپنی جان کے جانے کا کہ حق کی فتح و کامرانی کے بجائے حفظؐ جان کی انہیں‌تسلی دی جاتی. حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خوف یہی ہے کہ کہیں دنیا والے ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہ) کی فریب کاریوں کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور حق سے منہ توڑ کر ضلالت و گمراہی میں نہ جا پڑیں. ورنہ مجھے اپنی جان کی کبھی پرواہ نہیں ہوئی.

خطبہ ۵

جب رسول اللہ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابو سفیان ابن حرب نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا.

اے لوگو! فتنہ و فساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ. تفرقہ و انتشار کی راہوں سے اپنا رخ موڑ لو, فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو. صحیح طریقہ عمل اختیار کرنے میں. کامیاب وہ ہے جو اٹھے تو پر و بال کے ساتھ اٹھے اور نہیں تو)اقتدار کی کرسی) دوسروں کے لئے چھوڑ بیٹھے اور اس طرح خلق خدا کو بد امنی سے راحت میں رکھے. (اس وقت طلبِ خلافت کے لئے کھڑا ہونا) یہ ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلو گیر ہو کر رہے گا. پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے چننے ولا ایسا ہے جیسے دوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا. اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے. افسوس اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے نشیب و فراز دیکھے بیٹھا ہوں. خدا کی قسم ابو طالب کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں‌ہوتا. البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کردوں تو تم اسی طرح پیچ و تاب کھانے لگو جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھرتھراتی ہیں.

شرح خطبہ

جب پیغمبر اکرم کی وفات ہوئی ہے تو ابو سفیان مدینہ میں موجود نہ تھا. واپس آرہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلا عی ملی. فوراً پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کی امارت و قیادت کس کو ملی ہے اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے. یہ سن کر عرب کا مانا ہوا فتنہ پرداز سونچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی مچا کر خلافت ایک تیمی کے حوالے کر دی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خودتندمزاج کو ہمارے سروں پر مسلط کر جائے گا. چلو علی ابن ابی طالب سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑیں اور اپنا حق لینے کے لیے میدان میں اتر آئیں. چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ آپ

Presented by www.ziaraat.com

ہاتھ بڑھائیں . میں آپ کی بیعت کرتا ہوں. اور کوئی مخالفت کے لئے اٹھا تو میں مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا. امیرالمومنین کے لیے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا .وہ اپنے کو پیغمبر کا صحیح وارث و جانشین سمجھتے تھے اور ابو سفیان ایسا جتھے قبیلے والا امداد کے لیے آمادہ کھڑا تھا. صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے , مگر امیر المومنین علیہ السّلام کے تدبر و اصابت رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچا لیا اور آپ کی دور رس نظروں نے بھانپ لیا کہ یہ قبائلی تعصب اور نسلی امتیاز کو اُبھار کر آپس میں لڑوانا چاہتا ہے تاکہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو ہلا دے , لہذا آپ نے اس کی رائے کو ٹھکرا کر اسے سختی سے جھڑکا اور اس موقع پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتہ انگیزیوں اور بیجا سربلندیوں سے روکا ہے اور اپنا موقف یہ بتایا ہے کہ میرے لئے دوہی صورتیں ہیں یا تو جنگ کے لیے اٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ جاؤں . اگر جنگ کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یارو مدد گار دکھائی نہیں‌دیتا کہ ان ابھرنے والے فتنوں کو دبا سکوں. اب یہی چارہ کار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتظار کروں یہاں تک کہ حالات سازگار ہوں .

اس موقع پر امیرالمومنین کی خاموشی مصلحت بینی و دُور اندیشی کی آئینہ دار تھی, کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی. مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتدائ ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی. منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا . اس لئے امیرالمونین علیہ السّلام نے دکھ سہے, کڑیاں جھیلیں , مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی. تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں, مگر صبرو استقلال کو چھوڑ کر لڑنے الجھنے کے لیے تیار نہ ہوئے ,چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی, البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہو لیے کہ جو کفر کی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے . اسی طرح امیرالمومنین علیہ السّلام پیغمبر کی سیرت کو مشعل راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں‌کرتے, چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے یارو مدد گار اٹھ کھڑا ہونا کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا. اس لیے اس موقع کے لحاظ سے طلب ِ امارت کو ایک گندلے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی, چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھپٹی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس کر اسے نگل لینا چاہا , ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا نہ نگلتے بنتی تھی اور نہ اگلتے بنتی تھی , یعنی نہ تو وہ اسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلے میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندااپنے گلے سے اتارنے کے لیے تیار ہوتے تھے. پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناساز گار حالات میں خلافت کے ثمر نا رسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا . جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اسے بچا سکے. نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے , بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کرو تاکہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتے ہیں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں. بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کس موقعہ پر ڈرا اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا , جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جراَت و ہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا . میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا. سنو! میرے چپ رہنے کیوجہ سے وہ علم ہے جو پیغمبر نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے . اگر ابھی سے اسے ظاہر کردوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گئے ,کچھ دن گزرنے دو تو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام پر کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے. میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا, ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں .

خموشی معنی وارد کہ در گفتن نمی آید

موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سر چشمہ غذا کی طرف ہمک کر بڑھنا اتنا محبوب نہیں‌ہوتا, کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا انس ایک طبعی تقاضے کے زیرِ اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں, چنانچہ زمانہ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے , لیکن لقائے پرورد گار سے انبیائ اولیائ کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اوران میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے , چونکہ موت لقائے پرورد گار کا ذریعہ اور اس منزل کا پہلا زینہ ہے . اس لیے موت سے بھی ان کی شیفتگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کی سختیاں ان کے لیے راحت کا سازو سامان اور اس کی تلخیاں ان کے کام و دہن کے لیے لذت اندوزی کا سروسامان بن جایا کرتی ہیں اور ا س سے ان کا انس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کا کنویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے , چنانچہ امیرالمومنین علیہ السّلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ « میں موت کا چشمہ لگاتار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آپہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پالیا اور نیکو کاروں کے لیے اللہ کے یہاں کی نعمتوں

Presented by www.ziaraat.com

سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرم کا بھی ارشاد ہے کہ لیس للمومن راحۃ ودن لقائی اللہ لقائے ربانی کے علاوہ مومن کہیں پر راحت کا سروسامان نہیں ہے۔

خطبہ ۶

جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ نے فرمایا :

خدا کی قسم میں اس بجوّ کی طرح نہ ہوں گا جو لگاتار کھٹکھٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا طلب گار)شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پالیتا ہے بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش پر آواز اطاعت شعاروں کو لیکر ان خطاؤ شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا. یہاں تک کہ میری موت کا دن آجائے . خدا کی قسم ! جب سے اللہ نے اپنے رسول کو دنیا سے اٹھایا. برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا .

شرح خطبہ

جب امیرالمومنین علیہ السّلام نے طلحہ و زبیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے , ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے . جن کا ماحصل یہ ہے » کہ میں کب تک اپنا حق چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموشی بیٹھا رہوں گا. اب تو جب تک میرے دم میں دم ہے , میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا. اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ میں بجوّ کی طرح باسانی ان کے قابو آجاؤنگا . ضبع کے معنی بجوّ کے ہیں .اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے . حضاجر حضجر کی جمع ہے جس کے معنی پیٹو کے ہوتے ہیں, لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجو مراد لی جاتی ہے, کیونکہ یہ ہر چیز نگل جاتا ہے اور جو پاتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے گویا اس میں کئی ایک پیٹ جمع ہو گئے ہیں جو بھرنے میں نہیں آتے اور اسے نعثل بھی کہا جاتا ہے . یہ بڑا سیدھا سادھا اور بڑا بیوقوف جانور ہوتا ہے. اگر کسی کی انتہائی حماقت دکھانا مقصود ہو تو یہ کہا جاتا ہے » فلاں احمق من الضبع فلاں تو بجو سے بھی زیادہ بیوقوف ہے, چنانچہ اس کی حماقت اس کے باسانی شکار ہوجانے ہی سے ظاہر ہے کہ شکاری اس کے بھٹ کے گرد گھیرا ڈال لیتا ہے اور لکڑی سے یا پیر سے زمین کو تھپتھپاتا ہے اور چپکے سے کہتا ہے » اطرقی ام طریق خاصری ام عامر . اسے بجوّ اپنے سر کو جھکالے , اسے بجوّ چھپ جا, اس جملہ کو دہرانے اور زمین کو تھپتھپانے سے وہ بھٹ کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے . پھر شکاری کہتا ہے »ام عامر لیست فی وجارھا ام عامر نائمہ بھلا وہ اپنے بھٹ میں کہاں وہ تو کسی گوشہ میں سویا پڑا ہو گا . یہ سن کر وہ ہاتھ پیر پھیلا دیتا ہے اور سوتا ہوا بن جاتا ہے اور شکاری اس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اسے باہر کھینچ لیتا ہے اور یہ بزدلوں کی طرح بغیر مقابلہ کئے اس کے قابو میں آجاتا ہے۔

خطبہ ۷

انہوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے . اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیئے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انہیں کی گود میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں . وہ دیکھتا ہے تو ان کی آنکھوں سے , اور بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے . اس نے انہیں خطاؤں کی راہ پر لگایا ہے اور بُری باتیں سجا کر ان کے سامنے رکھی ہیں جیسے اس نے انہیں اپنے تسلط میں شریک بنا لیا ہو اور انہیں کی زبانوں سے اپنے کلام باطل کے ساتھ بولتا ہو .

شرح خطبہ

منافقین کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ لوگ شیطان کے رفیق کار اور اس کے معین وعدہ گار ہیں اور اس نے بھی ان سے اتنی راہ و رسم پیدا کرلی ہے کہ انھی کے ہاں ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور انہی کے سینوں کو اپنا آشیانہ بنا لیا ہے . یہیں پر وہ انڈے بچے دیتا ہے اور وہ بچے بغیر کسی جھجک کے ان کی گودیوں میں اچھل کودمچاتے ہیں یعنی ان کے دلوں میں شیطانی وسوسے جنم لیتے ہیں اور وہیں پر فروغ پاتے اور پروان چڑھتے ہیں. نہ ان کے لیے کوئی روک ٹوک ہے نہ کسی قسم کی بندش اور وہ اس طرح ان کے خون میں رچ گیا اور روح میں بس گیا ہے کہ دوئی کے پردے اٹھ چکے ہیں . اب آنکھیں ان کی ہیں اور نظر اس کی . زبان ان کی ہے اور قول اس کا . جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا: » ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم شیطان اولادِ آدم کے رگ و پے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے » یعنی جس طرح خون کی گردش نہیں رکتی یوں ہی اس کی وسوسہ اندازیوں کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا اور وہ انسان کو اس کے سوتے جاگتے , اٹھتے بیٹھتے برابر برائیوں کی طرف کھینچ کر لاتا ہے اور اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے کہ ان کا ہر قول و عمل ہو بہو اس کے قول و عمل کی تصویر بن جاتا ہے جن کے سینے ایمان کی ضیاباریوں سے جگمگار رہے ہیں وہ ان وسوسوں کی روک تھام کرتے ہیں اور کچھ ان کی پذیرائی کے لیے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو اسلام کی نقاب اوڑھ کر کفر کو فروغ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

خطبه ۸

یه کلام زبیر کے متعلق اس وقت فرمایا جب که حالات اسی قسم کے بیان کے مقتضی تھے .

وه ایسا ظاہر کرتا ہے که اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی مگر دل سے نہیں کی تھی. بہر صورت اس نے بیعت کا تو اقرار کر لیا . لیکن اس کا یه ادعا که اس کے دل میں کھوٹ تھا تو اسے چاہئے که اس دعویٰ کے لئے کوئی دلیل واضح پیش کرے ورنه جس بیعت سے منحرف ہوا ہے اس میں واپس آئے .

شرح خطبه

• جب زبیر ابن عوام نے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کی تو وہ اس کے لئے کبھی یه عذر کرتے تھے که مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا گیا تھا اور مجبوری کی بیعت کوئی بیعت نہیں ہوا کرتی اور کبھی یه فرماتے تھے که یه تو صرف دکھاوے کی بیعت تھی. میرا دل اس سے ہمنوانه تھا .گویا که وه خود ہی اپنی زبان سے اپنے ظاہر و باطن کے مختلف ہونے کا اعتراف کر لیا کرتے تھے. لیکن یه عذر ایسا ہی ہے جیسے کوئی اسلام لانے کے بعد منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کے لئے یه کہدے که میں نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا تھا. دل سے نہیں مانا تھا تو ظاہر ہے که یه عذر مسموع نہیں ہو سکتا اور نه اس ادعا کی کی بنا پر وه سزا سے بچ سکتا ہے . اگر انہیں یه شبه تھا که حضرت کے اشارے پر عثمان کا خون بہایا گیا ہے تو یه شبه اس وقت بھی دامن گیر ہونا چاہیئے تھا که جب اطاعت کے لئے حلف اٹھایا جا رہا تھا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھ رہا تھا یا یه که اب توقعات ناکام ہوتے ہوئے نظر آئے اور کہیں اور سے امید کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں .

حضرت نے مختصر سی لفظوں میں ان کے دعویٰ کو یوں باطل کیا ہے که جب وه اعتراف کرتے ہیں که ہاتھ سے بیعت کی تھی تو پھر جب تک بیعت کے توڑنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا. انہیں بیعت پر برقرار رہنا چاہئے اور اگر بقول ان کے که دل اس سے ہم آہنگ نه تھا تو اس کے لئے انہیں کوئی واضح ثبوت پیش کرنا چاہیئے. لیکن دلی کیفیات پر تو کوئی دلیل لائی نہیں جا سکتی تو وه اس کے لئے دلیل کہاں سے لائیں گے اور دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں .

خطبه ۹

وه رعد کی طرح گرجے اور بجلی کی طرح چمکے. مگر ان دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور ہم جب تک دشمن پر ٹوٹ نہیں پڑتے گرجتے نہیں اور جب تک (عملی طور پر) برس نہیں لیتے (لفظوں کا) سیلاب نہیں بہاتے .

شرح خطبه

اصحاب جمل کے متعلق فرماتے ہیں که وه خوب گرجتے گونجتے دندناتے ہوئے اٹھے مگر جب رن پڑا تو تنکوں کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئے . کہاں تو وه زمین و آسمان کے قلابے ملاتے که یه کر دیں گے وه کر دیں گے اور کہاں به بودا پن که میدان چھوڑتے بنی اور اپنی کیفیت یه بیان فرماتے ہیں که ہم لڑائی سے پہلے نه دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور نه شیخیاں بگھارا کرتے ہیں اور نه خواه مخواه کا ہلڑ

Presented by www.ziaraat.com

مچا کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں . کیونکہ بہادروں کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ کے بجائے زبان سے کام لیں . چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا. ایاکم و کثرۃ الکلام فانہ فشل زیادہ باتیں بنانے سے اجتناب کرو. کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے .

خطبہ ۱۰

شیطان (نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اوراپنے سوارو پیادے سمیٹ لئے ہیں. میرے ساتھ یقینا میری بصیرت ہے نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا. خدا کی قسم میں ان کے لئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا. جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں. انہیں ہمیشہ کے لئے نکلنے یا (نکل کر) پھر واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہ ہو گا .

شرح خطبہ

جب طلحہ و زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے, تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزائی ہیں .

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جا سکتا ہے اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے. کیونکہ درپردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز کر کے امیر المومنین علیہ السّلام سے لڑنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا . لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے.

خطبہ ۱۱

جب جنگ جمل میں عَلَم اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو دیا , تو ان سے فرمایا : پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا. اپنے دانتوں کو بھینچ لینا . اپنا کاسیہ سر اللہ کو عاریت دے دینا. اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا .لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اوریقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے .

۱.مُحمد بنِ حنفیہ

امیرالمومنین کے صاحبزادے تھے اور مادری نسبت سے انہیں ابنِ حنفیہ کہا جاتا ہے . ان کی والدہ گرامی کا نام خولہ بنت جعفر تھا. جو قبیلہ بنی حنیفہ کی نسبت سے حنفیہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں. جب اہل یمامہ کو زکوٰۃ کے روک لینے پر مرتد قرار دے کر قتل و غارت کیا گیا اور ان کی عورتوں کو کنیزوں کی صورت میں مدینہ لایا گیا , تو ان کے ساتھ آپ بھی وارد مدینہ ہوئی . جب ان کے قبیلہ والے اس پر مطلع ہوئے تو وہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ انہیں کنیزی کے داغ سے بچا کر ان کی خاندانی عزت و شرافت کو بچائیں . چنانچہ حضرت نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور بعد میں ان سے عقد کیا اور محمد کی ولادت ہوئی .

بیشتر مورّخین نے ان کی کنیت ابوالقاسم تحریر کی ہے .چنانچہ صاحبِ استیعاب نے ابو راشد ابنِ حفض زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے صحابہ زادوں میں سے چار ایسے افراد یکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تھی. محمد ابنِ حنفیہ محمد ابنِ ابو بکر محمد ابنِ طلحہ محمد ابنِ سعد. اس کے بعد تحریر ہے کہ محمد ابنِ طلحہ کا نام اور کنیت پیغمبر نے رکھی تھی اور واقدی نے لکھا ہے کہ محمد ابنِ ابی بکر کا نام اور کنیت عائشہ نے تجویز کی تھی. بظاہرِ پیغمبر اکرم کا محمد ابنِ طلحہ کے لئے اس نام اور کنیت کو جمع کر دینا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر نے اس کو امیرا لمومنین کے ایک فرزند کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور وہ محمد ابنِ حنفیہ تھے. چنانچہ ابنِ خلکان نے محمد ابنِ حنفیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے .

لیکن ان کی کنیت ابو القاسم اس بنا ئی پر تھی جو کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ و کی خصوصی اجازت تھی کہ آپ نے علی ابنِ ابی طالب سے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا. میں نے اسے اپنا نام اوراپنی کنیت عطا کی ہے اور اس کے بعد میری امت میں سے کسی کے لئے اس کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہ ہو گا .

اس قول کے پیش نظر کیونکریہ صحیح سمجھا جا سکتا ہے کہ پیغمبر نے اس نام اور کنیت کو کسی اور کے لئے بھی جمع کر دیا ہو گا. جب کہ خصوسی اجازت کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور پھر بعض لوگوں نے ابن طلحہ کی کنیت ابوالقاسم کے بجائے ابو سلیمان تحریر کی ہے جس سے ہمارے مسلک کو مزید تائید حاصل ہوتی ہے . یوں ہی محمد ابنِ ابی بکر کی کنیت اگر اس بنائی پر تھی کہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جو فقہائے مدینہ میں سے تھے تو حضرت عائشہ کے یہ کنیت تجویز کرنے کے کیا معنی اور اگر نام کے ساتھ ہی کنیت تجویز کر دی تھی تو بعد میں محمد بن ابی بکر نے اس چیز کو کیونکر گوارا کر

Presented by www.ziaraat.com

لیا ہوگا۔ جب کہ امیرالمومنین کے زیرِ سایہ پرورش پانے کی وجہ سے پیغمبر کا یہ ارشاد ان سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ کہ اکثر لوگوں نے ان کی کنیت ابو عبدالرحمن لکھی ہے جس سے ابو راشد کے قول کو ضعف پہنچتا ہے ۔
ان لوگوں کی کنیت کا ابو القاسم ہونا تو درکنار خود ابن حنفیہ کی بھی یہ کنیت ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ ابن خلکان نے امیرالمومنین علیہ السّلام کے اس فرزند سے کہ جس کے لئے پیغمبر نے یہ خصوصیت قرار دی ہے۔ محمد ابن حنفیہ ہی کو مراد لیا ہے۔ مگر علامہ مامقانی تحریر کرتے ہیں کہ :
اس حدیث کو محمد ابن حنفیہ پر منطبق کرنے میں ابنِ خلکان کو اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ امیر المومنین کے اس فرزند سے مراد کہ جس کے علاوہ کسی اور کے لئے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز نہیں ہے وہ حضرت حجت) ارواحنا فداہ) ہیں نہ محمد ابن حنفیہ اور نہ ان کی کنیت ابوالقاسم ثابت ہے۔ بلکہ اہل سنت نے مراد پیغمبر سے غافل رہنے کی بنائی پر اس سے محمد ابن حنفیہ کو مراد لے لیا ہے ۔
بہر حال محمد ابن حنفیہ صلاح و تقویٰ میں نمایاں زہدو عبادت میں ممتاز، علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے ورثہ وار تھے۔ جمل و صفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک عرب پر بٹھا دی تھی کہ اچھے اچھے شاہزور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے اور امیر المومنین کو بھی ان کی ہمت و شجاعت پر ناز تھا اور ہمیشہ معرکوں میں انہیں آگے آگے رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے کشکول میں تحریر کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب انہیں جنگوں میں پیش پیش رکھتے تھے اور حسن وحسین علیہما السلام کو معرکوں میں پیش قدمی کی اجازت نہ دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ھوولدی وھما ابنا رسول اللہ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ دونوں رسول کے بیٹے ہیں اور جب ایک خارجی نے ابن حنفیہ سے یہ کہا کہ علی تمہیں جنگ کے شعلوں میں دھکیل دیتے تھے اور حسن و حسین علیہ السّلام کو بچالے جاتے تھے تو آپ نے کہا کہ انا یمینہ وھما عینا ہ فھو ید فع عن عینیہ بیمینہ ۔ میں ان کا دست و بازو تھا اور وہ دونوں بمنزلہ آنکھوں کے تھے اور وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ یہ ابنِ حنیفہ کا جواب نہیں بلکہ خود امیرالمومنین کا ارشاد ہے کہ جب جنگِ صفین میں محمد نے شکوہ آمیز لہجے میں آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو میرا ہاتھ ہے اور وہ میری آنکھیں ہیں لہذا ہاتھ کو آنکھوں کی حفاظت کرنا چاہئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیر المومنین نے محمد ابن حنفیہ کو یہ جواب دیا ہو گا اور بعد میں کسی نے محمد ابن حنفیہ سے اس چیز کا ذکر کیا ہو گا تو انہوں نے اس جواب کو پیش کر دیا ہو گا کہ اس سے زیادہ بلیغ جواب ہو نہیں سکتا اور اس جملہ کی بلاغت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ پہلے علی ابن ابی طالب کی زبانِ بلاغت ترجمان ہی سے نکلا ہے کہ جسے بعد میں محمد ابن حنفیہ نے اپنا لیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں روائیتیں صحیح سمجھی جا سکتی ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں۔ بہر صورت آپ عہد ثانی میں پیدا ہوئے اور عبدالملک ابنِ مروان کے دورِ حکومت میں ۵۶ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سنہ وفات بعض نے ۸۰ ئھ اور بعض نے ۸۱ ھ ئی لکھا ہے اور محلِ وفات میں بھی اختلاف ہے ۔ بعض نے مدینہ بعض نے ایلہ اور بعض نے طائف تحریر کیا ہے ۔
جب جنگِ جمل میں محمد ابن حنفیہ کو میدان کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ بیٹا کوہ؛ عزم و ثبات بن کر دشمن کے سامنے اس طرح جم جاؤ کہ تمہیں فوج کے ریلے جنبش نہ دے سکیں اور دانت پیس کر دشمن پر حملہ کرو، کیونکہ دانت پر دانت جما لینے سے سر کے اعصاب میں تناؤ پید اہو جاتا ہے جس سے تلوار کا وار اچٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ غضو اعلی النواجذ فانہ انباللسیوف عن الھام. دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلوار کی دھار سر سے اچٹ جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ بیٹا اپنا سر اللہ کو عاریت دے دو، تاکہ اس حیاتِ فانی کے بدلے حیاتِ باقی حاصل کر سکو. کیونکہ عاریت دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔ لہذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو، اوریوں بھی اگر خیال جان میں اٹکا رہے گا تو مہلکوں میں قدم رکھنے سے ہچکاؤ گے۔ جس سے تمہاری شجاعت پر حرف آئے گا. اور دیکھو اپنے قدموں کو ڈگمگانے نہ دو، کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے اور اکھڑے ہوئے قدم حریف کے قدم جما دیا کرتے ہیں اور آخری صفوں کو اپنا مطمح نظر بناؤ تاکہ دشمن تمہارے عزم کی بلندیوں سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تمہیں آسانی ہو اور ان کی نقل و حرکت بھی تم سے مخفی نہ رہے اور دیکھو ان کی کثرت کو نگاہ میں نہ لانا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس طرح آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھنا کہ ہتھیاروں کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا کروار کر بیٹھے اورا س چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ فتح و کامرانی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان ینصر کم اللہ فلا غالب لکم اگر اللہ نے تمہاری مدد کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا .لہذا مادی اسباب پر بھروسا کرنے کے بجائے اس کی تائید و نصرت کا سہارا ڈھونڈو۔

خطبہ ۱۲

جب خدا وندِ عالم نے آپ کو جمل والوں پر غلبہ عطا کیا تو اس موقعہ پر آپ کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا فلاں

Presented by www.ziaraat.com

بھائی بھی یہاں موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ اللہ نے کیسی آپ کو دشمنوں پر فتح و کامرانی عطا فرمائی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے ؟ اس نے کہا کہ ہاں , تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے اس لشکر میں وہ اشخاص بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کی صلب اور عورتوں کے شکم میں ہیں . عنقریب زمانہ انہیں ظاہر کرے گا اوران سے ایمان کوتقویت پہنچے گی .

شرح خطبہ

اگر کوئی شخص اسباب و ذرائع کے ہوتے ہوئے کسی عملِ خیر میں کوتاہی کر جائے, تو یہ کوتاہی و بے التفاقی اس کی نیت کی کمزوری کی آئینہ دار ہو گی. اگر عمل میںکوئی مانع سد راہ ہو جائے یا زندگی وفا نہ کرے جس کی وجہ سے عمل تشنہ تکمیل رہ جائے تو اس صورت میں انما الا عمال بالنیات کی بنائ پر اللہ اسے اجرو ثواب سے محروم نہ کرے گا. کیونکہ اس کی نیت تو بہر حال عمل کے بجالانے کی تھی , لہذا کسی حد تک وہ ثواب کا مستحق بھی ہو گا .

عمل میں تو ممکن ہے کہ ثواب سے محرومی ہو جائے اس لئے کہ عمل میں ظاہر داری و ریا کاری ہو سکتی ہے . مگر نیت تو دل کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے . اس میں نہ دکھا وا ہو سکتا ہے نہ اس میں ریا کا شائبہ آ سکتا ہے . وہ خلوص و صداقت اور کمال صحت کی جس حد پر ہو گی اسی حد پر رہے گی خواہ عمل کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو سکے بلکہ اگر موقع و محل کے گزر جانے کی وجہ سے نیت و ارادہ کی گنجائش نہ بھی ہو. لیکن دل میں ایک تڑپ اور ولولہ ہو تو انسان اپنے قلبی کیفیات کی بنائ پر اجرو ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور اسی چیز کی طرف امیر المومنین نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے . اگر تمہارے بھائی کو ہم سے محبت تھی , تو وہ ان لوگوں کے ثواب میںشریک ہو گا. جنہوں نے ہماری معیت میںجامِ شہادت پیا ہے .

خطبہ ۳۱

اہل بصرہ کی مذمت میں

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے. وہ بلبلا یا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے. تم پست اخلاق و عہد شکن ہو. تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ تمہاری سر زمین کا پانی تک شور ہے تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانیوالا اپنے پروردگار کی رحمت کو پالینے والا ہے . وہ (آنیوالا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے . جبکہ تمہاری مسجدیوں نمایاں ہو گی . جس طرح کشتی کا سینہ درآنحالیکہ اللہ نے تمہارے شہر پر اس کے او پر اور ا سکے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہو گا. اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہو گا .

)ایک اور روایت میں یوں ہے) خدا کی قسم تمہارا شہر غرق ہو کر رہے گا. اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے اگلے حصے یا سینے کے بھل بیٹے ہوئے شتر مرغ کی طرح گویا مجھے نظر آرہی ہے . (ایک اور روایت میں اس طرح ہے جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ .

)ایک اور روایت میں اس طرح ہے) تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں سے مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبو دار ہے یہ (سمندر کے)

Presented by www.ziaraat.com

پانی سے قریب اورآسمان سے دور ہے . برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آپہنچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا؟ عضو الٰہی! اس کے شریک حال رہا .گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ سیلاب سے اسے اس حد تک دھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ .

شرح خطبہ

ابنِ میثم لکھتے ہیں کہ جب جنگ جمل ختم ہو گئی , تو اس کے تیسرے دن حضرت نے بصرہ جامع میں صبح کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مصلّی کی دائیں جانب دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کے پستی اخلاق اور ان کی سبکی عقل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سونپ کر اونٹ کے پیچھے لگ گئے . اور بیعت کے بعد پیمان شکنی کی اور دورخی کر کے اپنی پست کرداری و بدباطنی کا ثبوت دیا. اس خطبہ میں عورت سے مراد حضرت عائشہ اور چوپائے سے مرا دوہ اونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معرکہ کا رزار جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوا .

اس جنگ کی داغ بیل یوُں پڑی کہ جناب عائشہ باوجودیکہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقعوں پر آئے گی. مگر جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹتے ہوئے عبداللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمان کے بعد علی ابن ابی طالب خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا » لیت ان ھٰذا انطبقت علی ھذہ ان لم الامر لصاحبک ردونی ردونی اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہو گئی ہے تو کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے مجھے اب مکہ ہی کی طرف جانے دو. چنانچہ آپ نے مکہ کی واپسی کا تہیّہ کر لیا اور فرمانے لگیں. » قتل واللہ عثمان مظوما واللہ خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی زمین و آسمان بدلا ہوا دیکھا تو حیرت سے کہا کہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں. آپ تو فرمایا کرتی تھیں. » اقتلوم نعثلا فقد کفر اس نعثل کو قتل کر دو یہ بے دین ہو گیا. آ پ نے فرمایا میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے مگر چھوڑ ان باتوں کو جو میں اب کہہ رہی ہوں وہ سنو. وہ زیادہ بہتر اور زیادہ قابل توجہ ہے .بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دیئے بغیر انہیں قتل بھی کر دیا جاتا ہے. اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے .

فمنک البدائی و منک الغیر و منک الریاح و منک المطر

«آپ ہی نے پہل کی اور آپ ہی نے (مخالفت کے) طوفانِ بادو باراں اٹھائے اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں .

و انت امرت بقتل الامام و قلت لنا انہ قد کفر

«آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں.

Presented by www.ziaraat.com

فھبنا اطعناک فی قتلہ وقاتلہ عندنا من امر

«ہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجا لاتے ہوئے یہ قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا مگر اصلی قاتل تو ہمارے نزدیک وہ ہے جس نے اس کا حکم دیا ہو.

و لم یسقط السقف من فوقنا و لم ینکسف شمسا والقمر

) «سب کچھ ہو گیا مگر) نہ آسمان ہمارے او پر پھٹا, اور نہ چاند سورف کو گہن لگا.

و قد بایع الناس ذا تدرئی یزیل الشبا و یقیم الصغر

«اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی جو قوت و شکوہ سے دشمنوں کو ہنکانے والا ہے. تلواروں کی دھاروں کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور (گردن کشوں کے) بل نکال دیتا ہے .

و یلبس للحرب اتوا بھا   وما من وفی قد غدر

«اور لڑائی کے پورے سازو سامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا غدار کے مانند نہیں ہوا کرتا .

بہر حال جب آپ انتقامی جذبے کو لے کر مکہ پہنچیں, تو حضرت عثمان کو مظلومیت کے چرچے کر کے لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابھارنا شروع کیا. چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ ابن عامر حضرمی نے اس آواز پر لبیک کہی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ کا والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم, سعید ابن عاص اور دوسرے بنی امیہ ہم نوا بن کر اٹھ کھڑے ہوئے . ادھر طلحہ ابنِ عبداللہ اور زبیر ابنِ عوام بھی مدینہ سے مکہ چلے آئے .یمن سے یعلی ابن منبہ جو دورِ عثمان میں وہاں کا حکمران تھا آپہنچا اور بصرہ کا سابق حکمران عبداللہ ابنِ عامر ابن کریز بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے منصوبہ بندی میں لگ گئے جنگ تو بہر حال طے تھی مگر لازم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑرہی تھیں. حضرت عائشہ کی رائے تھے کہ مدینہ ہی کو تاخت و تاراج کا نشانہ بنایا جائے مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہلِ مدینہ سے نپٹنا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہئے آخر بڑی ردوکد اور سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہئے. وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں .چنانچہ عبداللہ ابن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلی ابن منبہ کی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیش کش کے سہارے تین ہزار کی فوج ترتیب دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے . راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ام المومنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا. واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو ساربان سے پوچھ لیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے . اس نے کہا کہ حواب پیغام سنتے ہی پیغمبر کی تنبیہ یاد آ گئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا لیت شعری ایتکن تنجھا کلاب الحواب . کچھ پتہ تو چلے کہ تم میں کون ہے جس پر حوَاب کے کتے بھونکیں گے.   چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازواج کے پردے میں میں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھپکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کیا مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست نے بِگڑے

Presented by www.ziaraat.com

کام کو سنبھال لیا. عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حوأب نہیں. طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشفی کے لئے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوادی. اب جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی, آخر انہی کی جیت ہوئی اور اُم المومنین پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ آگے چل پڑیں .

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی, تو اس میں ام المومنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں. جاریہ ابنِ قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے ام المومنین قتل عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں یہ بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دامنِ عزت و حرمت چاک کر ڈالیں. بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں. مگر جب حوأب کا واقعہ عناں گیر نہ ہو سکا اور قرن فی بیوتکن اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو. کا حکم زنجیر پا نہ بن سکا تو ان آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا . چنانچہ آپ نے سنی ان سنی کر دی .

جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والی بصرہ عثمان ابنِ حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کے لئے بڑھے . جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے , جب دونوں طرف سے اچھی خاسی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرا دیا. اور فریقین اس قرارداد پر صلح کے لئے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام خود آ نہیں جاتے . موجود نظم و نسق میں کوئی ترمیم نہ کیا جائے اور عثمان ابن حنیف اپنے منصب پر بحال رہیں . مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے سارے عہدو پیمان توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شبخون مارا. اور چالیس بے گناہوں کو مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو زدو کوب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حراست میں لیکر بند کر دیا پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے ساتھ بیس آدمی قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تہ تیغ کیا, پھر غلہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سر برآوردہ بزرگ حکیم ابنِ جبلہ تڑپ اٹھے. اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ اس غلہ میں سے کچھ اہلِ شہر کے لئے بھی رہنے دیا جائے آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تم نے ہر طرف خونریزی و غارت گری کا طوفان مچا رکھا ہے اور عثمان ابنِ حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے . خدا کے لئے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ. اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑو کیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ابنِ زبیر نے کہا کہ یہ خونِ عثمان کا بدلہ ہے . آپ نے کہا جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے کیا وہ عثمان کے قاتل تھے خدا کی قسم اگر میرے پاس اعوان و انصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا. جنہیں تم لوگوں نے ناحق مار ڈالا ہے . ابنِ زبیر نے جواب دیا کہ نہ تو ہم اس غلہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابنِ حنیف کو چھوڑا جائے گا. آخر ان دونوں فریق میں لڑائی کی ٹھن گئی. مگر چند آدمی اتنی بڑی فوج سے کیونکر نپٹ سکتے تھے. نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابنِ جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابن حکیم اور ان کے بھائی رعل ابنِ جبلہ اور ان کے قبیلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے. غرضیکہ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی, نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عزت و مال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی .

جب امیر المومنین کو بصرہ کی روانگی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدمی کو روکنے کے لئے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑی

Presented by www.ziaraat.com

ہوئے اس عالم میں کہ ستر بدر میں اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے. جب مقامِ ذی وقار پر پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابنِ یا سر کو کوُفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں. چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کی رخنہ اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار نبرد آزمان کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کی فوج میں ملے گئے. یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیر قیادت ترتیب دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے .دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابو ایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا. اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا. جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے. پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا عَلَم ابو قتادہ ابن ربعی اٹھائے ہوئے تھے. پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوانوں کو جھمگھٹا دکھائی دیا. جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے. چہرے پر خشیت الٰہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے. یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلالِ کبریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں. ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر عمامہ باندھے . بآواز بلند قرآن کی تلاوت کرتا جار ہا تھا یہ حضرت عمارا بن یاسر تھے . پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابنِ سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی , جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھی, یہ عبداللہ ابن عباس تھے. پھر اصحاب پیغمبر کا ایک دستہ آیا جس کے علمبر دار قثم ابن عباس تھے تو پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہِ کثیر نظر آیا .جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جا رہے تھے اور رنگا رنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے. ان میں ایک بلند و بالا علم امتیازی شان لئے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے جلال و عظمت کے پہروں میں ایک سوار دکھائی دیا. جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں, اور ہیبت ووقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا. یہ اسداللہ الغالب علی ابن ابی طالب تھے جن کے دائیں بائیں حسن اور حسین علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد ابن حنفیہ پرچم فتح و اقبال لئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پیچھے جوانانِ بنی ہاشم , اصحابِ بدر اور عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب تھے. جب یہ لشکر مقام زاویہ پر پہنچا تو امیر المومنین گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر رخسار رکھ دیئے. اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پر یہ الفاظ تھے. اے آسمان و زمین اور عرشِ بریں کے پرور دگار! یہ بصرہ ہے اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ .

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدانِ جمل میں اُتر پڑے کہ جہاں حریف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے. حضرت نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ لڑائی میں پہل کرے .یہ فرما کر فوجِ مخالف کے سامنے آئے اور طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم عائشہ سے خدا اور رسول کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خونِ عثمان سے بری الذمہ نہیں ہوں اور جو کچھ تم ان کے متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا اور کیا میں نے تم کو بیعت کے لیے مجبور کیا تھا یا تم نے خود اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ تو ان باتوں پر چراغ پا ہونے لگے مگر زبیر نرم پڑ گئے, اور حضرت اس گفتگو کے بعد پلٹ

Presented by www.ziaraat.com

آئے اور مسلم مجاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا. تاکہ انہیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں. مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی ضد پر رکھ لیا اور اس مردِ با خدا کا جسم چھلنی کر دیا. پھر عمار یا سر تشریف لے گئے تاکہ انہیں سمجھائیں بھجائیں اور جنگ کے نتائج سے آگاہ کریں. مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا. ابھی تک امیرالمومنینعلیہ السّلام نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے. آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیرا لمومنین کی فوج میں بوکھلاہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپ کے سامنے آئے اور کہا کہ یا امیر المومنین آپ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھلنی کئے جا رہے تھے. بھلا کب تک ہم اپنے سینوں کو خاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے. اس موقعہ پر حضرت کے تیور بدلے, مگر ضبط وحلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ و سلاح اُٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ زبیر کہاں ہے . پہلے تو زبیر سامنے آنے سے ہچکچائے. مگر جب دیکھا کہ امیر المومنین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے. حضرت نے فرمایا کیوں اے زبیر تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسول نے تم سے کہا تھا کہ ٠ اے زبیر تم علی سے ایک دن جنگ کرو گے اور ظلم و زیادتی تمہاری طرف سے ہو گی. زبیر نے کہا کہ ہاں فرمایا تھا, تو آپ نے کہا پھر کیوں آئے ہو? انہوں نے کہا کہ ذہن سے اُتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آگیا ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا. فرمایا اچھا اب تو یاد آگیا ہے. انہوں نے کہا کہ ہاں اور یہ کہہ کر وہ سیدھے ام المومنین کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میں تو واپس جارہا ہوں ام المومنین نے کہا کہ اس کی وجہ? کہا ابوالحسن نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی ہے. میں بے راہ ہو چکا تھا مگر اب راہ پر آگیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابنِ ابی طالب سے نہیں لڑوں گا. اُم المومنین نے کہا کہ تم اولادِ عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے ہو. انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر باگیں موڑ لیں. بہر صورت یہی غنیمت ہے کہ ارشاد پیغمبر کا کچھ تو پاس و لحاظ کیا ورنہ مقامِ جواب پر تو رسول کی بات یاد آجانے کے باوجود وقتی تاثر کے علاوہ کوئی دیرپا اثر نہیں لیا گیا تھا. بہر حال جب امیرالمومنین اس گفتگو کے بعد پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ دشمنوں نے فوج کے داہنے اور بائیں حصّے پر حملہ کر دیا ہے. حضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ بس اب حجت تمام ہو چکی ہے. میرے بیٹے محمد کو بلاؤ, وہ حاضر ہوئے تو فرمایا بیٹا اب حملہ کردو محمد نے سر جھکاےا اور علم لے کر مےدان کی طرف بڑھے مگر تےراس کثرت سے آ رہے تھے کہ ٹھک کر رک گئے امےرالمومنےن نے یہ دیکھا تو پکار کر کہا کہ محمد آگے کیوں نہیں بڑھتے. کہا کہ بابا تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ بھی ہو, بس اتنا توقف فرمائے کہ تیروں کا ذرا زور تھم جائے. فرمایا کہ نہیں تیروں اور سنانوں کے اندر گھس کر حملہ کرو. ابنِ حنفیہ کچھ آگے بڑھے. مگر تیر اندازوں نے اس طرح گھیرا ڈالا کہ قدم روک لینے پڑے. یہ دیکھ کر امیرالموومنینعلیہ السّلام کی جبین پر شکن آئی اور آگے بڑھ کر تلوار کا دستہ محمد کی پشت پر مارا اور فرمایا: ٠یہ مادری رگ کا اثر ہے .اور یہ کہہ کر علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور آستینوں کو چڑھا کر اس طرح حملہ کیا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فوج دشمن میں تہلکہ مچ گیا جس صف کی طرف مڑے وہی صف خالی تھی اور دھر کا رُخ کیا لاشے تڑپتے ہوئے اور سر گھوڑے کے سموں سے لنڈھکتے ہوئے نظر آتے تھے.جب صفوں کو تہ و بالا کر کے پھر اپنے

Presented by www.ziaraat.com

مرکز کی طرف پلٹ آئے تو ابنِ حنفیہ سے فرمایا کہ دیکھو بیٹا اس طرح سے جنگ کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر پھر علم انہیں دیا۔ فرمایا کہ اب بڑھو، محمد انصار کا ایک دستہ لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ دشمن بھی نیزے ہلاتے ہوئے اور برچھیاں تولتے ہوئے آگے نکل آئے مگر شیر دل باپ کے جرّی بیٹے نے سب پرے الٹ دیئے اور دوسرے جانباز مجاہدوں نے بھی میدانِ کارزار کو لالہ زار بنا دیا اور کشتوں کے ڈھیر لگا دئیے ۔

ادھر سے بھی جاں نثاری کا حق پوری طرح ادا کیا جا رہا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں۔ مگر اونٹ کے گرد پروانہ وار جان دیتے رہے اور بنی ضبہ کی تو یہ حالت تھی کہ اونت کی نکیل تھامنے پر ہاتھ کہنیوں سے کٹ رہے تھے اور سینے چھد رہے تھے۔ مگر زبانوں پر موت کا ترانہ گونجتا تھا۔الموت احلی عند نا من العسل ۔------نحن بنی ضبۃاصحاب الجمل

۔ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ہم ہیں جو بنوں ضبتہ اونٹ کے رکھوالئے ۔

نحن بنوالموت اذا الموت نزل ننعی ابن عقان باطراف الاسل

۔ہم موت کے بیٹے ہیں جب موت آئے ہم ابنِ عقان کی کہانی نیزوں کی زبانی سناتے ہیں ۔

ردو اعلےنا شےخنا ثم بجل

۔ہمیں ہمارا سردار واپس پلٹا دو (ویسے کا ویسا) اور بس ۔

ان بنی ضبہ کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جسے مدائنی نے بیان کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا اس نے بتایا کہ میں جمل کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک زخمی نظر آیا جو کبھی سر اٹھا تا تھا اور کبھی زمین پر دے مارتا تھا۔ میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے۔

لقد اوردتنا حومۃالموت امنا فلم تنصرف الاونحن ردائی

۔ہماری ماں نے ہمیں موت کے گھرے پانی میں دھکیل دیا اور اس وقت تک پلٹنے کا نام نہ لیا جب تک ہم جھک کر سیراب نہ ہوئیے۔ ۔

اطعنا بنی تےم لشقوۃجدنا وما تےم الا اعبدو امائی

۔ہم نے شومیِ قسمت سے بنی تیم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد غلام اور ان کی عورتیں کنیزیں ہیں ۔

میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کون سا موقع ہے۔ اللہ کو یاد کرو اور کلمہ شہادت پڑھو، یہ کہنا تھا کہ اُس نے مجھے غصہ کی نظروں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈر جاؤں اور اب بے صبری کا مظاہرہ کروں یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سننا مناسب نہ سمجھا اور پلٹنے کا ارادہ کیا ۔جب اُس نے جانے کے لیئے مجھے آمادہ پایا تو کہا کہ ٹھہرو تمہاری خاطر اسے پڑھ لیتا ہوں۔ لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اُسے کلمہ پڑھانے کے لیے قریب ہوا تو اس نے کہا اور قریب آؤ میں اور قریب ہوا تو اس نے میرا کان دانتوں میں دبا لیا اور

Presented by www.ziaraat.com

اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اُسے جڑ سے نہ کاٹ لیا. میں نے سوچا کہ اس مرتے ہوئے پر کیا ہاتھ اٹھاؤں اسے لعن طعن کرتا ہوا پلٹنے کے لیے تیار ہوا تو اس نے کہا کہ ایک بات اور سن لو. میں نے کہا کہ وہ بھی سنا لو تاکہ تمہیں کوئی حسرت نہ رہ جائے. اس نے کہا کہ جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمرو ابن ہلب ضبی نے کہ جو ایک ایسی عورت کے بھّرے میں آ گیا تھا جو امیرالمومنین بننا چاہتی تھی. بہر صورت جب تلواروں کی کوندتی ہوئی بجلیوں نے ہزاروں کے خرمنِ ہستی کو بھسم کر دیا اور بنی ازدو بنی ضبہ کے سینکڑوں آدمی نکیل پکڑنے پر کٹ مرے تو حضرت نے فرمایا ۰اس اعقروالجمل فانه شیطان ,,اونٹ کو پے کرو. یہ شیطان ہے ۰ اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں آنے لگیں. جب اونٹ کے قریب پہنچے تو اشتر نخعی سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو اسے پے کرو. چنانچہ اشتر نے ایسا بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہوا سینہ کے بل زمین پر گرا, اور اونٹ کا گرنا تھا کہ فوجِ مخالف میں بھگدڑ مچ گئی اور جنابِ عائشہ کا ہووج یکہ و تنہا رہ گیا .اصحابِ امیرالمومنینعلیہ السّلام نے بڑھ کر سنبھالا اور محمد ابنِ ابی بکر نے امیرا لمومنینعلیہ السّلام کے حکم سے حضرت عائشہ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پر پہنچا دیا. ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۶ ھئ کو یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہوا اور اسی دن شام کو ختم ہو گیا. اس میں امیرالمومنین کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے سترہ ہزار, ایک ہزار ستر اور دوسری روائت کی بنا پر پانچ سو افراد شہید ہوئے اور ام المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے سترۃ ہزار, دوسرے قول کی بنا پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبر کے اس ارشاد کی پوری تصدیق ہو گئی کہ ۰,,لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ ۰وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی, جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو ۰

ابنِ ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام کی اس پیشین گوئی کے مطابق بصرہ دو دفعہ غرقاب ہوا. ایک دفعہ قادر باللہ کے دور میں اور ایک دفعہ قائم بامراللہ کے عہد میں اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیر آب تھا اور مسجد کے کنگرے جیسے کوئی پرندہ سینہ ٹیکے بیٹھا ہو.

خطبہ ۱۴

یہ بھی اہلِ بصرہ کی مذمت میں ہے.

تمہاری زمین (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے. تمہاری عقلیں سبک اور دانائیاں خام ہیں تم ہر تیر انداز کا نشانہ. ہر کھانے والے کا لقمہ اور ہر شکاری کی صید افگنیوں کا شکار ہو.

خطبہ ۱۵

حضرت عثمان کی عطا کردہ جاگیریں جب مسلمانوں کو پلٹا دیں , تو فرمایا.

خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہوتا تو اسے بھی

Presented by www.ziaraat.com

واپس پلٹا لیتا. چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اُسے ظلم کی صورت میں اورزیادہ تنگی محسوس ہو گی.

خطبہ ۱۶

جب مدینہ میں آپ کی بیعت ہوئی تو فرمایا:.

میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں. جس شخص کو اس کے دیدہئی عبرت نے گذشتہ عقوبتیں واضح طور سے دکھا دی ہوں, اسے تقویٰ شبہات میں اندھا دھند کودنے سے روک لیتا ہے. تمہیں جاننا چاہیے کہ تمہارے لیے وہی ابتلا آت پھرپلٹ آئے ہیں, جو رسول کی بعثت کے وقت تھے. اس ذات کی قسم جس نے رسول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا. تم بری طرح تہ و بالا کیے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح غلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے ہنڈیا) یہاں تک کہ تمہارے ادنیٰ اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے و ہ پیچھے چلے جائیں گے. خدا کی قسم میں نے کوئی بات پرد ے میں نہیں رکھی, نہ کبھی کذب بیانی سے کام لیا. مجھے اس مقام اور اس دن کی پہلے ہی سے خبر دی جاچکی ہے .معلوم ہونا چاہیے کہ گناہ اس سرکش گھوڑوں کے مانند ہیں جن پر ان کے سواروں کو سوار کر دیا گیا ہو اور باگیں بھی ان کی اتار دی گئی ہوں اور وہ لے جا کر انہیں دوزخ میں پھاند پڑیں اور تقویٰ رام کی ہوئی. سواریوں کے مانند ہے جن پر ان کے سواروں کو سوار کیا گیا ہو. اس طرح کہ باگیں ان کے ہاتھ میں دےدی گئی ہوں اور وہ انہیں (باطمینان (لے جا کر جنت میں اتار دیں. ایک حق ہوتا ہے اور ایک باطل اور کچھ حق والے ہوتے ہیں , کچھ باطل والے. اب اگر باطل زیادہ ہو گیا تو یہ پہلے بھی بہت ہوتا رہا ہے اور اگر حق کم ہو گیا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد باطل پر چھا جائے. اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے. علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس مختصر سے کلام میں واقعی خوبیوں کے اتنے مقام ہیں کہ احساس خوبی کا اس کے تمام گوشوں کو پا نہیں سکتا اور اس کلام سے حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے زیادہ ہوتا ہے. اس حالت کے باوجود جو ہم نے بیان کی ہے اس میں فصا حت کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ جن کے کرنے کا یارا نہیں . نہ کوئی انسان اس کی عمیق گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے. میری اس بات کو وہی جان سکتا ہے جس نے اس فن کا پورا پورا ح ادا کیا ہو, اور اس کے رگ و ریشہ سے واقف ہو اور جاننے والوں کے سوا کوئی ان کو نہیں سمجھ سکتا.

اسی خطبے کا ایک حصہ یہ ہے.

جس کے پیشِ نظر دوزخ و جنت ہو, اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتی, جو تیز قدم دوڑنے والا ہے, وہنجاتیافتہ ہےاور جو بلب گارہو, مگر سست رفتار اُسے بھی توقع ہو سکتی ہے. مگر جو (ارادۃ) کو تاہی کرنے والا ہو, اُسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے.دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے. اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب اور نبوت کے آثار ہیں. اسی سے شریعت کا نفاذ و اجرائی ہوا . اور اسی کی طرف) آخر کار بازگشت ہے جس نے (غلط) ادعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افترائی باندھا , وہ ناکام و نامراد رہا جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے. تباہ ہو جاتا ہے اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدرو منزلت کو نہ پہچانے وہ اصل و اساس , جو تقویٰ پر ہو, برباد نہیں ہوتی , اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی. تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو, توبہ تمہارے عقب میں ہے. حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا برا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے.

شرح خطبہ

بعض نسخوں میں من ابدی صفحتہ للحق ھلک کے بعد » عند جھلۃ الناس بھی مرقوم ہے . اس بنائی پر اس جملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ جو حق کی خاطر کھڑا ہو وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ برباد ہوتا ہے.

عظمت و جلالِ الٰہی سے دل و دماغ کے متاثر ہونے کا نام تقویٰ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی روح خوف و خشیت الٰہی سے معمور ہو جاتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت و ریاضت میں سر گرمی پیدا ہو جاتی ہے. ناممکن ہے کہ دل میں اس کا خوف بسا ہو اور اس کا اظہار انسان کے افعال و اعمال سے نہ ہو اور عبادت و نیاز مندی سے چونکہ نفس کی اصلاح اور روح کی تربیت ہوتی ہے . لہذا جوں جوں عبادت میں اضافہ ہوتا ہے . نفس کی پاکیزگی بڑھتی جاتی ہے . اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ کا اطلاق کبھی خوف و خشیت پر کبھی بندگی اور نیاز مندی پر اور کبھی پاکیزگی قلب و روح پر ہوا کرتا ہے . چنانچہ فا یای فاتقون میں تقویٰ سے مراد خوف ہے اور اتقو اللہ حق تقاتہٖ میں تقویٰ سے مراد عبادت و بندگی ہے اور من بخش اللہ و بنتقہ فاؤلٰءِک ھم الفائزون میں تقویٰ سے مراد پاکیزگی نفس طہارتِ قلب ہے .

احادیث میں تقویٰ کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں. پہلا درجہ یہ کہ انسان واجبات کی پابندی اور محرمات سے کنارہ کشی کرے . دوسرا درجہ یہ ہے کہ مستحبات کی بھی پابندی کرے اور مکروہات سے بھی دامن بچا کر رہے. تیسرا درجہ یہ ہے کہ شبہات میں

Presented by www.ziaraat.com

مبتلا ہونے کے اندیشہ سے حلال چیزوں سے بھی ہاتھ اٹھالے. پہلا درجہ عوام کا, دوسرا درجہ خواص کا اور تیسرا درجہ خاص الخواص کا ہے. چنانچہ خدا وندِ عالم نے ان تینوں درجوں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا.
لیس علی اللذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنواو عملوا الصلحت ثم اتقوا و امنوا ثم اتقوا و احسنوا واللہ یحب المحسنین
جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اعمال بجا لائے ان پر جو وہ (پہلے) کھاپی چکے ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں. جب انہوں نے پرہیز گاری اختیار کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کئے, پھر پرہیز گاری کی اور ایمان لے آئے پھر پرہیز گاری کی اور اچھے کام کئے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے.
امیر المومنین فرماتے ہیں کہ اسی عمل کے لئے جماؤ ہے. جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اور وہی کشتِ عمل پھلے پھولے گی. جسے تقویٰ کے پانی سے سینچا گیا ہو, کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں احساسِ عبودیت کا رفرما ہو, جیسا کہ اللہ سبحانہ, کا ارشاد ہے: افمن اسس بنیانہ علی تقویٰ من اللہ ورضوان خیرام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھارف نہاربیہ فی نارجھنم. کیا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی, وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیادہ ایک گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ جو اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے.
چنانچہ ہر وہ اعتقاد جس کی اساس علم ویقین پر نہ ہو ,اس عمارت کے مانند ہے جو بغیر بنیاد کے کھڑی کی گئی ہو. جس میں ثبات و قرار نہیں ہو سکتا اور ہر وہ عمل جو بغیر تقویٰ کے ہو, اس کھیتی کے مانند ہے جو آبیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے سُوکھ جائے.

خطبہ ۱۷

ان لوگوں کے بارے میں جو امت کے فیصلے چکانے کے لئے مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے.
تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں. ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو (یعنی اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے. وہ اپنے ہوا خواہوں کے لئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے. وہ تمام ان لوگوں کے لئے جو اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں, گمراہ کرنے والا ہے. وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کو (ادھر ادھر سے) بٹور لیا ہے. وہ امت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے. چند انسانی شکل و صورت سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اسے عالم کا لقب دے رکھا ہے. حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی (بے سود) باتوں کے سمیٹنے کے لئے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے. یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لا یعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے اگر کوئی الجھا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اس کے لئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس یقین پر بھی کر لیتا ہے. اس طرح و شبہات کے الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے. جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر. وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط. اگر صحیح بات بھی کہی ہو, تو اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو. اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو, وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے. نہ اس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس کی تہ تک پہنچا. وہ روایات کو اس طرح درہم و برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو. خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اسے سے پوچھے جاتے ہیں. اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابلِ اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے. اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے, کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے. (ناحق بہائے ہوئے) خون اس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں. اللہ ہی سے شکوہ ہے ان لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مرجاتے ہیں. ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب کہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں. اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے. ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں.
امیرا لمومنین نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے. ایک وہ جو سرے سے اصول عقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشرو اشاعت میں لگے رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو قرآن و سنت کر پسِ پشت ڈال کر اپنے قیاس ورائے سے احکام گھڑ لیتے ہیں اور اپنے مقلدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کی گمراہی و کجروی صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہتی. بلکہ ان کی ضلالت کا بوایا ہوا بیج برگ و بار ملاتا ہے. اور ایک تنا و شجر کی صورت اختیار کر کے گمراہوں کو ہمیشہ اپنے سایہ میں پناہ دیتا رہتا ہے اور یہ گمراہی بڑھتی ہی رہتی ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

چونکہ اس گمراہی کے اصل بانی یہی لوگ ہوتے ہیں. اس لئے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی انہی کے سر لاد اجائے گا. چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے . ولیحلن اثقالھم و اثقا لا مع اثقالھم . یہ لوگ اپنے (گناہوں) کا بوجھ تویقینا اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا ہے) ان کے بوجھ بھی انہیں اٹھا نا پڑیں گے.

خطبہ ۸۱

فتاویٰ میں علمائی کے مختلف الآرا ہونے کی مذمت میں فرمایا :

جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے . پھروہی مسئلہ بعینہٖ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تووہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے .

حالانکہ ان کا اللہ ایک , نبی ایک اور کتاب ایک ہے .(انہیں غور تو کرنا چاہیئے (کیا اللہ نے انہیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کے حکم بجا لاتے ہیں یا اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نا فرمانی کرنا چاہتے ہیں . یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑا دیا تھا اور ا ن سے تکمیل کے لئے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند ہوا تھا یا یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو, اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضا مند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسول نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی. اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں. چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا , تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے . نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں . ظلمت) جہالت) کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے .

شرح خطبہ

یہ مسئلہ محل نزاع ہے کہ جس چیز پر شرع کی رو سے قطعی دلیل قائم نہ ہو. آیا واقع میں اس کا کوئی حکم ہوتا بھی ہے یا نہیں ابو الحسن اشعری اورا نکے استاد ابو علی جبائی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لئے کوئی حکم تجویز ہی نہیں کیا بلکہ ایسے موارد میں تشریح و حکم کا اختیار مجتہدین کو سونپ دیا ہے کہ وہ اپنی صوبدید سے جسے حرام ٹھہرالیں اسے واقعی حرام قرار دے دیا جائے گا. اور جسے حلال کر دیں, اسے واقعی حلال سمجھ لیا جائے گا اور اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ تو پڑھ جتنی ان کی رائے ہوں گی اتنے احکام بنتے چلے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا نقطہ نگاہ حکم واقعی کا ترجمان ہو گا. مثلاً اگر ایک مجتہد کی رائے یہ ٹھہری کہ نبیذ حرام ہے اور دوسرے مجتہد کی رائے یہ ہوئی کہ نبیذ حلال ہے تو وہ واقع میں حلال بھی ہو گی اور حرام بھی. یعنی جو اسے حرام سمجھے اس کے لئے پینا ناجائز ہے اور جو حلال سمجھ کر پیئے اس کے لئے پینا جائز ہے . چنانچہ شہرستانی اس تصویب کے متعلق تحریر کرتے ہیں .

اصولیین کا ایک گروہ اس کے قائل ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد کیا جاتا ہے , ان کے لئے جواز و عدم جواز اور حلال و حرام کے اعتبار سے کوئی طے شدہ حکم نہیں ہوتا, بلکہ جو مجتہد کی رائے ہوتی ہے , وہی خدا کا حکم ہوتا ہے . کیوں کہ حکم کا قرار پانا ہی اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی مجتہد کے نظریئے سے طے ہو . اگر یہ چیز نہ ہو گی تو حکم بھی ثابت نہ ہو گا. اور اس مسلک کی بنائی پر ہر مجتہد اپنی رائے میں درست ہو گا.

اس صورت میں مجتہد کو خطا سے اس لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے کہ خطا تو وہاں متصور ہوا کرتی ہے . جہاں کوئی قدم واقع کے خلاف اٹھے اور جہاں کوئی واقع ہی نہ ہو وہاں خطا کے کیا معنی اس کے علاوہ اس صورت میں بھی مجتہد سے خطا کا امکان نہ ہو گا کہ جب یہ نظریہ قائم کر لیا جائے کہ مجتہدین کی آئندہ جتنی رائے ہونے والی تھیں اللہ نے ان سے باخبر ہونے کی بنا پر پہلے ہی سے اتنے احکام بنا رکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہر رائے حکم ِواقعی کے مطابق ہی پڑتی ہے یا یہ کہ اس نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ مجتہدین کی رایوں کو ان طے شدہ احکام سے باہر نہ ہونے دے گا یا کہ برسبیل ِاتفاق ان میں سے ہر ایک کی رائے ان احکام میں سے کسی ایک نہ ایک حکم سے بہر صورت موافقت کر ے گی .

لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آرائی کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لئے واقع میں متعدد احکامات بنائے ہیں . البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش و تفحص کے بعد جو نظریہ ا س کا قرار پاتا ہے . اس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے اور اس کے مقلدین کے لئے کفایت کر جاتا ہے . لیکن اس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے جو حکم ِواقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکم ِواقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پاتا ہے . کیونکہ اس نے اس دریائے نا پیدا کنار میں غوطہ لگانے اور کی تہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی . مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِ شاہوار کے بجائے خالی صدف ہی اس کے ہاتھ لگے . لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے . یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اس کی محنت اکارت جائے اور نہ اس کی ہمت ٹوٹنے پائے. اگر اس تصویب کے اصول کو مان لیا جائے تو پھر ہر فتویٰ کو درست اور ہر قول کو صحیح ماننا پڑے گا. جیسا کہ میبذی نے فواتح میں لکھا ہے .

Presented by www.ziaraat.com

«حق دریں مسئلہ مذہب اشعری است پس تواند بود کہ مذاہب متناقصہ ہمہ حق باشند زنہار درشانِ علمائی گمان بد مبرو زبان بطعن ایشاں مکشا.

جب متضاد نظرئیے اور مختلف فتوے تک صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں تو حیرت ہے کہ بعض نمایاں افراد کے اقدامات کو خطائے اجتہادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے. جب کہ مجتہد کے لئے خطا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا. اگر عقیدہ تصویب صحیح ہے تو امیر شام اور ام المومنین کے اقدامات درست ماننا پڑیں گے اور اگر ان کے اقدامات غلط سمجھے جاتے ہیں تو تسلیم کیجئے کہ اجتہاد ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے اور تصویب کا عقیدہ غلط ہے اور یہ اپنے مقام پر طے ہوتا رہے گا کہ ام المومنین کے اجتہاد میں انوثیت تو سدِ راہ نہیں ہوتی یا امیر شام کا یہ اجتہاد تھا یا کچھ اور. بہر صورت یہ تصویب کا عقیدہ خطاؤں کو چھپانے اور غلطیوں پر حکمِ الٰہی کی نقاب ڈالنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ نہ مقصد برآریوں میں روک پیدا ہو, اور نہ من مانی کاروائیوں کے خلاف کوئی زبان کھولے سکے.امیر المومنین نے اس خطبہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الٰہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس و رائے کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئے مارتے رہتے ہیں اور دین کو افکار و آرا کی آماجگاہ بنا کر نت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں اور اپنے جی سے احکام گڑھ کر اختلافات کے شاخسانے چھوڑتے رہتے ہیں اور پھر تصویب کی بنائی پر تمام مختلف و متضاد احکام کو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں. گویا ان کا ہر حکم وحی الٰہی کا ترجمان کہ نہ ان کا کوئی حکم غلط ہو سکتا ہے اور نہ کسی موقعہ پر وہ ٹھوکر کھا سکتے ہیں .چنانچہ حضرت اس مسلک کے رود میں فرماتے ہیں کہ

جب اللہ ایک , کتاب ایک اور رسول ایک ہے , تو پھر دین بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور جب دین ایک ہے تو ایک ہی چیز کے لئے مختلف و متضاد احکام کیونکر ہو سکتے ہیں. کیونکہ حکم تضاد اس صورت میں ہوا کرتا ہے کہ جب حکم دینے والا پہلا حکم بھول چکا ہو, یا اس پر غفلت یا مدہوشی طاری ہو گئی ہو, ابا جان بوجھ کر ان بھول بھلیوں میں رکھنا چاہتا ہو اور اللہ و رسول ان چیزوں سے بلند تر ہیں. لہذا س اختلاف کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا. بلکہ یہ اختلافات ان لوگوں کے خیالات و آرائی کا نتیجہ ہیں کہ جنھوں نے قیاس آرائیوں سے دین کے نقوش کو مسخ کرنے کا تہہ کر لیاتھا .

)۲) اللہ نے یا تو ان اختلافات سے منع کیا ہو گا یا اختلاف پیدا کرنے کا حکم دیا ہو گا. اگر حکم دیا ہے تو وہ کہاں اور کس مقام پر ہے اور ممانعت کو سننا چاہو تو قرآن کہتا قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ان کو کہو کہ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی ہے یا تم اللہ پر افترائی کرتے ہو. » یعنی ہر وہ چیز جو بحکم خدا نہ ہو وہ افترا ہے اور افتراع ممنوع و حرام ہے اور افترا پردازوں کے لئے عقبیٰ میں نہ تو زو کامرانی ہے نہ فلاح و بہبود,چنانچہ ارشادِ قدرت ہے .:

جو تمہاری زبانوں پر جھوٹی باتیں چڑھی ہوئی ہیں. انہیں کہا نہ کرو اور نہ اپنی طرف سے حکم لگا یا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے لگو اور جو افترا پردازیاں کرتے ہیں وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنا ر نہ ہوں گے .

اگر اللہ ہی نے دین کو نا تمام رکھاہے تو ادھورا چھوڑنے کی یہ وجہ ہو گی کہ اس نے اپنے بندوں سے یہ چاہا ہو گا کہ وہ شریعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور شریعت سازی میں اس کے شریک ہوں تو یہ عقیدہ سرا سر شرک ہے .

اگر اس نے دین کو مکمل اتارا ہے تو پھر پیغمبر نے اس کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہو گی تاکہ دوسروں کے لئے اس میں قیاس و رائے کی گنجائش رہے تو معاذ اللہ یہ پیغمبر کی کمزوری اور انتخاب ِقدرت پر بد نما دھبہ ہو گا .

اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایاہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اٹھا نہیں رکھا ور ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیاہے تو پڑھ قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا ہو شریعت سے باہر ہو گا اور اس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن و سنت پر ہو گی. بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہو گا. جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جا سکتا .

قرآن دین کا مبنیٰ و ماخذ اور احکامِ شریعت کا سرچشمہ ہے . اگر احکامِ شریعت مختلف اور جُدا جدا ہوتے تو پھر اس میں بھی اختلاف ہونا چاہئے تھا اور اس میں اختلاف ہوتا تو یہ اللہ کا کلام نہ رہتا اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر شریعت کے احکام مختلف ہو ہی نہیں سکتے مختلف و متضاد نظریوں کو صحیح سمجھ لیا جائے اور قیاسی فتوؤں کو اس کا حکم قرار دے دیا جائے.

خطبہ ۹۱

امیر المومنین علیہ السلام منبرِ کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اشعث ابنِ قیس نے آپ کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یا امیر المومنین یہ بات تو آپ کے حق میں نہیں بلکہ آپ کے خلاف پڑتی ہے . تو حضرت نے اسے نگاۃِ غضب سے دیکھا اور فرمایا:.

تجھے کیا معلوم کہ کون سی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف جاتی ہے. تجھ پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت کرنے والوں کوئی جو لاہے کا بیٹا جو لاہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے . تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ

Presented by www.ziaraat.com

مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا .لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا اور جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت کا بلاوا دے, وہ اسی قابل ہے کہ قریبی اس سے نفرت کریں اور دور والے بھی اس پر بھروسہ نہ کریں .

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا .رہا حضرت کا یہ ارشاد کہ جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے, تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد ابنِ ولید کے مقابلہ میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور ان سے چال چلی تھی. یہاں تک کہ خالد نے ان پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اس کا لقب عرف النار رکھ دیا اور یہ ان کے محاورہ میں غدار کے لئے بولا جاتا ہے .

اشعث ابنِ قیس کندی

اس کا اصل نام معد یکرب اور کنیت ابو محمد ہے . مگر اپنے بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعث(پراگندہ مُو) کے لقب سے زیادہ مشہور ہے . جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سمیت مکہ آیا تو پیغمبر نے اسے اور اسکے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی . لیکن یہ سب منہ موڑ کر چلتے ہوئے . اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا. اور جب ہجرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرچم لہرانے لگا اور اطراف و جوانب کے وفد جوق در جوق مدینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبر کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا. صاحبِ استیعاب لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا تو پھر کے اسلام قبول کیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دکھاوے کا تھا. چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے حاشیہ نہج البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ

جس طرح عبداللہ ابنِ ابی ابنِ سلول اصحابِ رسول میں تھا. ویسا ہی اشعث علی ابنِ ابی طالب کی جماعت میں تھا اور یہ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے .

جنگِ یرموک میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی. چنانچہ قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ بنتِ ابی قحافہ جو پہلے ایک ازوی کے نکاح میں اور پھر تیم دارمی کے عقد میں تھیں. تیسری دفعہ اسی اشعث سے بیاہی گئیں . جن سے تین لڑکے محمد , اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے . کتبِ رجال میں لکھا ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں ابن ابی الحدید نے ابو الفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل امیر المومنین کی سازش میں برابر کا شریک تھا .

شبِ ضرب ابن ملجم اشعث ابنِ قیس کے پاس آیا اور دونوں علٰیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے . کہ اُدھر سے حجر ابن عدی کا گزر ہوا ,تو انہوں نے سنا کہ اشعث ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ بس اب جلدی کرو, ورنہ پو پھوٹ کر تمہیں رسوا کر دے گی. حجر نے یہ سنا تو اشعث سے کہا کہ اے کانے تو علی کے قتل کا سروسامان کر رہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابن ابی طالب کی طرف گئے. مگر جب امیر المومنین علیہ السّلام کو نہ پا کر پلٹے تو ابنِ ملجم اپنا کام کر چکا تھا , اور لوگ کہہ رہے تھے

Presented by www.ziaraat.com

که امیر المومنین قتل کر دیئے گئے .

اس کی بیٹی جعدہ نے حضرت امام حسن علیہ السّلام کوزہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا. چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ .:

آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے آپ کو زہر دیا اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقہ سے حسن کو زہر دے دو. تو میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تمہارا عقد کر دوں گا.

اس کا بیٹا محمد ابن اشعث کوفہ میں حضرت مسلم کو فریب دینے اور کربلا میں خون سید الشہدا بہانے میں شریک تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود بخاری, مسلم, ابو داؤد , ترمذی , نسائی اور ابنِ ماجہ کے راویانِ حدیث میں سے ہے .

جنگِ نہروان کے بعد مسجد کوفہ میں تحکیم کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں حضرت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیرالمومنین آپ نے پہلے تو ہمیں اس تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا ہمیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی. حضرت نے یہ سن کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا ھذا جزائی من ترک العقدۃ جو ٹھوس رائے کو چھوڑدیتا ہے . اسے ایسا ہی خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے . یعنی یہ تمہارے کرتوت کا پھل ہے جو تم نے حزم و احتیاط کا دامن چھوڑ کر تحکیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا. مگر اشعث اس سے یہ سمجھا کہ حضرت اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ میری یہ حیرانی و سرگردانی تحکیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے . لہذا بول اٹھا کریا امیرالمومنین اس سے تو آپ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے جس پر حضرت نے بگڑ کر فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کون سی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف پڑتی ہے . تم جو لاہے اور جولاہے کے بیٹے اور کافر کی گود میں پروان چڑھنے والے منافق ہو. تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی لعنت ہو .شارحین نے امیرالمومنین کے اشعث کو حائک (جولاہا) کہنے کی چند وجہیں لکھی ہیں. پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور اس کا باپ اپنے اکثر اہلِ وطن کی طرح کپڑا بننے کا دھند ا کرتے تھے. اس لئے اس کے پیشہ کی پستی و دنایت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اسے جولاہا کہا ہے یوں تو یمنیوں کے پیشے اور بھی کئی تھے. مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا تھا چنانچہ خالد ابنِ صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کراتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے .

میں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کپڑابننے والے , چمڑا رنگنے والے, بندر نچانے والے اور گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں .ہُد ہُد نے ان کا ٹھکانا بتایا. ایک چوہیا نے انہیں غرق کر دیا. اور ایک عورت نے ان پر حکومت کی .

دوسری وجہ یہ ہے کہ حیاکت کے معنی جھوم کر اور بَل کھا کر چلنے کے ہیں اور یہ چونکہ غرور اور تکبر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بل کھا کر چلتا تھا. اس بنا پر اسے حائک فرمایا.

تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنانیت ظاہر کرنے کے لیے اسے جولاہا کہا ہے چونکہ ہونی و فرد مایہ کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے . ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا کہ ان کی حماقتیں ضرب

Presented by www.ziaraat.com

المثل بن چکی تھیں جب کہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیرالمومنین نے بھی اسکی توثیق فرما دی کہ جس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی .

چوتھی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ و رسول کے خلا ف جوڑ توڑ کرے اور افترا پردازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوہ ہوتا ہے . چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ :.

امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حائک کے ملعون ہونے کا ذکر ہوا , تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ و رسول پر افترا باندھتا ہے .

لفظُ حائک کے بعد لفظ منافق ارشاد فرمایا ہے اور دونوں میں واوعطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھا تا کہ دونوں کے قریب المعنی ہونے پر روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بنا پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق ٹھرایا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے .

وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنماؤں کو چھپاتے ہیں باوجود یہ کہ ہم نے کتاب میں انہیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں .

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تم کفر میں بھی اسیری کی ذلت سے نہ بچ سکے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمہارا پیچھا نہ چھوڑا اور تمہیں اسیر بنا لیا گیا. چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسیری کی صورت یہ ہوئی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل کر ڈالا, تو اس نے بنی کندہ کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا. ایک ٹولی کی باگ دوڑ خود سنبھالی اور دوسری دو ٹولیوں پر کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا. مگر بد بختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے بنی حارث ابنِ کعب پر حملہ کر دیا , جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبش ابن ہانی اور قشعم ابنِ راقم قتل کر دیئے گئے. اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا. آخر تین ہزا ر اونٹ فدیہ کے دے کر ان سے جان چھڑائی . امیر المومنین کے ارشاد نما فداک من واحدۃ منھما مالک ولا حسبک (تجھے تیرا مال و حسب ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے کیونکہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا. بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے ماں کی فراوانی اور کنبہ میں توقیرو سر بلندی اس عار سے نہ بچا سکی اور وہ اسیری کی ذلتوں سے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا .

اس کی دوسری اسیری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضر موت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی جسے فرو کرنے کے لئے حضرت ابو بکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا ہے کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکٰوۃ و صدقات وصول کرے. چنانچہ جب زیادہ ابن لبید قبیلہ بنی عمرو ابنِ معاویہ کے ہاں زکٰوۃ جمع کرنے کے لئے گیا تو شیطانِ ابنِ حجر کی ایک اونٹنی جو بڑی خوبصورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اسے پسند آ گئی. اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا. شیطان اسے دینے پر رضامند نہ ہوا, اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے مگر زیاد نہ مانا. شیطان نے

Presented by www.ziaraat.com

اپنے بھائی عدائی ابنِ حجر کو اپنی حمایت کے لئے بلا لیا. اس نے بھی آ کر کہا سنُا مگر زیادہ اپنی ضد پر اڑا رہا. اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے پر آمادہ نہ ہوا. آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معد یکرب سے فریاد کی . چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اس نے صاف صاف انکار کر دیا. جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کراونٹنی کھول لی اور شیطان کے حوالہ کر دی. زیاد اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے مارنے کے لئے تل گیا. ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کے لئے اکٹھا ہو گئے . مگر زیادہ شکست نہ دے سکے, بلکہ بُری طرح اس کے ہاتھوں پٹے. عورتیں چھنوائیں اور مال و متاع لٹوایا. آخر جو بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے . اشعث نے اس شرط پر کمک کا وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے . ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اس کی رسمِ تا جپوشی بھی ادا کر دی . جب یہ اپنا اقتدار منوا چکا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا. ادھر حضرت ابو بکر نے مہاجرین امیہ والی یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیادہ کی مدد کو پہنچ جائے . چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لئے آرہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا. اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کا رزار گرم کر دیا. مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ بخیر میں قلعہ بند ہو گیا. دشمن ایسے نہ تھے کہ پیچھا چھوڑ دیتے انہوں نے قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا. اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصورہ سکتا ہے . رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہیئے . چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا, زیادہ اور مہاجر سے جا کر ملا اور ان سے یہ سازباز کی کہ اگر اسے اور اس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا. انہوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام لکھ کر ہمیں دے دو. اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیئے اور اپنی روایتی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں بھول گیا. ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا کہ میں تمہارے لئے امان حاصل کر چکا ہوں. اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے. جب دروازہ کھولا گیا تو زیا د کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی. ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا. زیاد کی سپاہ نے کہا کہ غلط , اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لئے امان چاہی تھی. جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں . غرضکہ آٹھ سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے اور حسبِ معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا. مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابو بکر کے پاس بھیج دیا جائے وہی اس کا فیصلہ کریں گے,آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا. راستے میں اپنے , بیگانے , عورتیں , مرد سب اس پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں. اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے . بہر صورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر ام فروہ سے اس کا عقد ہوا .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۰۲

جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے اگر تم بھی دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سراسیمہ او رمضطرب ہو جانے اور) حق کی بات) سنتے اور اس پر عمل کرتے. لیکن جو انہوں نے دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اٹھا دیا جائے. اگر تم چشمِ بنیاد گوش شنوا رکھتے ہو تو تمہیں سنایا اور دکھایا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے. میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمہیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں, اور دھمکانے والی چیزوں سے تمہیں دھمکایا جا چکا ہے. آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشر ہی ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں. اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے. درحقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے.

خطبہ ۱۲

تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے. موت کی ساعت تمہارے عقب میں ہے, جو تمہیں آگے کی طرف لے چل رہی ہے. ہلکے پھلکے رہو تاکہ آگے بڑھنے والوں کو پا سکو. تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے. (کہ یہ بھی ان تک پہنچ جائیں) سید رضی فرماتے ہیں کہ کلامِ خدا و رسول کے بعد جس سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن و خوبی میں ان کا پلہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے اور آپ کا یہ ارشاد کہ تخفقوا تلحقوا اس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سننے ہی میں نہیں آیا جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں .اللہ اکبر! کتنے اس کلمہ کے معنی بلند اور اس حکمت کا چشمہ صاف و شفاف ہے اور ہم نے اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے.

خطبہ ۲۲

معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا شروع کر دیا اور اپنی فوجیں فراہم کر لی ہیں تاکہ ظلم اپنی انتہا کی حد تک اور باطل اپنے مقام پر پلٹ آئے. خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا. وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں. جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا. اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں. جسے انہوں نے خود بہایا ہے اب اگر اس میں مَیں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں, مَیں نہیں تو پھر اس کی سزا صرف انہی کو بھگتنا چاہیئے جو سب سے بڑی دلیل وہ میرے خلاف پیش کریں گے وہ انہی کے خلاف پڑے گی. وہ اس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں جس کا دودھ منقطع ہو چکا ہے. اور مری ہوئی بدعت کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں. اُف کتنا نا مراد یہ جنگ کے لئے پکارنے والا ہے. یہ ہے کون جو للکارنے والی ہے اور کس مقصد کے لئے اس کی بات سنا جا رہا ہے اور میں تو اس سے خوش ہوں کہ ان پر اللہ حجت تمام ہو چکی ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے. اگر ان لوگوں نے اطاعت سے انکار کیا, تو میں تلوار کی باڑ ان کے سامنے رکھ دوں گا جو باطل سے شفا دینے اور حق کی نصرت کے لئے کافی ہے.

Presented by www.ziaraat.com

حیرت ہے کہ وہ مجھے یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں نیزہ زنی کے لئے میدان میں اتر آؤں اورتلواروں کی جنگ کے لئے جمنے پر تیار رہوں. رونے والیں ان کے غم میں روئیں . مَیں تو ہمیشہ ایسا رہا کہ جنگ سے مجھے دھمکایا نہیں جا سکا اور شمشیر زنی سے خوفزدہ نہیں کیا جا سکا اور میں اپنے پروردگار کی طرف سے یقین کے درجہ پر فائز ہوں اور اپنے دین کی حقانیت میں مجھے کوئی شک نہیں ہے .

جب امیرالمومنین علیہ السلام پر قتلِ عثمان کی تہمت لگائی گئی تو اس غلط الزام کی تردید میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں الزام رکھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ انتقام کی رٹ لگانے والے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ تنہا میں ہی قاتل ہوں اور اس میں کوئی اور شک نہ تھا اور نہ یہ کہہ کر سامنے کے واقعات کو جھٹلاسکتے ہیں کہ وہ خود اس سے بے تعلق تھے ,تو پھر اس انتقام کے لئے مجھے ہی کیوں آگے دھر لیا ہے . میرے ساتھ اپنے کو بھی شریک کریں اور اگر مَیں اسے سے بری الذمہ ہوں تو وہ تو خود اپنی برائت ثابت نہیں کر سکتے . لہذا اس پاداش سے اپنے کو کیوں الگ کرتے ہیں .

حقیقت امر یہ ہے کہ مجھے موردِ الزام ٹھہرانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ میں ان سے وُہی روش اختیار کروں جس کے یہ عادی رہ چکے ہیں. لیکن ان کو مجھے سے یہ توقع نہ رکھنا چاہیئے کہ میں سابقہ دور کی بدعتوں کو پھر سے زندہ کروں. رہا جنگ کا سوال تو میں نہ اس سے کبھی ڈرا ہوں اور نہ اب خائف ہوں. میری نیت کو اللہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انتقام کا سہارا لے کر کھڑے ہونے والے ہی ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والے ہیں . چنانچہ تاریخ اس سے ہمنوا ہے کہ جن لوگوں نے اشتعال دلا کر ان کی موت کا سرو سامان کیا تھا اور جنازہ پر پتھر برسا کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے تک سے مانع ہوئے تھے وہ وہی لوگ تھے, جو ان کے خون کا بدلہ لینے لے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے. اس سلسلہ میں طلحہ ابنِ عبید اللہ , زبیر ابنِ عوام اور اُم المومنین عائشہ کا نام سرِفہرست نظر آتا ہے اور دونوں موقعوں پر ان کی کوششیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں .

چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں :.

جن لوگوں نے قتلِ عثمان کے سلسلے میں واقعات تحریر کئے ہیں . وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے قتل کے دن طلحہ کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے حضرت عثمان کے گھر پر تیر بارانی کر رہے تھے .

اور اس سلسلہ میں زبیر کے خیالات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:.

مورّخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زبیر یہ کہتے تھے کہ عثمان کو قتل کر دو. اس نے تمہارا دین ہی بدل ڈالا ہے. لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو ان کے دروازے پر کھڑا ہوا , ان کی حفاظت کر رہا ہے . آپ نے کہا کہ خواہ میرا بیٹا ہی پہلے کام آجائے . مگر عثمان قتل کر دیا جائے . یہ تو کل صل صراط پر مردار کی صورت میںپڑا ہو گا .

مغیرہ ابنِ شعبہ حضرت عائشہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا. اے ابو عبدا للہ ! کاش تم جمل کے موقعہ پر میری حالت دیکھتے کہ کس طرح تِیر میرے ہووج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے. یہاں تک کہ کچھ تو میرے جسم سے ٹکرا جاتے تھے مغیرہ نے کہا کہ

Presented by www.ziaraat.com

خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ ان میں‌سے ایک آدھ تیرآپ کا خاتمہ کر دیتا ۔ آپ نے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ اس لیے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو آپ نے تگ و دو کی تھی اس کا کچھ تو کفارہ ہو جاتا ۔

خطبہ ۳۲

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے ، اسے لے کر فرمان قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرات لٰہذا اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے اہل و مال و نفس میں فراوانی و وُسعت پائے تو یہ چیز اس کے لئے کبیدگی خاطر کا سبب نہ بنے۔ جب تک کوئی مرد مسلمان کسی ایسی ذلیل حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا کہ جو ظاہر ہو جائے, تو اس کے تذکرہ سے اسے آنکھیں نیچی کرنا پڑیں اور جس سے ذلیل آدمیوں کی جراَت بڑھے ۔ وہ اس کامیاب جواری کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے مرحلے پر ہی ایسی جیت کا متوقع ہوتا ہے ، جس سے اسے فائدہ حاصل ہو اور پہلے نقصان ہو بھی چکا ہے ، تو وہُ دور ہو جائے ۔ اسی طرح وہ مسلمان بد دیانتی سے پاک دامن ہو, وہ اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے ۔ یا اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو اس شکل میں اللہ کے یہاں کی نعمتیں ہی اس کے لئے بہتر ہیں اور یا للہ تعالیٰ کی طرف سے (دنیا کی) نعمتیں حاصل ہوں تو ا س صورت میں اس کے مال بھی ہے اور اولاد بھی اور پھر اس کا دین اور عزتِ نفس بھی برقرار رہے۔ بیشک مال و اولاد دنیا کی کھیتی اور عمل صالح آخرت کی کشتِ زار ہے اور بعض لوگوں کے لئے اللہ ان دونوں چیزوں کو یکجا کر دیتا ہے ۔ جتنا اللہ نے ڈرایا ہے اتنا اس سے ڈرتے رہو اور اتنا اس سے خوف کھاؤ کہ تمہیں عذر نہ کرنا پڑے ۔ عمل بے ریا کرو اس لئے کہ جو شخص کسی اور کے لئے عمل کرتا ہے ۔ اللہ اس کو اسی کے حوالہ کر دیتا ہے ہم اللہ سے شہیدوں کی منزلت نیکوں کی ہمدمی اور انبیائ کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں .

اے لوگو! کوئی شخص بھی اگرچہ وہ مالدار ہو اپنے قبیلہ والوں اور اس امر سے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے اس حمایت کریں بے نیاز نہیں ہو سکتا اور وہی لوگ سب سے زیادہ اس کے پشت پناہ اور اس کی پریشانیوں کو دور کرنے والے اور مصیبت پڑنے کی صورت میں اس پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ جس شخص کا سچا ذکرِ خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے ۔ تو یہ اس مال سے کہیں بہتر ہے ۔ جس کا وہ دوسروں کو وارث بنا جاتا ہے .

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے .

دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فقر و فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے دُور کرنے میں پہلو تہی نہ کرے جس کے روکنے سے یہ کچھ بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے ۔ تو اس کا تو ایک ہاتھ رکتا ہے لیکن وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اس کی مدد سے رُک جاتے ہیں جو شخص نرم خو ہو وہ اپنی قوم کی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے شریف رضی فرماتے ہیں کہ یہاں پر غفیرۃ کے معنی کثرت و زیادتی کے ہیں اور یہ عربوں کے قول الجم الغفیر اور الجمائ الغفیر (FUاداہم) سے ماخوذ ہے اور بعض روایتوں میں غفیرہ کے بجائے عفوہ ہے اور عفوہ کسی شے کے عمدہ اور منتخب حصہ کو کہتے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے اکلت عفوۃ الطعام یعنی میں نے منتخب اور عمدہ کھانا کھایا ۔ ومن یقبض یدہ عن عشیرتہ (تا آخر کلام) کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے معنی کتے حسین و دلکش ہیں ۔ حضرت کی مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے قبیلہ سے حُسنِ سلوک نہیں‌کرتا تو اس نے ایک ہی ہاتھ کی منفعت کو روکا۔ لیکن جب ان کی امداد کی ضرورت پڑے گی ۔ اور ان کی ہمدردی و اعانت کے لیے لاچار و مضطر ہو گا تو وہ ان سے بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں اور اٹھنے والے قدموں کی ہمدردریوں اور چارہ سازیوں سے محروم ہو جائے گا۔

خطبہ ۴۲

مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رُو رعایت اور سستی نہیں کروں گا۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے بھاگ کر اس کے دامنِ رحمت میں پناہ لو, اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو اور اسکے عائد کردہ احکام کر بجالاؤ (اگر ایسا ہو تو) علی تمہاری نجات اُخروی کا ضامن ہے ۔ اگرچہ دنیوی کا مرانی تمہیں حاصل نہ ہو ۔

Presented by www.ziaraat.com

خطبه ۵۲

جب امیر المومنین علیہ السّلام کوپے درپے یہ اطلاعات ملیں کہ مُعاویہ کے اصحاب (آپ کے مقبوضہ) شہروں پر تسلط جما رہے ہیں اوریمن کے عامل عبیدا اللہ ابنِ عباس اور سپہ سالارِ لشکر سعید ابنِ نمران بسر ابن ابی ارطات سے مغلوب ہو کر حضرت کے پاس پلٹ آئے تو آپ اپنے اصحاب کی جہاد میں سُستی اور رائے کی خلاف ورزی سے بد دل ہو کر منبر کی طرف بڑھے اور فرمایا .

یہ عالم ہے اس کوفہ کا , جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے (اسے شہر کوفہ) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی رہیں , توخدا تجھے غارت کرے . پھر آپ نے شاعر کا یہ شعر بطورِ تمثیل پڑھا .

اے عمرو!تیرے اچھے باپ کی قسم, مجھے تو اس برتن سے تھوڑی سی چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برتن کے خالی ہونے کے بعد اس میںلگی رہ جاتی ہے) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بسریمن پر چھا گیا ہے . بخدا میں تو اب ان لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتھیا لیں گے, اس لئے کہ وہ (مرکز) باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پراگندہ و منتشر. تم امرِ حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں . وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے . وہ اپنے شہروں میں امن بحال رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو میں اگر تم میں سے کسی کو لکڑی کے ایک پیالے کا بھی امین بناؤں تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کنڈے کو توڑ کر لے جائے گا. اے اللہ وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور میں ان سے . وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور میں ان سے . وہ مجھے سے اکتا چکے ہیں اور میں ان سے . مجھے ان کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور میرے بدلے میں انہیں کوئی اور بُرا حاکم دے . خدایا ان کے دلوں کو اس طرح) اپنے غضب سے) پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے . خدا کی قسم میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمہارے بجائے میرے پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ) اگر تم کسی موقعہ پر انہیں پکارو, تو تمہارے پاس ایسے سوار پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں اس کے بعد حضرت منبر سے نیچے آتر آئے .

سید رضی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں لفظُ ارمیہ رمی کی جمع ہے , جس کے معنی اَبر کے ہیں اور حمیم کے معنی یہاں پر موسمِ گرم کے ہیں اور شاعر نے گرمیوں کے ابر کی تخلیق اس لئے کی ہے کہ وہ سرسریع السیر اور تیز ہوتا ہے اور ابر سست گام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی بھرا ہوا ہو اور ویسے ابرِ (ملکِ عرب) عموماً سردیوں میں اٹھتے ہیں. اس شعر سے شاعر کا مقصود یہ ہے کہ انہیں جب مدد کے لئے پکارا جاتا ہے ا ور ان سے فریاد سی کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے . ھنالک لود عوت اتاک منھم (اگر تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے .

جب تحکیم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اس نے اپنا دائرہ سلطنت وسیع کرنے کے لئے امیر المومنین کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ جبرو تشدد سے امیرِ شام کے لئے بیعت حاصل کریں . چنانچہ اس سلسلہ میں بسر ابن ابی ارطاۃ کو حجاز روانہ کیا . جس نے حجاز سے لے کر یمن

Presented by www.ziaraat.com

تک ہزاروں بے گناہوں کے خون بہائے قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلا دیئے اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو قتل کیا یہاں تک کہ عبید اللہ ابنِ عباس والی یمن کے دو کمسن بچوں قثم اور عبدالرحمٰن کو ان کی ماں حوریہ بنت خالد کے سامنے ذبح کر دیا .

امیر المومنین کو جب اس کی سفاکیوں اور خونریزیوں کا علم ہوا تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیہم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے تھے اور سر گرمی کے بجائے بددلی ان میںپیدا ہو چکی تھی . حضرت نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہیں حمیت و غیرت دلائی ہے , اور دشمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کر کے انہیں جہاد پر اُبھارا ہے . آخر جاریہ ابنِ قدامہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہی , اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اسے امیر المومنین کے مقبوضات سے نکا ل باہر کیا .

خطبہ ٦٢

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد کو تمام جہانوں کو (ان کی بد اعمالیوں سے) متنبہّ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا . اے گروہ عرب اس وقت تُم بد ترین دین پر اور بد ترین گھروں میں تھے . کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بودو باش رکھتے تھے تم گدلا پانی پیتے اور لوٹا جھوٹا کھاتے تھے . ایک دوسرے کا خون بہاتے اور شتہ قرابت قطع کیا کرتے تھے . تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے .:

میں نے نگاہ کر دیکھا , تو مجھے اپنے اہل بیت کے علاوہ کوئی اپنا معین و مدد گار نظر نہ آیا. میں نے انہیں موت کے منہ میں دینے سے نجل کیا. آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی , حلق میں پھندے تھے مگر میں نے غم و غصہ کے گھونٹ پی لئے اور گلو گرفتگی کے باوجود منظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا .

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے . اس نے اس وقت تک معاوہ کی بیت نہیں کی. جب تک یہ شرط اس سے منوانہ لی کہ وہ اس بیعت کی قیمت ادا کرے اس بیعت کرنے والے کے ہاتھوں کو فتح و فیروز مندی نصیب نہ ہو اور خریدنے والے کے معاہدے کے ذلت و رسوائی حاصل ہو) لو اب وقت آ گیا کہ) تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اس کے لئے سازو سامان مہیا کرلو. اس کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو رہی ہیں اور جامعہ صبر پہن لو , کہ اس سے نصرت و کامرانی حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے .

حضرت نے نہر دان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کے تین ٹکڑے یہ ہیں. پہلے ٹکڑے میں بعثت سے قبل جو عرب کی حالت تھی. اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے حصے میں رسول کی رحلت کے بعد جن حالات نے آپ کو گوشہ عزلت میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا. ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور تیسرے حصے میں مُعاویہ اور ممرو بن عاص کے درمیان جو قول و قرار ہوا تھا اس کا ذکر کیا ہے . اس باہمی معاہدہ کی صورت یہ تھی کہ جب امیر المومنین نے جریر ابنِ عبداللہ بجلی کو بیعت لینے کے لئے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اس نے جریر کو جواب دینے کے بہانے روک لیا اور اس دوران میں اہل شام کو

Presented by www.ziaraat.com

ٹٹولنا شروع کیا کہ وہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں. چنانچہ جب ان کو خونِ عثمان کے انتقام پر اُبھار کر اپنا ہمنوا بنا لیا تو اپنے بھائی عتبہ ابنِ ابی سفیان سے مشورہ کیا. اس نے رائے دی کہ اگر اس کام عمرو ابنِ عاص کو ساتھ ملا لیا جائے تو وہ اپنی سُوجھ سے بہت سی مشکلوں کو آسان کر سکتا ہے لیکن وہ یوں ہی تمہارے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو گا. جب تک کہ اس کی منہ مانگی قیمت حاصل نہ کرے گا. اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو وہ تمہارے لئے بہترین مشیرو معاون ثابت ہو گا. معاویہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمرو ابنِ عاص کو بُلا کر اس سے گفتگو کی اور آخر یہ طے پایا کہ وہ حکومت مصر کے بدلے میں امیر المومنین کو موردِ الزام ٹھہرا کر قتلِ عثمان کا انتقام لے گا اور جس طرح بن پڑے گا مُعاویہ کے شامی اقتدار کو متزلزل نہ ہونے دے گا. چنانچہ ان دونوں نے معاہدہ کی پابندی کی اور اپنے قول و قرار کو پوری طرح نباہا .

خطبہ ۲۷

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے . یہ پرہیز گاری کا لباس اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے . خدا اسے ذلت و خواری کا لباس پہنا اور مصیبت و ابتلا کی روا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے . اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے . اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے . ذلت اسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے . میں نے اس قوم سے لڑنے کے لئے رات بھی اور دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمہیں پکارا اور للکارا ,اور تم سے کہا کہ قبل اس سے کہ وہ جنگ کے لئے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو. خدا کی قسم جن افراد قوم پر ان کے گھروں کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے . وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں. لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پرٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے . یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا. اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان ابنِ عوف) ہی کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار (شہر) انبار کے اندر پہنچ گئے اور حسان ابنِ حسان بکری کو قتل کر دیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور اس کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) او گلوبند اور گوشوارے اتار لیتا تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا . سوا اس کے کہ اِنّا لِلہ وَاِنّا اِلَیہ رَاجِعُون کہتے صبر سے کام لیں یا خوشامدیں رک کے اس سے رحم کی التجا کریں .وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے . نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا. اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے. العجب ثم العجب خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر ایکا کر لینا اور تمہاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا . دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دیتا ہے . تمہارا بُرا ہو. تم غم و حزن میں مبتلا رہو. تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو, تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے قدم حملے کے لئے نہیں اٹھتے . وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں اور تم جنگ سے جہ چراتے ہو .اللہ کی نافرمانیاں ہو

Presented by www.ziaraat.com

رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو. اگر گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے . اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے . اور اگر سردیوں میں چلنے کے لئے کہتا ہوں . تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا ہے , اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی کا موسم گزر جائے . یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے باتیں ہیں. جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو تو پھر خدا کی قسم ! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے . اسے مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقلیں بچوں کی سی ,اور تمہاری حجلہ نشین عورتوں کے مانند ہے . میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا , نہ تم سے جان پہچان ہوتی . ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج واندوہ کا باعث بنی ہے . اللہ تمہیں مارے , تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے . اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے . تم نے مجھے غم و غزن کے جرعے ,ے درے پلائے ,نافرمانی کر کے میری تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا. یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علی ہے تو مردِ شجاع . لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں .

اللہ ان کا بھلا کرے , کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مذادلت رکھنے والا اور میدانِ ونما میں میرے پہلے سے کارِ نمایا کئے ہوئے ہو, میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا. اور اب تو ساٹھ سے اوپر ہو گیا ہوں, لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے .

جنگِ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا اور امیر المومنین کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے. چنانچہ اس سلسلہ میں ہیت, انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے سفیان ابنِ عوف غامدی کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا. وہ پہلے تو ہیت پہنچا , مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا. یہاں امیر المومنین کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کے لئے مقرر تھا. مگر وہ مُعاویہ کے اس لشکرِ جرار کو دیکھ کر جم نہ سکا. صرف سو آدمی اپنے مقام پر جمے رہے اور انہوں نے جہاں تک ممکن تھا, ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا. مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے . جب میدان خالی ہو گیا , تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لُوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا .

امیر المومنین کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی , تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کے لئے ابھارا , اور جہاد کی دعوت دی مگر کسی طرف سے صدائے »لبیک بلند نہ ہوئی , تو آپ پیچ و تاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اتر آئے, اور اسی عالم میں پیادہ پا رچشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے . جب لوگوں نے یہ دیکھا , تو ان کی غیرت و حمیت بھی جوش میں آئی , اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے . جب وادی نخیلہ میں پہنچ کر حضرت نے منزل کی , تو ان لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا, اور با صرار کہنے لگے کہ یا امیر المومنین علیہ السّلام آپ پلٹ جائیں. ہم فوجِ دشمن سے نپٹ لینے کے لئے کافی ہیں . جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا, تو آپ پلٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور سعید ابنِ قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے . مگر سفیان ابنِ عوف کا لشکر جا چکا تھا اور سعید ابنِ قیس بے لڑے واپس آئے . جب سعید کوفہ پہنچے , تو ابنِ ابی الحدید

Presented by www.ziaraat.com

کی روایت کی بنائی پر حضرت رنج و اندوہ کے عالم میں باب السدّہ پر آ کر بیٹھ گئے اور ناسازی و طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سنا دے . مگر مبرو نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مقامِ نخیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا, اور ابنِ میثم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے .

خطبہ ۲۷

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے . یہ پرہیز گاری کا لباس اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے . خدا اسے ذلت و خواری کا لباس پہنا اور مصیبت و ابتلا کی روا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے . اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے . اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے . ذلت اسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے . میں نے اس قوم سے لڑنے کے لئے رات بھی اور دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمہیں پکارا اور للکارا ,اور تم سے کہا کہ قبل اس سے کہ وہ جنگ کے لئے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو. خدا کی قسم جن افراد قوم پر ان کے گھروں کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے . وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں. لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے . یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا. اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان ابنِ عوف) ہی کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار (شہر) انبار کے اندر پہنچ گئے اور حسان ابنِ حسان بکری کو قتل کر دیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور اس کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) او گلوبند اور گوشوارے اتار لیتا تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا . سوا اس کے کہ اِنّاَ لِلہ وَاِنّاَ اِلَیہ رَاجِعُون کہتے صبر سے کام لیں یا خوشامدیں رک کے اس سے رحم کی التجا کریں .وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے . نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا. اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے. العجب ثم العجب خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر ایکا کر لینا اور تمہاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا . دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دیتا ہے . تمہارا بُرا ہو . تم غم و حزن میں مبتلا رہو. تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو, تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے قدم حملے کے لئے نہیں اٹھتے . وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو .اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو. اگر گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے . اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے . اور اگر سردیوں میں چلنے کے لئے کہتا ہوں . تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا ہے , اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی کا موسم گزر جائے . یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے باتیں ہیں. جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو تو پھر خدا کی قسم ! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے . اسے مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقلیں بچوں کی سی ,اور تمہاری حجلہ نشین عورتوں کے مانند ہے . میں تو یہی چاہتا

Presented by www.ziaraat.com

تھا کہ نہ تم کو دیکھتا , نہ تم سے جان پہچان ہوتی . ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج واندوہ کا باعث بنی ہے . اللہ تمہیں مارے , تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے . اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے . تم نے مجھے غم و غزن کے جرعے پے درپے پلائے ,نافرمانی کر کے میری تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا. یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علی ہے تو مردِ شجاع . لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں .

اللہ ان کا بھلا کرے , کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھے سے زیادہ جنگ کی مذادلت رکھنے والا اور میدانِ و نما میں میرے پہلے سے کارِ نمایا کئے ہوئے ہو, میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا. اور اب تو ساٹھ سے اوپر ہو گیا ہوں, لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے .

جنگِ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت و خون کابازار گرم کر رکھا تھا اور امیر المومنین کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے. چنانچہ اس سلسلہ میں ہیت, انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے سفیان ابنِ عوف غامدی کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا. وہ پہلے تو ہیت پہنچا , مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا. یہاں امیر المومنین کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کے لئے مقرر تھا. مگر وہ مُعاویہ کے اس لشکرِ جرار کو دیکھ کر جم نہ سکا. صرف سو آدمی اپنے مقام پر جمے رہے اور انہوں نے جہاں تک ممکن تھا, ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا. مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے . جب میدان خالی ہو گیا , تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لُوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا .

امیر المومنین کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی , تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کے لئے ابھارا , اور جہاد کی دعوت دی مگر کسی طرف سے صدائے »لبیک بلند نہ ہوئی , تو آپ پیچ و تاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اتر آئے, اور اسی عالم میں پیادہ پا رچشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے . جب لوگوں نے یہ دیکھا , تو ان کی غیرت و حمیت بھی جوش میں آئی , اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے . جب وادی نخیلہ میں پہنچ کر حضرت نے منزل کی , تو ان لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا, اور با صرار کہنے لگے کہ یا امیر المومنین علیہ السّلام آپ پلٹ جائیں. ہم فوجِ دشمن سے نپٹ لینے کے لئے کافی ہیں . جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا, تو آپ پلٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور سعید ابنِ قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے . مگر سفیان ابنِ عوف کا لشکر جا چکا تھا اور سعید ابنِ قیس بے لڑے واپس آئے . جب سعید کوفہ پہنچے , تو ابنِ ابی الحدید کی روایت کی بنائی پر حضرت رنج و اندوہ کے عالم میں باب السدّہ پر آکر بیٹھ گئے اور ناسازی و طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سنا دے . مگر مبرو نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مقامِ نخیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا, اور ابنِ میثم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۹۲

اے وہ لوگو جن کے جسم یکجا اور خواہشین جُدا جُدا ہیں تمہاری باتیں تو سخت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہیں , اور تمہارا عمل ایسا ہے کہ جو دشمنوں‌کو تم پر دندان آز تیز کرنے کا موقعہ دیتا ہے . اپنی مجلسوں میں تو تم کہتے پھرتے ہو کہ یہ کر دیں گے اوروہ کر دیں گے فاور جب جنگ چھڑ ہی جاتی ہے , تو تم اس سے پناہ مانگنے لگتے ہو, جو تم کو مدد کے لئے پکارے اس کی صدا بے دقعت اور جس کا تم جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو, اس کا دل ہمیشہ بے چین ہے . حیلے حوالے ہیں غلط سلط اور مجھ سے جنگ میں تاخیر کرنے کی خواہشیں ہیں. جیسے نادہند مقروض اپنے قرض خواہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے . ذلیل آدمی ذلت آمیز زیادتیوں کی روک تھا م نہیں کر سکتا اور حق تو بغیر کوشش کے نہیں ملا کرتا. اس گھر کے بعد اور کون سا گھر ہے . جس کی حفاظت کرو گے اور میرے بعد اور کس امام کے ساتھ ہو کر جہاد کرو گے. خدا کی قسم جسے تم نے دھوکا دے دیا ہو اس کے فریب خوردہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور جسے تم جیسے لوگ ملے ہوں تو اس کے حصہ میں وہ تیر آتا ہے جو خالی ہوتا ہے اور جس نے تم کو (تیروں کی طرح) دشمنوں پر پھینکا ہو, اس نے گویا ایسا تیر پھینکا ہے , جس کا سوفار لُوٹ چکا ہو اور پیکان بھی شکستہ ہو. خدا کی قسم ! میری کیفیت تو اب یہ ہے نہ میں تمہاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری نصرت کی آس مجھے باقی رہی , اور نہ تمہاری وجہ سے دشمن کو جنگ کی دھمکی دے سکتا ہوں. تمہیں کیا ہو گیا, تمہارا مرض کیا ہے اور اس کا چارہ کیا ہے اس قوم (اہلِ شام) کے افراد بھی تو تمہاری ہی شک و صورت کے مرد ہیں, کیا باتیں ہی باتیں رہیں گی . جانے بُوجھے بغیر اور صرف غفلت و مدہوشی ہے . تقویٰ و پرہیز گاری کے بغیر (بلندی کی) حرص ہی حرص ہے . مگر بالکل ناحق .

جنگ نہر دان کے بعد معاویہ نے ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اطراف, کوفہ میں اس مقصد سے بھیجا کہ وہ ان نواحی میں شورش و انتشار پھیلائے , اور جسے پائے اسے قتل کر دے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کا بازار گرم کرے تاکہ امیر المومنین سکون و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں .چنانچہ وہ اس مقصد کو سر انجام دینے کے لئے روانہ ہوا, اور بے گناہوں کے خون بہاتا ہوا, اور ہر طرف تباہی مچاتا ہوا مقام ثعلبیہ تک پہنچ گیا. یہاں پر حجاج کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور پھر مقامِقطقطانہ پر صحابی رسول عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے عمرو ابن عمیس اور ان کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا اوریُونہی ہر جگہ وحشت و خونخواری شروع کر دی . امیر المومنین علیہ السّلام کو جب ان غارت گریوں کا علم ہوا, تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے بلایا تاکہ ان درندگیوں کی روک تھام کی جائے. مگر لوگ جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے نظر آئے. آپ ان لوگوں کی سست قدمی و بددلی سے متاثر ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اوریہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کو غیرت دلائی ہے کہ وہ بزدلوں کی طرح جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں, اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جوانمردوں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوں , اور غلط سلط حیلے حوالوں سے کام نہ لیں. آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور مقام تدمر پر اسے جا لیا .ابھی دونوں فریق میں معمولی سی چھڑپ ہوئی تھی کہ رات کا

Presented by www.ziaraat.com

اندھیرا پھیلنے لگا, اور وہ صرف انیس آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا. امر المومنین علیه السّلام کی فوج میں سے بھی دو آدمیوں نے جامِ شہادت پیا .

خطبه ۰۳

قتلِ عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا :.

اگر میں ان کے قتل کا حکم دیتا, تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگران کے قتل سے (دوسروں کو) روکتا تو ان کا معاون و مدد گار ہوتا (میں بالکل غیر جانبدار رہا) لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے ان کی نصرت و امداد کی, وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم ان کی نصرت نہ کرنے والوں سے بہتر ہیں, اور جن لوگوں نے ان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا وہ نہیں خیال کرتے کہ ان کی مدد کرنے والے ہم سے بہتر و برتر ہیں . میں حقیقت امر کو تم سے بیان کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے (اپنے عزیزوں کی)طرف دار کی, تو طرف داری بُری طرح کی اور تم گھبرا گئے , تو بُری طرح گھبرا گئے اور (ان دونوں فریق) بے جا طرف داری کرنے والے, گھبرا اٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنے والا اللہ ہے .

حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۴۲ ھئ میں ستر برس کی عمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے . اور بار برس تک مسلمانوں کے سیا ہ سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۸۱ ذی الحجہ ۵۳ھئ میں قتل ہو کر حشِ کوکب میں دفن ہوئے .

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور ان کے عمال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا. ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لئے کھڑا نہ ہوتا. مسلمان یقینا ان کے سنِ وسال ان کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبت کا پاس و لحاظ کرتے مگر ان کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی و پاسداری کے لئے آمادہ نظر نہ آتا تھا .پیغمبر کے برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا, اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ رکھی تھی. ہر شخص پیچ و تاب کھا رہا تھا اور ان کی خود سری و بے راہروی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا. چنانچہ حضرت ابو ذر کی توہین و تذلیل اور جلا وطنی کے سبب سے بنی غفار اور ان کے حلیف قبائل , عبداللہ ابن مسعود کو بے دردی سے پٹوانے کی وجہ سے بنی ہذیل اور ان کے حلیف بنی زہرہ , عمار ابنِ یاسر کی پسلیاں توڑ دینے کے باعث بنی مخزوم اور ان کے حلیف قبیلے اور محمد ابنِ ابی بکر کے قتل کا سروسامان کرنے کی وجہ سے بنی تیم کے دلوں میں غصہ کاایک فوفان موجزن تھا .دوسرے شہروں کے مسلمان بھی ان کے عمال کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بارہ عشرت کی سرمستیوں میں جو چاہتے تھے کہ گزرے تھے , اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے, نہ انہیں مرکز کی طرف سے عتاب کا ڈر تھا, اور نہ کسی بازپُرس کا اندیشہ ,. لوگ ان کے پنجہ استبداد سے نکلنے کے لئے پھڑپھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی صدائیں

Presented by www.ziaraat.com

سننے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا. نفرت کے جذبات اُبھر رہے تھے, مگر انہیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی, صحابہ بھی ان سے بددل ہو چکے تھے. کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے , کہ امنِ عالم تباہ , نظم و نسق تہ و بالال اور اسلامی خدو خال مسخ کئے جار ہے ہیں. نادار و فاقہ کش سُوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی امیّہ کے ہاں ہن برس رہا ہے . خلافت شکم صری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کررہ گئی ہے . لہذا وہ بھی ان کے قتل کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے . بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بنا پر کوفہ , بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آ جمع ہوئے تھے . چنانچہ اہل مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحریر کیا کہ :.

واضح ہو کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے اور بیعت توڑ ڈالی ہے . تم شام کے لڑنے بھڑنے والوں کو تندو تیز سواریوں کو میری طرف بھیجو .

مُعاویہ نے اس خط کے پہنچنے پر جو طرف عمل اختیار کیا , اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشنی پڑتی ہے . چنانچہ طبری نے اس کے بعد لکھا ہے کہ:.

جب معاویہ کو یہ خط ملا, تو اس نے توقف کیا اور اصحابِ پیغمبر کی کھلم کھلا مخالفت کو بُرا جانا چونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان کی مخالفت پر یکجہتی سے متفق ہیں .

ان واقعات کے پیش ِنظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر تھوپ دینا, حقیقت پر پردہ ڈلانا ہے . جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کے لئے جمع ہوئے تھے .جن کا مقصد صرف اصلاحِ حال تھا. نہ قتل و خونریزی. اگر ان کی داد فریاد سُن لی جاتی , تو اس خون خرابے تک کبھی نوبت نہ پہنچتی . مگر ہوا کہ کہ جب اہلِ مصر حضرت عثمان کے دُودھ شریک بھائی عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادی ذی خشب میں پڑاؤ ڈال دیا. تو ایک شخص کے ہاتھ خط بھیج کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں , موجودہ روش کو بدلا جائے . اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے . مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے . اس شخص کو گھر سے نکلوا دیا اور ان کے مطالبہ کو قابلِ امتنا نہ سمجھا, جس پر وہ لوگ اس غرور طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے شہر کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں سے حکومت کی ستمرانیوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کا بھی شکوہ کیا. ادھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوے شکایات لے کر مدینہ آئے ہوئے تھے . جو ان سے ہمنوا ہو کر اہلِ مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے, اور حضرت عثمان کو پابندِ مسکن بنا دیا .مگر ان کے لئے مسجد میں آنے جانے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی. لیکن انہوں نے پہلے ہی جمعہ میں جو خطبہ دیا. اس میں ان لوگوں کو سخت الفاظ میں بُرا بھلا کہا اور ملعون تک قرار دیا. جس پر لوگوں نے مشتعل ہر کر ان پر سنگریزے پھینکے . جس پر بے حال ہر کر منبر سے نیچے گر پڑے اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر پابندی عائد کر دی گئی .

جب حضرت عثمان نے اس حد تک حالات بگڑے ہوئے دیکھے, تو بڑی لجاجت سے امیر المومنین علیہ السّلام سے خواہش کی

Presented by www.ziaraat.com

کہ وہ ان کے لئے چھٹکارے کی کوئی سبیل کریں اورجس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں. حضرت نے فرمایا کہ میں کس قرارداد پر انہیں جانے کے لیے کہوں جب کہ ان کے مطالباتحق بجانب ہیں. حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپ کو دیتا ہوں, آپ ان سے جو بھی معاہدہ کریں گے. میں اس کا پابند رہوں گا. چنانچہ حضرت مصریوں سے جا کر ملے اور ان سے بات چیت کی. اور وہ اس شرط پر واپس پلٹ جانے کے لئے آمادہ ہو گئے کہ تمام مظالم مٹائے جائیں. اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے .امیرالمومنین نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبہ رکھا جسے انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اوریہ کہا کہ ان تمام مظالم سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کچھ مہلت ہونا چاہیئے. حضرت نے فرمایا جو چیزیں مدینہ سے متعلق ہیں اُن میں مہلت کے کوئی معنی نہیں. البتہ دوسری جگہوں کے لئے اتنا وقفہ دیا جا سکتا ہے کہ تمہارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے. انہوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کے لئے بھی تین دن کی مہلت ہونی چاہیئے . حضرت نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا. اور ان کی تمام ذمہ داری ذی خشب میں آکر ٹھہر گئے, اوریہ معاملہ رفع دفع ہو گیا. اس واقعہ کے دوسرے دن مردان نے حضرت سے کہا کہ خیر یہ لوگ تو چلتے بنے , مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کے لئے آپ ایک بیان دیں تاکہ وہ ادھر کا رخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر مطمن ہو کر بیٹھے رہیں . اور وہ بیان یہ ہو کہ کچھ لوگ مصر کے جھوٹ سچ باتیں سن کر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا , تو وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں . حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے. مگر مروان نے کچھ ایسا چکمہ دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اورمسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

ان مصریوں کو اپنے خلیفہ کے متعلق کچھ خبریں ملی تھیں اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط اور بے سرو پا تھیں تو وہ اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے .

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک ہُلڑ مچ گیا اور لوگوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ اے عثمان !توبہ کرو, اللہ سے ڈرو, یہ کیا جھوٹ کہہ رہے ہو. حضرت عثمان اس ہڑبونگ میں سٹپٹا کر رہ گئے اور توبہ کرتے ہی بنی . چنانچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑا ئے اور پھر گھر پلٹ آئے .

امیر المومنین علیہ السّلام نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھلم کھلا توبہ کرو, تاکہ یہ شورشیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں .ورنہ کل کو کہیں اور کے لوگ آ گئے تو پھر مجھے چمٹو گے کہ تمہاری گلو خلاصی کراؤں .چنانچہ انہوں نے مسجدِ نبوی میں خطبہ دیا. جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور آیندہ محتاط رہنے کا عہد کیا. اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اُتروں تو تمہارے نمائندے میرے گھر پر آئیں. میں تمہاری شکایتوں کا اذالہ کروں گا اور تمہارے مطالبے پورے کروں گا. جس پر لوگوں نے آپ کے اس قدام کو بہت سراہا اور بڑی حد تک دلی کدورتوں کو آنسوؤں سے دھو ڈالا. یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سرا پر پہنچے , تو مروان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی . مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ مانع ہوئیں اور مروان سے مخاطب ہر کر کہا کہ خدا کے لئے تم چپ رہو, تم کوئی ایسی

Presented by www.ziaraat.com

ہی بات کہو گے جو ان کے لئے موت کا پیش خیمہ بن کر رہے. مروان نے بگڑ کر کہا کہ تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں. تم اس کی بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا. نائلہ نے جھلاّ کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا .اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ سناتی کہ لوگ کانوں پر ہاتھ رکھتے اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے. حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی, تو انہیں روک دیا. اور مروان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو. مروان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کیسی توبہ کر آئے ہیں. میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس توبہ سے ہزار درجہ بہتر تھا. کیونکہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں, ان کے لئے توبہ کی گنجائش رہتی ہے. اور مارے باندھے کی توبہ کوئی توبہ نہیں ہوتی. کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں. مگر اس صلائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں. تو اب آگے بڑھیئے اور پورا کیجئے ان کے مطالبات کو حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آیا سو کہ آیا. اب تم ان لوگوں سے نپٹ لو. میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انہیں نپٹاؤں. چنانچہ مروان آپ کا ایما ئی پا کر باہر آیا او رلوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو؟ کیا دھاوا بولنے کا ارادہ ہے یا لُوٹ مار کا قصد ہے؟ یاد رکھو کہ تم بآسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال دلوں سے نکال ڈالو کہ تم ہمیں دبا لو گے. ہم کسی سے دب کر رہنے والے نہیں ہیں. یہاں سے مُنہ کالا کرو, خدا تمہیں رسوا و ذلیل کرے.

لوگوں نے یہ بگڑے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیرالمومنین کے ہاں پہنچے, اور انہیں ساری روئیداد سنائی جسے سن کر حضرت مارے غصے کے پیچ و تاب کھانے لگے اور اسی وقت اٹھ کر عثمان کے ہاں گے اور ان سے کہا »وہ سبحان اللہ ! کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے. تم نے ایک بے دین و بدکردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ اٹھا لیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا. آخر تمہیں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس و لحاظ ہونا چاہیئے تھا. یہ کیا مردان کے اشارے پر آنکھ بند رک کے چل پڑو. یاد رکھو کہ وہ تمہیں ایسے اندھے کنوئیں میں پھینکے گا. کہ پھر اس سے نکل نہ سکو گے. تم تو مردان کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری گانٹھ لے, اور جس غلط راہ پر چاہے تمہیں ڈال دے. آئندہ سے میں تمہاری معاملہ میں کوئی نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنوں گا. اب تم جانو اور تمہارا کام.

اتنا کہہ سن کر حضرت تو واپس ہوئے, اور نائلہ کی بن آئی. انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ مَیں کہتی تھی کہ مروان سے پیچھا چھڑا ئیے ورنہ وہ ایسا کلنک کا ٹیکہ لگائے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا, بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنا کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظروں سے گرا ہوا ہو. علی علیہ السّلام ابن ابی طالب کو منائیے ورنہ یاد رکھئے کہ بگڑے ہوئے حالات کا بنانا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مروان کے اختیار میں ہے. حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیر المومنین کے پیچھے آدمی بھیجا. مگر حضرت نے ملنے سے صاف انکار کر دیا. خود حضرت عثمان کے گرد گو محاصرہ نہ تھا. مگر جبا زنجیر پا تھی, کون سا منہ لے کر گھر سے باہر نکلتے .مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا. لہذا رات کے پردے میں چپکے سے نکلے اور امیر المومنین کے ہا ں جا پہنچے اور اپنی بے بسی اور لاچاری کا رونا رویا. عذر معذرت بھی کی, وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلایا. مگر حضرت نے فرمایا

Presented by www.ziaraat.com

کہ تم مسجد نبوی میں منبر رسول پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو, تو اس کا ایفا یوں ہوتا ہے کہجب لوگ تمہارے ہاں پہنچتے ہیں تو انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور گالیاں تک دی جاتی ہیں . جب تمہارے قول و قرار کی یہ صورت ہے جسے دنیا دیکھ چکی ہے تو کس بھروسے پر میں آئندہ کےلئے تمہاری کسی بات پر اعتماد کر لوں. اب مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو .میں تمہاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر پر لینے کے لئے تیار نہیں. راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جو راستہ چاہو اختیار کرو, اور جس دھڑے پر چاہو چلو. اس بات چیت کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور الٹا امیرالمومنین کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے اٹھ رہے ہیں, اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے .

ادھر توبہ کا جو حشر سو ہوا. اب دوسری طرف کی سنیئے کہ جب محمد ابن ابی بکر حجاز کی سرحد طے کر کے دریائے قلزم کے کنارے مقامِ ایلہ تک پہنچے تو لوگوں کی نظریں ایک ناقہ سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بگٹٹ دوڑائے لئے جا رہا تھا, جیسے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں. ان لوگوں کو اس پر کچھ شبہ ہوا, تو اسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں حضرت عثمان کا غلام ہوں. پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے ؟ اس نے کہا کہ مصر کا . پوچھا کہ کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں والی مصر کے پاس. لوگوں نے کہا کہ والی مصر تو ہمارے ہمراہ ہیں. تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ابنِ ابی سرح کے پاس جانا ہے . لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے ؟ اس نے کہا کہ نہیں . پوچھا کہ کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم . لوگوں نے کہا کہ جامہ تلاشی لینا چاہیئے . چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی . کنانہ بن بشر نے کہا, کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو. لوگوں نے کہا کہ چھوڑو, بھلا پانی میں خط کہاں ہو. سکتا ہے ! کنانہ نے کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا کیا چالیں چلا کرتے ہیں. چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک نلکی تھی , جس میں خط رکھا ہوا تھا. جب کھول کر پڑا گیا تو فرمانِ خلافت یہ تھا کہ » جب محمد ابنِ ابی بکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچے, تو ان میں سے فلاں کو قتل کرو, فلاں کے ہاتھ کاٹو اور فلاں کو جیل میں ڈالو, اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو. یہ پڑھ کر سب پر سناٹا چھا گیا , اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے .

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ ابو العجبی است

اب آگے بڑھنا موت کے منہ میں جانا تھا, چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف. پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خط صحابہ کے مجمع کے سامنے رکھ دیا. اس واقعہ کو جس نے سُنا, انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اور وکئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو بُرا نہ کہہ رہا ہو. اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط ان کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مُہر کس کی ہے ؟ کہا کہ میری. پوچھا کہ یہ تحریر کس کی ہے ؟ کہا کہ میرے کاتب کی. پوچھا یہ غلام کس کا ہے ؟ کہا کہ میرا. پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے ؟ کہا کہ حکومت کی. پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے ؟ فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں . لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک پتہ نہ چلنے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے ! جب آپ اتنے ہی بے بس ہیں, تو چھوڑیئے خلافت کو اور الگ ہو جئے تا کہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے امور

Presented by www.ziaraat.com

کی دیکھ بھال کر سکتا ہو. انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پیرہن کو اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے . البتہ توبہ کیے لیتا ہوں .لوگوں نے کہا کہ توبہ کی بھلی کہی. اس کی مٹی تو اسی دن خراب ہو گئی تھی جب آپ کے دروازے پر مروان آپ کی ترجمانی کررہا تھا اور رہی سہی کسر اس خط نے نکال دی ہے . اب ہم ان بھرّوں میں آنے والے نہیں ہیں. خلافت کو چھوڑیئے اگر آپ کے بھائی بند ہمارے سدّ راہ ہوئے تو ہم انہیں روکیں گے اور اگر لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے . نہ ہمارے ہاتھ شَل ہیں اور نہ ہماری تلواریں کُند ہیں. اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار جانوں سے کھیلنا چاہ رہا ہے . مگر آپ نے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اورمروان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خط بھی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے .

بہرصورت سدھرے ہوئے حالات پھر سے بگڑ گئے , اور انہیں بگڑنا ہی چاہیئے تھا. کیونکہ مطلوبہ مدّت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی اور رائی برابر بھی ادھر سے اُدھر نہ ہوئی تھی. چنانچہ توبہ کا انجام دیکھنے کے لئے وادی خشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے تھے , وہ بھی پھر سیلاب کی طرح بڑھے , اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا .

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبر کے ایک صحابی نیاز ابنِ عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور ان کے ہاں پہنچ کر انہیں پکارا . جب انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ اے عثمان ! خدا کے لئے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ, اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ. ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے انہیں تیر کا نشانہ بنا کر جان سے مار ڈالا. جس پر لوگ بھڑک اٹھے اور پکار کر کہا کہ نیاز کا قاتل ہمارے حوالہ کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں پانے ایک مددگار کو تمہارے حوالے کر دوں. اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آ کر ان کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی. اور اندر گھسنے کے لئے آگے بڑھے کہ مروان ابن حکم, سعید ابن عاص اور مغیرہ ابنِ اخنس اپنے اپنے جتھّوں کے ہمراہ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور دروازے پر کشت و خون شروع ہو گیا . لوگ گھر کے اندر گھسنا چاہتے تھے. مگر انہیں دھکیل دیا جاتا تھا. اتنے میں عمرو ابن حزم انصاری نے کہ جن کا مکان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا. اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور للکار کر کہا کہ آؤ ادھر سے بڑھو. چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کا شانہ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے صحن میں اُتر کر تلواریں سونت لیں . ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ ان کے ہوا خواہ اور بنی امّیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے , اور کچھ اُم حبیبہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حقِ نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے . (تاریخ الخلفائ و تاریخ طبری(

آپ کے قتل پر شعرائ نے مرثیے کہے . سردستِ ابو ہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے

«لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے , لیکن مجھے برابر کے دو صدمے ہیں ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا , اور

Presented by www.ziaraat.com

دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا .

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المومنین کا موقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر اُبھار رہی تھی, اور نہ اس گروہ میں لائے جا سکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا. بیشک جہاں تک حالات اجازت دیتے رہے , وہ ان کے بچاؤ کی صورتیں انہیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے , وہ عملاً کی انہیں جاتا , تو آپ اپنا دامن بچا کر الگ ہر گئے .

جب دونوں فریق کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا تھا, ان میں اُم المومنین عائشہ اور روایاتِ جمہور کے مطابق عشرہ مبشرہ بقیہ اہلِ شوریٰ , انصار و مہاجرین اوّلین اصحابِ بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہ؛ خلافت کے چند غلام اور بنی اُمیہ کی چند فرویں دکھا ئی دیتی ہیں.اگر مروان و سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مہاجرین اوّلین پر فوقیت نہیں دی جا سکی , تو پھر صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہو گی .

خطبہ ۱۳

جب جنگ, جمل شروع ہونے سے پہلے حضرت نے ابن عباس کو زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں اطاعت کی طرف پلٹائیں, تو اس موقعہ پر ان سے فرمایا .

طلحہ سے ملاقات نہ کرنا. اگر تم اس سے ملے , تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤ گے . جس کے سینگ کانوں کی طرف مڑے ہوئے ہوں. وہ منہ زور سواری پر سوار ہوتا ہے اور پھر کہتا یہ ہے کہ یہ رام کی ہوئی سواری پر سوار ہوتا ہے اور پھر کہتا یہ ہے کہ یہ رام کی ہوئی سواری ہے بلکہ تم زبیر سے ملنا اس لئے کہ وہ نرم طبیعت ہے اور اس سے یہ کہنا کہ تمہارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو مجھ سے جان پہنچا ن رکھتے تھے اور یہاں عراق میں آ کر بالکل اجنبی بن گئے . آخر اس تبدیلی کا کیا سبب ہے . علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا آخری جملہ « فما عدا ممابدا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تبدیلی کا کیا سبب ہوُا. سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے سنا گیا ہے .

خطبہ ۲۳

اے لوگو! ایک ایسے کج رفتار زمانہ اور ناشکر گذار دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس میں نیکو کار کو خطا کار سمجھا جاتا ہے , اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے . جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں , ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے , انہیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی, ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے . (اس زمانے کے) لوگ چار طرح کے ہیں . کچھ وہ ہیں جنہیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت ہونا , ان کی دھار کا کند ہونا. اور ان کے پاس مال کا

Presented by www.ziaraat.com

حاکم ہونا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تلواریں سونتے ہوئے علانیہ شر پھیلا رہے ہیں اور انہوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع کر رکھے ہیں . صرف کچھ مال بٹورنے کسی دستہ کی قیادت کرنے , یا منبر پر بلند ہونے کے لئے انہوں نے اپنے نفسوں کو وقف کر دیا ہے اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے کتنا ہی بُرا سودا ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے یہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لو. اور کچھ لوگ وُہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے بھی آخرت کا بنانا مقصود رکھیں . یہ اپنے اوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں. آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اوپر کی طرف سمیٹتے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ انہیں امین سمجھ لیں . یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اٹھا کر اس کا گناہ کرتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں ان کے نفسوں کی کمزوری اور سازو سامان کی نافراہمی ملک گیری کے لئے اٹھنے نہیں دیتی. ان حالات نے انہیں ترقی و بلندی حاصل کرنے سے درماندہ و عاجز کر دیا ہے . اس لئے قناعت کے نام سے انہوں نے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے کو سج لیا ہے . حالانکہ انہیں ان چیزوں سے کسی وقت کبھی کوئی لگاؤ نہیں رہا. اس کے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے جن کی آنکھیں آخرت کی یاد اور حشر کے خوف سے جھکی ہوئی ہیں . جو دنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں . اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں , اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا ان کے منہ باندھ دیئے گئے ہیں . کچھ خلوص سے دُعائیں مانگ رہے ہیں کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں. جنہیں خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خستگی و درماندگی ان پر چھائی ہوئی ہے وہ ایک شور دریا میں ہیں. (کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر وہ پیاسے ہیں) ان کے منہ بند اور دل مجروح ہیں. انہوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا, بجھایا, کہ وہ اکتا گئے اور اتنا ان پر جبر کیا گیا کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کئے گئے کہ ان میں (نمایاں) کمی ہوگئی . اس دنیا کو تمہاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور ان کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیئے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کر لو. اس سے قبل کہ تمہارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں اور اس دنیا کی بُرائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو. اس لئے کہ اس نے آکر میں ایسوں سے قطع تعلق کر لیا جو تم سے زیادہ اس کے والہ و شبدا تھے .

سید رضی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اپنی لاعلمی کی بنائی پر اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ امیر المومنین علی السلام کا کلا م ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں. بھلا سونے کی متی سے کای نسبت اور شیریں پانی کو شور پانی سے کیا ربط . چنانچہ اس وادی میں راہ دکھانے والے ماہرِ فن اور پرکھنے والے با بصیرت عمرو ابن بحر جا حظ نے اس کی خبر دی ہے , اور اپنی کتاب »البیان والتبین میں اس کا ذکر کیا ہے اور ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے , جنہوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کی اہے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ کلام علی علیہ السلام کے کلام سے ہُو بہُو ملتا جلتا ہے اور اس میں جو لوگوں کی تقسیم اور ان کی ذلت و پستی اور خوف و ہراس کی حالت بیان کی ہے , یہ آپ ہی کے مسلک سے میل کھاتی ہے . ہم نے تو کسی حالت میں بھی معاویہ کو زاہدوں کے انداز اور عابدوں کے طریقہ پر کلام کرتے ہوئے نہیں پایا .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۳۳

امیر المومنین جب اہل بصرہ سے جنگ کے لئے نکلے تو عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں مقامِ ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنا جوتا ٹانک رہے ہیں. (مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابنِ عباس اس جوتے کی کیا قیمت ہو گی ?) میں نے کہا کہ اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہو گی, تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پیش نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا ہو تو تُم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے. پھر آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں میں یہ خطبہ دیا .

اللہ نے محمد کو اس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار. آپ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اتارا , اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا. یہاں تک کہ ان کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے . خدا کی قسم ! میں بھی ان لوگوں میں تھا جو اس صورتِ حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے . یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہر گیا. میں نے (اس کام میں) نہ کمزوری دکھا ئی نہ بزدلی سے کام لیا. اور اب بھی میرا اقدام ویسے ہی مقصد کے لئے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلے سے نکال لُوں. مجھے قریش سے وجہ نزاع ہی اور کیا ہے . خدا کی قسم! میں نے تو ان سے جنگ کی , جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آ چکے ہیں اور جس شان سے مَیں کل اُن کا مدّ مقابل رہ چکا ہوں, ویسا ہی آج ثابت ہوں گا .

خطبہ ۳۴

لوگوں کو اہلِ شام سے آمادہ جنگ کرنے کے لئے فرمایا .

حیف ہے تم پر, میں تو تمہیں ملامت کرتے کرتے بھی اُکتا گیا ہوں کیا تمہیں آخرت کے بدلے دنیوی زندگی اور عزت کے بدلے ذلّت ہی گوارا ہے ? جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کے لئے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو اور جان کنی کی غفلت اور مدہوشی تم پر طاری ہے میری باتیں جیسے تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتیں, تو تم ششدر رہ جاتے ہو. معلوم ہوتا ہے . جیسے تمہاری دل و دماغ پر دیوانگی کا اثر ہے کہ تم کچھ عقل سے کام نہیں لے سکتے . تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے اپنا اعتماد کھو چکے ہو. نہ تم کوئی قوی سہارا ہو کہ تم پر بھروسہ کر کے دشمنوں کی طرف رُخ کیا جائے . اور نہ تم عزت و کامرانی کے وسیلے ہو ,کہ تمہاری ضرورت محسوس ہو, تمہاری مثال تو ان اونٹوں کی سی ہے . جن کے چرواہے گُم ہو گئے ہوں, اگر انہیں ایک طرف سے سمیٹا جائے , تو دوسری طرف سے تِتر بتر ہو جائیں گے . خدا کی قسم تم جنگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے بہت بُرے ثابت ہوئے ہو. تمہارے خلاف سب تدبیریں ہوا کرتی ہیں اور تم دشمنوں کے خلاف کوئی تدبیر نہیں کرتے . تمہارے) شہروں کے) حدود (دن بہ دن) کم ہوتے جا رہے ہیں . مگر تمہیں غصہ نہیں آتا. وہ تمہاری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے , اور تم ہو کہ غفلت میں سب کچھ بھولے ہوئے ہو .خدا کی قسم ایک دوسرے پر ٹالنے والے ہارا ہی کرتے ہیں. خدا کی قسم میں تمہارے متعلق یہ گمان رکھتا ہوں کہ اگر جنگ زور پکڑ لے اور موت کی گرم بازاری ہو, تو تم ابن ابی طالب

Presented by www.ziaraat.com

سے اس طرح کٹ جاؤ گے, جس طرح بدن سے سَر (کہ دوبارہ پلٹنا ممکن ہی نہ ہو (جو شخص کہ اپنے دشمن کو اس طرح اپنے پر قابو دے دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت تک اڑا ڈالے, اور ہڈیوں کو توڑ دے, اور کھال کو پارہ پارہ کردے, تو اس کا عجز انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور سینے کی پسلیوں میں گھرا ہوا (دل) کمزور و ناتواں ہے. اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو تو ہوا کرو. لیکن میں تو ایسا اس وقت تک نہ ہونے دوں گا. جب تک مقام مشارف کی (تیز دھار) تولاریں چلا نہ لوں کہ جس سے سَر کی ہڈیوں کے پرخچے اڑ جائیں, اور بازو اور قدم کٹ کٹ کر گرنے لگیں. اس کے بعد جو اللہ چاہے, وہ کرے.

اے لوگو! ایک تو میرا تم پر حق ہے, اور ایک تمہارا مجھ پر حق ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی پیشِ نظر رکھوں اور بیت المال سے تمہیں پورا پورا حصہ دوں اور تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمہیں تہذیب سکھاؤں, جس پر تم عمل کرو او رمیرا تُم پر یہ حق ہے کہ بیعت کی ذمہ داریوں کو پورا کرو, اور سامنے او رپسِ پشت خیر خواہی کرو, جب بلاؤں تو میری صدا پر لبیک کہو, اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو.

یہ جملہ ایسی علٰیحدگی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے بعد پھر مل بیٹھنے کی کوئی آس نہ رہے. صاحبِ درہ نجفیہ نے اس کی توجیہ میں چند اقوال نقل کئے ہیں:

)الف) ابنِ درید کا قول یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سَر بدن سے کٹ جاتا ہے, تو پھر اس کا جڑنا ناممکن ہوتا ہے. یُونہی تم ایک دفعہ ساتھ چھوڑنے کے بعد پھر مجھ سے نہ مل سکو گے.

)ب) مفضل کا قول ہے کہ راس (سَر (ایک شخص کا نام تھا اور شام کا ایک گاؤں » بیت الراس اسی کے نام پر ہے جو اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا. اور پھر پلٹ کر اپنے گاؤں میں نہ آیا. جس سے یہ کہاوت چل نکلی, کہ تم تو یوں گئے جس طرح راس گیا تھا.

)ج) ایک معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر کی ہڈیوں کے جوڑ الگ الگ ہو جائیں تو پھر آپس میں جڑا نہیں کرتے, یُونہی تم مجھ سے کٹ کر پھر نہ جڑ سکو گے.

)د) یہ بھی کہا گیا ہے کہ جُملہ »الفرجتم عنی راسا (یعنی تم پورے طور پر مجھے سے الگ ہو جاؤ گے) کے معنی میں ہے.

شارح معتزلی نے یہ معنی قطب الدین راوندی کی شرح سے نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہیں. کیونکہ راس جب کلیتہً کے معنی میں آتا ہے, تو اس پر الف لام داخل نہیں ہوا کرتا.

)ڈ) اس کے یہ معنی بھی کئے جاتے ہیں کہ تم مجھ سے اس طرح دامن چھڑا کر چلتے بنو گے, جس طرح کوئی سر بچا رک بھاگ کھڑا ہوتا ہے. اس کے علاوہ ایک آدھ معنی اور بھی کہے گئے ہیں مگر بعید ہونے کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے.

سب سے پہلے اس کا استعمال حکیم عرب اکثم ابنِ صیفی نے اپنے بچوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے کیا. چنانچہ اس کا قول ہے کہ::

بیٹو! سختی کے وقت ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا, ورنہ پھر کبھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکو گے.

Presented by www.ziaraat.com

تحکیم کے بعد فرمایا:.

)ہر حالت میں) اللہ کے لئے حمدو ثنا رہے . گو زمانہ (ہمارے لیے) جانکاہ مصیبتیں اور صبر آزمان حادثے لے آیا ہے . میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتاؤ لا شریک ہے . اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد اس کے عبد اور رسول ہیں.

)تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ (مہربان , باخبر اور تجربہ کا رناصح کی مخالفت کا ثمرہ , حسرت و ندامت ہوتا ہے میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنا فرمان سُنا دیا تھا , اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ تمہارے سامنے رکھ دیا تھا. کاش کہ »قصیر کا حکم مان لیا جاتا . لیکن تُم تو تُند خو مخالفین اور عہد شکن نافرمانوں کی طرح انکار پر تُل گئے . یہاں تک کہ ناصح خود اپنی نصیحت کے متعلق سوچ میں پڑ گیا , اور طبیعت اس چقماق کی طرح بجھ گئی کہ جس نے شعلے بھڑکانا بند کر دیا ہو میرے اور تمہاری حالت شاعر بنی ہوازان کے اس قول کے مطابق ہے .

میں نے مقامِ منعرج اللوی (ٹیلے کا موڑ) پر تمہیں اپنے حکم سے آگاہ کیا(گو اس وقت تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا) لیکن دوسرے دن کی چاشت کو میری نصیحت کی صداقت دیکھ لی .

شرح خطبہ

جب اہل عراق کی خونریز تلواروں سے شامیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور لیلۃ الھریر کے تابڑ توڑ حملوں نے ان کے حوصلے پست اور وَلوے ختم کر دیئے تو عمرو بن عاص نے معاویہ کو یہ چال سُوجھائی کہ قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اسے حَکَم ٹھہرانے کا نعرہ لگایا جائے. جس کا اثر یہ ہو گا کہ کچھ لوگ جنگ کو رکوانا چاہیں گے اور کچھ جاری رکھنا چاہیں گے اور ہم اس طرح ان میں صھوٹ ڈلوا کر جنگ کو دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کرا سکیں گے. چنانچہ قرآن نیزوں پر بلند کئے گئے . اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سر پھروں نے شورو غوغا مچا کر تمام لشکر میں انتشار و برہمی پیدا کر دی , اور دادہ لوح مسلمانوں کی سرگرمیاں فتح کے قریب پہنچ کر دھیمی پڑ گئیں اور بے سوچے سمجھے پکارنے لگے کہ ہمیں جنگ پر قرآن کے فیصلے کو ترجیح دینا چاہیے . امیر المومنین علیہ السّلام نے جب قرآن کو آلہ کا ربنتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے لوگو! اس کمرو فریب میں نہ آؤ. یہ صرف شکست کی رو سیاہیوں سے بچنے کے لئے چال چل رہے ہیں . میں ان میں سے ایک ایک کی سیرت کو جانتا ہوں. نہ یہ قرآن والے ہیں, اور نہ دین و مذہب سے انہیں‌کوئی لگاؤ ہے . ہمارے جنگ کرنے کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کو مانیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں . خدا کے لئے ان کی فریب کاریوں میں نہ آؤ. عزم و ہمت کے ولولوں کے ساتھ آگے بڑھو اور دم توڑتے ہوئے دشمن کو ختم کر کے دم لو. مگر باط کا صر فریب حربہ چل چکا تھا, لوگ طغیان و سرکشی پر اُتر آئے . سور ابن فد کی تمیمی اور زید ابنِ حصین طائی دونوں بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے , اور امیر المومنین سے کہا کہ اے علی ! اگر آپ نے قرآن کی آواز پر لبیک نہ کہی , تو پھر ہم آ کا وہی حشر کریں گے جو عثمان کا کیا تھا. آپ فوراً جنگ ختم کرائیں اور قرآن کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں . حضرت نے بہت سمجھانے بجھانے کی کوشش کی , لیکن شیطان قرآن کا جامہ پہننے ہوئے سامنے کھڑا تھا. اس نے ایک نہ چلنے دی. اور ان لوگوں نے امیرالمومنین کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی کو بھیج کر مالک اشتر کو میدانِ جنگ سے واپس لوٹا میں‌. حضرت نے لاچار ہر کر یزید ابنِ ہانی کو مالک کے بُلانے کے لئے بھیجا. مالک نےجب یہ حکم سنا تو وہ چکرا سے گئے اور کہا کہ ان سے کہیے کہ یہ موقعہ مورچہ سے الگ ہونے کا نہیں ہے . کچھ دیر توقف فرمائیں تو میں نوید فتح لے کر حاضرِ خدمت ہوتا ہوں. یزید ابن ہانی نے پلٹ کر یہ پیغامِ دیا تو لوگوں نے غُل مچایا کہ آپ نے چپکے سے انہیں جنگ پر جمے رہنے کے لئے کہلوا بھیجا ہے . حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کا موقعہ کہاں ملا ہے کہ میں علٰیحدگی میں اسے کوئی پیغام دیتا. جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے . لوگوں نے کہا آپ اسے دوبارہ بھیجیں اور اگر مالک نے آنے میں تاخیر کی, تو پھر آپ اپنی جان سے ہاتھ دھو لیں . حضرت نے ہانی کو پھر روانہ کیااور کہلوا بھیجا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے . جس حالت میں‌ہو فوراً آؤ. چنانچہ ہانی نے مالک سے جا کر کہا کہ تمہیں فتح عزیز ہے یا امیرالمومنین کی جان! اگر ان کی جان عزیز ہے , تو جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ اور ان کے پاس پہنچو. مالک فتح کی کامرانیوں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حسرت داندوہ لئے ہوئے حضرت کی خدمت میں پہنچے, وہاں ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا. آپ نے لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا. مگر حالات اس طرح پلٹا کھا چکے تھے کہ انہیں سدھارا نہ جا سکتا تھا .

اب یہ طے پایا کہ دونوں فریق میں سے ایک ایک حَکَم منتخب کر لیا جائے تاکہ وہ قرآن و سنت کے مطابق خلافت کا فیصلہ کریں. معاویہ کی طرف سے عمرو ابنِ عاص قرار پایا , اور حضرت کی طرف سے لوگوں نے ابو مُوسیٰ اشعری کا نام پیش کیا . حضرت نے اس غلط انتخاب کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم نے تحکیم کے بارے میں میرا حکم نہیں مانا, تو اتنا تو کرو کہ اس (ابو موسیٰ) کو حَکَم نہ بناؤ. یہ بھروسے کا آدمی نہیں ہے . یہ عبداللہ ابن عباس ہیں, یہ مالک اشتر ہیں. ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو. مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور اسی کے نام پر اَڑ گئے . حضرت نے فرمایا کہ اچھا جو چاہو کرو. اور وُہ بدن دُور نہیں ہے کہ اپنی بے راہ رویوں پر اپنے ہاتھ کاٹو گے .

حَکَمین کی نامزدگی کے بعد جب عہد لکھا جانے لگا, تو علی ابنِ ابی طالب کے نام کے ساتھ امیر المومنین لکھا گیا . عمرو ابنِ عاص نے کہا کہ اس لفظ کو مٹا دیا جائے . اگر ہم انہیں امیر المومنین سمجھتے ہوتے, تو یہ جنگ ہی کیوں لڑی جاتی . حضرت

Presented by www.ziaraat.com

نے پہلے تو اسے مٹانے سے انکار کیا اور جب وہ کسی طرح نہ مانے , تو اسے مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کے واقعہ سے بالکل ملتا جلتا ہے کہ جب کفار اس پر اَڑ گئے تھے کہ پیغمبر کے نام کے ساتھ رسول اللہ کی لفظ مٹا دی جائے اور پیغمبر نے اسے مٹا دیا. اس پر عمرو ابن عاص نے بگڑ کر کہا کہ کیا آپ ہمیں کفار کی طرح سمجھتے ہیں. حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کس دن ایمان والوں سے لگاؤ رہا ہے , اور کب ان کے ہمنوا رہے ہو؟ بہر صورت اس قرار داد کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ان دونوں حکموں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں . جب اس کے اعلان کا وقت آیا, تو عراق اور شام کے درمیان مقام دومۃ الجندل میں اجتماع ہوا اور یہ دونوں حَکَم بھی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنانے کے لئے پہنچ گئے . عمرو ابن عاص نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ابو موسیٰ سے کہا کہ میں آپ پر سبقت کرنا سوئِ اَدب سمجھتا ہوں. آپ سنِ وصال کے لحاظ سے بزرگ ہیں لہٰذا پہلے آپ اعلان فرمائیں . چنانچہ ابُو موسیٰ تانتے میں آگئے اور جھوُمتے ہوئے مجمع کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے مسلمانوں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے اور انتخاب, خلافت کا حق مسلمانوں کو دیدیا جائے , وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں (اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے) اب عمرو ابنِ عاص کی باری آئی اور اس نے کہا کہ اسے مسلمانو! تم نے سن لیا ہے کہ ابُو موسیٰ نے علی ابنِ ابی طالب کو معزول کر دیا ہے . میں بھی اس سے متفق ہوں. رہا معاویہ تو اس کے معزول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا, لہذا مَیں اسے اس جگہ پر نصب کرتا ہوں .یہ کہنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا. ابو موسیٰ بہت چیخے چلائے کہ یہ دھوکا ہے فریب ہے اور عمرو ابنِ عاص سے کہا کہ تم نے چالبازی سے کام لیا اور تمہاری مثال اس کتے کی سی ہے کہ جس پر کچھ لادو . جب ہانپے گا چھوڑ دو جب ہانپے گا . عمرو ابنِ عاص نے کہا کہ تمہاری مثال اس گدھے کی سی ہے , جس پر کتابیں لدی ہوں . غرض عمرو ابنِ عاص کی چالاکی کام کر گئی اور معاویہ کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے .

یہ تھا اس تحکیم کا مختصر سا خاکہ جس کی اساس قرآن و سنت کو قرار دیا گیا تھا . مگر کیا یہ قرآن و سنت کا فیصلہ تھا, یا ن فریب کاریوں کا نتیجہ کہ جو دنیا والے اپنے اقتدار کو برقرا رکھنے کے لئے کام میں لایا کرتے ہیں . کاش کہ تاریخ کے ان اوراق کو مستقبل کے لئے مشعلِ راہ بنایا جائے , اور قرآن و سنت کو آڑ بنا کر حصول, اقتدار کا زریعہ اور دنیا طلبی کا وسیلہ نہ بننے دیا جائے .

امیرالمومنین علیہ السلام کو جب تحکیم کے اس افسوس ناک نتیجہ کی اطلاع ملی, تو آپ منبر پر تشریف لائے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اندوہ و قلق جھلک رہا ہے اور ساتھ ہی آپ کی صحت , فکرو نظر, اصابتِ رائے اور دُور رس بصیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے .

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کسی نصیحت کرنے والے کی بات ٹھکرا دی جائے اور بعد میں پچھتایا جائے . اس کا واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جذیمہ ابرش نے جزیرہ کے تاجدار عمرو ابن طرب کو قتل کر دیا جس کے بعد اس کی بیٹی زبار جزیرہ کی حکمران قرار پائی . اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے انتقام لینے کی یہ تدبیر کی کہ جذیمہ کو پیغام بھیجا کہ میں تنہا امور سلطنت کی انجام دہی نہیں کر سکتی . اگر تم مجھے اپنے حبالہ عقد میں لے کر میری سر پرستی کرو تو میں شکر گزار رہوں گی . جذیمہ اس پیش کش پر صھولا نہ سمایا, اور ہزار سوار ہمراہ لے کر جزیرہ جانے کیلئے آمادہ ہو گیا . اس کے غلام قصیر نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے . اس خطرے میں اپنے باپ کے قاتل ہی کو کیوں منتخب کیا ہے . بہر صورت یہ چل کھڑا ہوا. اور جب حدودِ جزیرہ میں پہنچا تو گوز با ئی کا لشکر استقبال کے لیے موجود تھا, مگر نہ اس نے کوئی خاص آؤ بھگت کی , نہ پُرتپاک خیر مقدم کیا.یہ رنگ دیکھ کر قصیر کا پھر ماتھا ٹنکا , اور اس نے جذیمہ سے پلٹ جانے کا کہا . مگر منزل کے قریب پہنچ کر آتشِ شوق اور بھڑک اٹھی تھی . اس نے پرواہ نہ کی اور قدم بڑھا کر شہر کے اندر داخل ہو گیا , وہاں پہنچتے ہی قتل کر ڈالا گیا. قصیر نے یہ دیکھا تو کہا لوکان یطاع لقصیر امر (کاش قصیر کی بات مان لی ہوتی) اور اس وقت سے یہ مثل چل نکلی .

شاعر بنی ہوازن سے مراد دُرید ابنِ صمّہ ہے اور یہ شعر اس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن صمّہ کے مرنے کے بعد کہا. جس کا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ اپنے بھائی کے ہمراہ بنی بکر ابن ہوازن پر حملہ آور ہوا اور ان کے بیت سے اونٹ ہنکا لایا . واپسی پر جب مقام منعرج اللوی میں سستانے کا ارادہ کیا تو درید نے کہا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے . ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے دشمن ٹوٹ پڑے. مگر عبداللہ نہ مانا اور وہاں ٹھہر گیا . جس کا نتیجہ یہ ہوا صبح ہوتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا اور عبداللہ کو وہیں پر قتل کر دیا. دُرید کے بھی زخم آئے . لیکن وہ بچ نکلا اور اس کے بعد چند اشعار کہے ان میں سے ایک شعر یہ ہے جس میں اس کی رائے کے ٹھکرا دیئے جانے سے جو تباہی آئی تھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے.

خطبہ ۶۳

اہل, نہروان کو ان کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا :.

Presented by www.ziaraat.com

میں تمہیں متنبّہ کررہا ہوں کہ تم لوگ اس نہر کے موڑوں اوراس نشیب کی ہموار زمینوں پر قتل ہو ہوکر گرے ہوئے ہو گے . اس عالم میں کہ نہ تمہارے پاس اللہ کے سامنے (عذر کرنے لے لیے) کوئی واضح دلیل ہو گی نہ کوئی روشن ثبوت. اس طرح کہ تم اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے اور پھر قضائے الٰہی نے تمہیں اپنے پھندے میں جکڑ لیا. میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس تحکیم سے روکا تھا. لیکن تم نے میرا حکم ماننے سے مخالف پیمان شکنوں کی طرح انکار کر دیا . یہاں تک کہ (مجبوراً) مجھے بھی اپنی رائے کو ادھر موڑنا پڑا جو تم چاہتے تھے. تم ایک ایسا گروہ ہو جن کے افراد کے سَر عقلوں سے خالی , اور فہم و دانش سے عاری ہیں. خدا تمہارا بُرا کرے میں نے تمہیں نہ کسی مصیبت میں پھنسایا ہے , نہ تمہارا بُرا چاہا تھا .

شرح خطبہ

جنگِ نہروان کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تحکیم کی قرارداد کے بعد امیرالمومنین علیہ السّلام کوفہ کی طرف پلٹ رہے تھے , تو لوگ تحکیم کے منوانے میں پیش پیش تھے , یہ کہنے لگے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو حکم ٹھہرانا کفر ہے , اور معاذا للہ امیر المومنین علیہ السّلام تحکیم کو مان کر کافر ہو گئے ہیں .چنانچہ انہوں نے »لاحکم الا اللہ (حکم اللہ کے لئے مخصوص ہے) کو غلط معنی پہنا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور امیر المومنین سے کٹ کر کوفہ کے قریب مقامِ حرورائ میں ڈیرے ڈال دیئے . امیر المومنین کو ان ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو آپ نے صعصعہ ابنِ صوحان اور زیاد ابنِ نضر حارثی کو ابنِ عباس کے ہمراہ ان کی طرف روانہ کیا اور بعد میں خود ان کی قیام گاہ تک تشریف لے گئے , اور انہیں سمجھا بُجھا کر منتشر کر دیا .

جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیرالمومنین علیہ السّلام نے تحکیم کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور وہ پھر سے شامیوں کے مقابلہ کے لئے آ‌اادہ ہیں. حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کی تردید فرمائی جس پر یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغداد سے بارہ میل کے فاصلہ پر نہر فاصلہ پر نہر کے نشیبی حصہ کہ جسے » نہروان کہا جاتا ہے پڑاؤ ڈال دیا .

ادھر امیر المومنین علیہ السّلام تحکیم کا فیصلہ سُن کر سپاہ؛ شام سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور خوارج کو تحریر کیا کہ حکیمین نے کتاب و سنت کے بجائے خواہشِ نفسانی سے کام لیتے ہوئے جو فیصلہ کیا ہے وہ ہمیں منظور نہیں. لہذا ہم نے ان سے لڑنے کی ٹھان لی ہے . تم بھی ہمارا ساتھ دو تا کہ دشمن کی سرکوبی کی جائے . مگر خوارج نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ نے جب تحکیم مان لی تھی , تو آپ ہمارے نزدیک کافر ہو گئے تھے . اب اگر آپ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کریں تو ہم اس معاملہ میں غور کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے . حضرت نے ان کے جواب سے سمجھ لیا کہ ان کی سرکشی و گمراہی بہت شدید ہو گئی ہے . اب ان سے کسی قسم کی امید رکھنا بیکار ہے . لہٰذا آپ نے انہیں نظر انداز کر کے شام کی طرف کوچ کرنے کےلئے وادی نخیلہ میں پڑاؤ ڈال دیا. جب لشکر ترتیب دیا جا چکا, تو حضرت کو معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اہل نہروان سے نپٹ لیں اور بعد میں شام کا رخ کریں. مگر حضرت نے فرمایا کہ ابھی ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ

Presented by www.ziaraat.com

دو, پہلے شام کی طرف بڑھو, اور پھر انہیں دیکھ لیا جائے گا. لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہر حکم کے لئے بدل و جان حاضر ہیں. خواہ اِدھر چلئے یا ادھر چلئے لیکن ابھی لشکر نے حرکت نہ کی تھی, کہ خوارج کی شورش انگیزیوں کی خبریں آنے لگیں اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عامل نہروان عبداللہ ابن خباب اوران کی کنیز کو اس بچے سمیت جو اس کے شکم تھا , ذبح کر ڈالا ہے. اور بنی طَے کی تین عورتوں اور ام سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا ہے. امیر المومنین نے حارث ابن مرہ کو تحقیق, حال کے لیے روانہ کیا. لیکن یہ بھی ان کے ہاتھ سے مارے گئے. جب ان کی شورش انگیزیاں اس حد تک بڑھ گئیں , تو انہیں جھنجھوڑنا ضروری ہو گیا. چنانچہ لشکر نے نہروان کا رُخ کر لیا, اور وہا ں پہنچ کر حضرت نے انہیں کہلوا بھیجا کہ جن لوگوں نے عبداللہ ابن خباب اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا ہے. انہیں ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم اُن سے خون کا قصاص لیں. مگر اُن لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب نے مل کر اُن کو مارا ہے, اور ہمارے نزدیک تم سب کا خون مباح ہے. اس پر بھی امیرالمومنین نے جنگ میں پہل نہ کی. بلکہ حضرت ابوایوب انصاری کو پیغامِ امن دے کر اُن کی طرف بھیجا. چنانچہ اُنہوں نے پکار کر اُن سے کہا کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا یا اس جماعت سے کٹ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے گا, اس کے لیے امان ہے اور اُس سے کوئی باز صرس نہیں کی جائے گی .چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ فردہ ابنِ نوفل اشجعی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس بنیاد پر امیرالمومنینعلیہ السّلام سے آمادہ پیکار ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر پانچ سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گئے اور یونہی لوگ گروہ در گروہ چھٹنا شروع ہو گئے اور کچھ لوگ امیرالمومنینعلیہ السّلام سے آملے, جو لوگ باقی رہ گئے اُن کی تعداد چار ہزار تھی. (طبری کی روایت کی بنائ پر دوہزار آٹھ سو تھی). یہ لوگ کسی صورت میں دعوتِ حق کی پکار سننے کے لیے تیار نہ تھے اور مرنے مارنے پر اُتر آئے تھے. حضرت نے اپنی فوج کو پہل کرنے سے روک رکھا تھا. مگر خوارج نے کمانوں میں تیر جوڑ لیے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر پھینک دیں. حضرت علیہ السّلام نے اس موقعہ پر بھی جنگ کے ہولناک نتائج اور اس کے انجامِ بد سے انہیں آگاہ کیا, اور یہ خطبہ بھی اسی زجروتوبیخ کے سلسلہ میں ہے. لیکن وہ اس طرح جوش میں بھرے بیٹھے تھے کہ یک لخت سپاہ
امیرالمومنینعلیہ السّلام پر ٹوٹ پڑے. یہ حملہ اتنا بے پناہ تھا کہ پیداوں کے قدم اُکھڑ گئے. لیکن پھر اس طرح جمے کہ تیروسنان کے حملے انہیں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارج کا اس طرح صفایا کیا کہ نو آدمیوں کے علاوہ کہ جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی, ایک متنفّس بھی زندہ نہ بچا. امیرالمومنین ع کے لشکر میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے. یہ جنگ ۹ صفر ۳۸ ھ میں واقع ہوئی.

خطبہ ۳۷

میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیئے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرات نہ رکھتے تھے. اور اُس وقت سر اٹھا کر سامنے آیا. جب کہ دوسرے گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اس وقت نورِ خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا, جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے, گومیری آواز ان سب سے دھیمی تھی. مگر سبقت و

Presented by www.ziaraat.com

پیش قدمی میں میں سب سے آگے تھا. میرا اس تحیک کی باگ تھامنا تھا , کہ وہ اڑسی گئی. اور میں صاف تھا جو اس میدان میں بازی لے گیا. معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ جسے نہ تند ہوائیں جنبش دے سکتی ہیں, اور نہ تیز جھکڑ اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں. کسی کے لیے بھی مجھ میں عیب گیری کا موقع اور حرف گیری کی گنجائش نہ تھی. دبا ہوا میری نظروں میں طاقتور ہے. جب تک کہ میں اس کا حق دلوانہ دوں اور طاقت ور میرے یہاں کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق دلوا نہ لوں. ہم قضائے الٰہی پر راضی ہو چکے ہیں اور اُسی کو سارے امور سونپ دیئے جائیں. کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں. خدا کی قسم میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی, تو اب آپ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا. میں نے اپنے حالات پر نظر کی, تو دیکھا کہ میرے لیے ہر قسم کی بیعت سے اطاعتِ رسول مقدم تھی اور ان سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا جو امیری گردن میں تھا .

خطبہ ۸۳

شبہ کو شبہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شباہت رکھتا ہے, تو جو دوستانِ خدا ہوتے ہیں, ان کے لیے شبہات (کے اندھیروں (میں یقین اُجالے کا اور ہدائت کی سمت رہنما کا کام دیتی ہے. اور جو دشمنانِ خدا ہیں وہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں, اور کوری و بےبصری ان کی رہبر ہوتی ہے. موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا .

خطبہ ۹۳

میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں. بلاتا ہوں, تو آواز پر لبیک نہیں کہتے. تمہارا بُرا ہو. اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے. کیا دین تمہیں ایک جگہ اکھٹا نہیں کرتا اور غیرت و حمیت تمہیں جوش میں نہیں لاتی ?میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کے لیے پکارا ہوں, لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو, نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو یہاں تک کہ ان نافرمانیوں کے بُرے نتائج کھل کر سامنے آجائیں. نہ تمہارے ذریعے خون کا بدلا لیا جا سکتا ہے, نہ کسی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے. میں نے تم کو تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کے لیے پکارا تھا. مگر تم اس اونٹ کی طرح بلبلا نے لگے. جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو, اور اس لاغر کمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے جس کی پیٹھ زخمی ہو پھر میرے پاس تم لوگوں کی ایک چھوٹی سی متزلزل و کمزور فوج آئی. اس عالم میں کہ گویا اسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جارہا ہے.

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں جو لفظ ٠متذاےب٠ آیا ہے, اس کے معنی مضطرب کے ہیں. جب ہوائیں بل کھاتی ہوئی چلتی ہیں, تو عرب اس موقعہ پر ٠تذائبت الریح ٠ بولتے ہیں اور بھیڑیئے کو بھی ذئب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی چال

Presented by www.ziaraat.com

میں ایک اضطرابی کیفیت ہوتی ہے.معاویہ نے مقامِ مین التمر پر دھاوا بولنے کے لیے دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نعمان ابنِ بشیر کی سر کردگی میں بھیجا. یہ جگہ کوفہ کے قریب امیرالمومنین کا ایک دفاعی مورچہ تھی. جس کے نگران مالک ابن کعب ارحبی تھے. گو ان کے ماتحت ایک ہزار جنگجو افراد تھے. مگر اس موقعہ پر صرف سو۱۰۰ آدمی وہاں موجود تھے. جب مالک نے حملہ آور لشکر کو بڑھتے دیکھا تو امیرالمومنینعلیہ السّلام کو کمک کے لیے تحریر کیا جب امیرا لمومنینعلیہ السّلام کو یہ پیغام ملا ہے, تو آپ نے لوگوں کو ان کی امداد کے لیے کہا, مگر صرف تین سو آدمی آمادہ ہوئے. جس سے حضرت بہت بد دل ہوئے اور انہیں زجرو توبیخ کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا. حضرت خطبہ دینے کے بعد جب مکان پر پہنچے, تو عدی ابن حاتم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا امیرالمومنینعلیہ السّلام میرے ہاتھ میں بنی طے کے ایک ہزار افراد میں اگر آپ حکم دیں تو انہیں روانہ کر دوں؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دشمن کے سامنے ایک ہی قبیلہ کے لوگ پیش کیے جائیں. تم وادی نخیلہ میں جا کر لشکر بندی کرو. چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی, تو بنی طے کے علاوہ ایک ہزار اور جنگ آزما جمع ہو گئے. یہ ابھی کوچ کیتیاریکر ہی رہے تھے کہ مالک ابنِ کعب کا پیغام آ گیا کہ اب مدد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا ہے.

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مالک نے عبداللہ ابن جوزہ کو قرظہ ابنِ کعب اور مخنف ابنِ سلیم کے پاس دوڑا دیا تھا کہ اگر کوفہ سے مدد آنے میں تاخیرہو تو یہاں سے بروقت امداد مل سکے. چنانچہ عبداللہ دونوں کے پاس گیا مگر قرظہ سے کوئی امداد نہ مل سکی. البتہ مخنف ابنِ سلیم نے پچاس آدمی عبدالرحمن ابنِ مخنف کے ہمراہ تیار کیے, جو عصر کے قریب وہاں پہنچے. اس وقت تک یہ دو ہزار آدمی مالک کے سو آدمیوں کو پسپا نہ کر سکے تھے. جب نعمان نے ان پچاس آدمیوں کو دیکھا, تو یہ خیال کیا کہ اب ان کی فوجیں آنا شروع ہو گئی ہیں. لہذا وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا. مالک نے ان کے جاتے جاتے بھی عقب سے حملہ کر کے ان کے تین آدمیوں کو مار ڈالا.

خطبہ ۴۰

جب آپعلیہ السّلام نے خوارج کا قول لاحکم الا للہ (حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا:.

یہ جملہ تو صیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں, وہ غلط ہے. ہاں بیشک حکم اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے. مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی. حالانکہ لوگوں کے لیے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے. خواہ وہ اچھا ہو یا برا (اگر اچھا ہو گا تو) کافر اس کے عہد میں لذامذ سے بہرہ اندوز ہو گا. اور اللہ اس نظامِ حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا. اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے, دشمن سے لڑا جاتا ہے, راستے پر امن رہتے ہیں, اور قوی سے کزور کا ح دلایا جا ہے, یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) پائے, اور برے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے.

Presented by www.ziaraat.com

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب آپعلیہ السّلام نے تحکیم کے سلسلے میں (ان کا قول) سنا تو فرمایا کہ میں تمہارے بارے میں حکم خدا ہی کا منتظر ہوں. پھر فرمایا کہ اگر حکومت نیک ہو تو اس میں متقی و پرہیز گار اچھے عمل کرتا ہے اور بری حکومت ہو تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں. یہاں تک کہ ان کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پالے .

خطبہ ۱۴

وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے,اور میرے علم میں اس بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں وج شخص اپنی باز گشت کی حقیقت جان لےتا ہے . وہ کبھی غداری نہیں کرتا. مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدرو فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے, اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسنِ تدبیر سے منسوب کر دیا ہے. اللہ انہیں غارت کرے انہیں کیا ہو گیا ہے. وہ شخص جو زمانے کی اُنچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اس کے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ کبھی کوئی تدبیر اپنے لیے دیکھتا ہے, مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کھڑے ہو جاتے ہیں. تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس رقابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سدِّ راہ نہیں ہے وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا لے جاتا ہے .

خطبہ ۲۴

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے. ایک خواہشوں کی پیروی , اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے, جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے. تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا تیزی سے جارہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے. مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے اور آخرت کا ادھر رخ لیے ہوئے آرہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں. تو تم فرزندِ آخرت بنو, اور ابنائی دنیا نہ نہ بنو .اس لیے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہو گا, عمل نہ ہو سکے گا.

علامہ رضی کہتے ہیں کہ الحذّا کے معنی تیز رو کے ہیں اور بعض نے الجذا ئی روایت کیا ہے. (اس روایت کی بنا پر ہی معنی ہوں گے کہ دنیا کی لذتوں کا سلسلہ جلد ختم ہو جائگا .

خطبہ ۳۴

جب امیرالمومنینعلیہ السّلام نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس(بیعت لینے کے لیے) بھیجا تو آپ کے اصحاب نے آپ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا جس پر آپ نے فرمایا.:

Presented by www.ziaraat.com

۱#جنگ کے لیئے مستعدو آمادہ ہونا جب کہ جریر ابھی وہیں ہے . شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں , تو انہیں اس ارادہ خیر سے روک دینا ہے بے شک میں نے جریر کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے . اس کے بعد وہ ٹھہرے گا. تو یا ان سے قریب میں مبتلا ہو کر یا (عمداً)سرتابی کرتے ہوئے صحیح رائے کا تقاضا صبر و توقف ہے . اس لئے ابھی ٹھہرے رہو. البتہ اس چیز کو میں تمہارے لئے بُرا نہیں سمجھتا کہ (دَرپردہ) جنگ کا سازو سامان کرتے رہو .

میں نے اس امر کو اچھی طرح سے پرکھ لیا ہے اور اندر باہر سے دیکھ لیا ہے . مجھے تو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا . یا یہ کہ رسول کی دی ہوئی خبروں سے انکار کر دوں. حقیقت یہ ہے (مجھ سے پہلے) اس امت پر ایک ایسا حکمران تھا. جس نے دین میں بدعتیں پھیلائیں , اور لوگوں کو زبانِ بعن کھولنے کا موقعہ دیا(پہلے تو) لوگوں نے اسے اُسے زبانی کہا سنا, پھر اس پر بگڑے , اور آخر سارا ڈھانچہ بدل دیا .

خطبہ ۴۴

)جب مصقلہ بن , مبیرہ شیبانی معاویہ کے پاس بھاگ گیا) چونکہ اس نے حضرت کے ایک عامل سے بنی ناجیہ کے کچھ اسیر خریدے تھے. جب امیر المومنین علیہ السّلام نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا, تو وہ بددیانتی کرتے ہوئے شام چلا گیا. جس پر آپ نے فرمایا .

خُدا مصقلہ کا بُرا کرے, کام تو اس نے شریفوں کا سا کیا, لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا. اس نے مدح کرنے والے کا منہ بولنے سے پہلے ہی بند کر دیااور توصیف کرنے والے کے قول کے مطابق اپنا عمل پیش کرنے سے پہلے ہی اسے خاموش کر دیا. اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم اس سے اتنا لے لیتے , جتنا اس کے لئے ممکن ہوتا, اور بقیہ کے لئے اس کے مال کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے .

شرح خطبہ

تحکیم کے بعد جب خوارج نے سر اٹھایا , تو ان میں سے بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابنِ راشد لوگوں کو بھڑکانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا, اور ایک جتھے کے ساتھ ماردھاڑ کرتا ہوا مدائن کے رُخ پر چل پڑا .

امیر المومنین نے اس کی روک تھام کے لئے زیاد ابن حفصہ کو ایک سو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا .چنانچہ جب مدائن میں دونوں فریق کا آمنا سامنا ہوا , تو تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے. ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا , اور جنگ روک دینا پڑی. جب صبح ہوئی تو زیاد کے ساتھیوں نے دیکھا کہ خوارج کے پانچ لاشے پڑے ہیں اور خود میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں. یہ دیکھ کر زیاد اپنے آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی طرف چل پڑا. تو وہاں سے معلوم ہوا کہ خوارج اہواز کی طرف چلے گئے ہیں. زیاد نے سپاہ کی قلت کی وجہ سے قدم روک لئے اور امیر المومنین علیہ السّلام کو اس کی اطلاع دی. حضرت نے زیاد کو واپس بلوا لیا اور معقل ابن قیس ریاحی کو دو ہزار نبرد آزماؤں کے ہمراہ ہواز کی طرف روانہ کیا, اور والی بصرہ عبداللہ ابنِ عباس کو تحریر فرمایا کہ بصرہ کے دو ہزار شمشیر زن معقل کی کمک کے لئے بھیج دو. چنانچہ بصرہ کادستہ بھی ان

Presented by www.ziaraat.com

سے اہواز میں جا ملا. اوریہ پوری طرح منظم ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے. لیکن خریت اپنے لاؤ لشکر کو لے کررا مہرمز کی پہاڑیوں کی طرف چل دیا. یہ لوگ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھے, اوران پہاڑیوں کے قریب اس کو آ لیا. دونوں نے اپنے اپنے لشکر کی صف بندی کی , اورایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے. اس جھڑپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے تین سو ستر آدمی میدن میں کھیت رہے , اورباقی بھاگ کھڑے ہوئے . معقل نے اپنی کارگذاری, اور دشمن کے فرار کی امیرالمومنین علیہ السّلام کو اطلاع دی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ ابھی تم ان کا پیچھا کرو اوراس طرح انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دو, کہ پھر سر اٹھانے کا ان میں دم نہ رہے . چنانچہ اس فرمان کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے, اوربحرِ فارس کے ساحل پر اسے پالیا کہ جہاں اس نے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا, اور ادھر اُدھر سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچالی تھی. جس وقت معقل وہاں پرپہنچے توآپ نے پہلے امان کا جھنڈا بلند کیا اوراعلان کیا کہ جو لوگ ادھر ادھرسے جمع ہو گئے ہیں, وہ الگ ہو جائیں ان سے تعرض نہ کیا جائے گا. اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ چھٹ گئے اس نے انہی کو منظم کیا ,اورجنگ چھیڑ دی. مگر کوفہ و بصرہ کے سر فروشوں نے تیغ زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ دیکھتے ہی دیکھتے باغیوں کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے , اورخریت سے نعمان ابن صہبان نے دو دو ہاتھ کئے اورآخر اسے مار گرایا جس کے گرتے ہی دشمن کے قدم اکھڑ گئے , اوروہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے. اس کے بعد معقل نے ان کی قیام گاہوں میں جتنے مَرد , عورتیں اوربچے پائے انہیں ایک جگہ جمع کیا. ان میں مسلمان تھے ان سے بیعت لے کر انہیں رہا کر دیا. اورجو مرتد ہو گئے تھے انہیں اسلام قوبل کرنے کے لئے کہا. چنانچہ ایک بُوڑھے نصرانی کے علاوہ سب نے اسلام قبول کر کے رہائی پائی اور بوڑھے کو قتل کر دیا گیا. اورجن بنی ناجیہ کے عیسائیوں نے اس شورش انگیزی میں حصہ لیا تھا. انہیں ان کے اہل و عیال سمیت کہ جن کی تعداد پانچ سو تھی اپنے ہمراہ لے لیا. اورجب معقل ارد شیرخرہ (ایران کا ایک شہر) پہنچے تویہ قیدی وہاں کے حاکم مصقلہ ابن ہبیرہ کے سامنے چیخے چلائے , اورگڑ گڑا کر اس سے التجائیں کیں کہ ان کی رہائی کی کوئی صورت کی جائے. مصقلہ نے ذہل ابن حارث کے ذریعے معقل کو کہلوایا کہ ان اسیروں کو میرے ہاتھ بیچ دو. معقل نے اسے منظور کیا, اورپانچ لاکھ درہم میں وہ اسیر اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اوراس سے کہا کہ ان کی قیمت جلد از جلد امیرالمومنین علیہ السّلام کو بھیج دو. اس نے کہا میں پہلی قسط ابھی بھیج رہا ہوں, اوربقیہ قسطیں بھی جلد بھیج دی جائیں گی. جب معقل امیرالمومنین علیہ السّلام کے پاس پہنچے , تو یہ سارا واقعہ ان سے بیان کیا. حضرت نے اس اقدام کو سراہا اور کچھ دنوں تک قیمت کا انتظار کیا. مگر مصقلہ نے ایسی چُپ سادھ لی کہ گویا اس کے ذمہ کوئی مطالبہ ہی نہیں ہے. آخرحضرت نے ایک قاصد اس کی طرف روانہ کیا اوراسے کہلوا بھیجا کہ یا تو قیمت بھیجو, یا خود آؤ, وہ حضرت کے فرمان پر کُوفہ آیا, اورقیمت طلب کرنے پر دو لاکھ درہم پیش کر دیئے اوربقایا مطالبہ سے بچنے کے لئے معاویہ کے پاس چلا گیا, جس نے اسے طبرستان کا حاکم بنا دیا. حضرت کو جب اس کا علم ہوا , توآپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ اگروہ ٹھہرا رہتا تو ہم مال کی وصولی میں اس سے رعایت کرتے اوراس کی مالی

Presented by www.ziaraat.com

حالت درست ہونے کا انتظار کرتے۔ لیکن وہ تو ایک نمائشی کارنامی دکھا کر غلاموں کی طرح بھاگ نکلا. ابھی اس کی بلند حوصلگی کے چرچے شروع ہی ہوئے تھے کہ زبانوں پر اس کی دنائت و پستی کے تذکرے آنے لگے۔

خطبہ ۵۴

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔ نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے، اور نہ اس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے، اور نہ اس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے۔ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے نفا طے شدہ امر ہے۔ اور اس کے بسنے والوں کے لئے یہاں سے بہر صورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے دل میں سما جاتی ہے، جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے۔ اسے لے کر دنیا سے چل دینے کے لئے تیار ہو جاؤ. اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

خطبہ ۶۴

جب شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا، تو یہ کلمات فرمائے۔

اے اللہ! مَیں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل ومال کی بدحالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہو سکتا، اور جسے ساتھ لیا جائے اسے پیچھے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا ابتدائی حصہ رسول سے منقول ہے۔ امیرالمومنین علیہ السّلام نے اس کے آخر میں بلیغ ترین جملوں کا اضافہ فرما کر اسے نہایت احسن طریق سے مکمل کر دیا ہے، اور وہ اضافہ (سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا) سے لے کر آخر کلام تک ہے۔

خطبہ ۸۴

اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا پھیلے، اور اللہ کے لئے تعریف و توصیف ہے جب بھی ستارہ نکلے اور ڈوبے اور اس اللہ کے لئے مدح و ستائش ہے کہ جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کے احسانات کا بدلہ اتارا نہیں جا سکتا۔

)آگاہ رہو کہ) میں نے فوج کا ہراول دستہ آگے بھیج دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ میرا فرمان پہنچنے تک اس دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس پانی کو عبور کر کے اس چھوٹے سے گروہ کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف دجلہ مدائن) میں آباد ہے، اور اسے بھی تمہارے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑا کروں اور انہیں تمہاری کمک کےلئے ذخیرہ بناؤں۔
علامہ رضی کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس مقام پر ملطاط سے وہ سمت مرا دلی ہے جہاں انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ سمت کنارہ فرات ہے اور لمطاط کنارہ دریا کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اصل معنی ہموار زمین کے ہیں، اور نطفہ (صاف و شفاف پانی) سے آپ کی مراد آبِ فرات ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں سے ہے۔

شرح خطبہ

Presented by www.ziaraat.com

جب امیرالمومنین کے ارادہ سے وادی نخلیہ میں پڑاؤ ڈالا. تو ۵ شوال ۳۷ھ ئ بروزچہار شنبہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا. اس میں حضرت نے جس ہراول دستے کا ذکر کیا ہے , اس سے وہ بارہ ہزار افراد مراد ہیںجو زیاد ابنِ نضر اور شریح ابنِ ہانی کے زیرِ قیادت صفین کی طرف روانہ فرمائے تھے. اور مدائن کے جس چھوٹے سے گروہ کا ذکر کیا ہے , وہ بارہ سو افراد کا ایک جتھا تھا جو آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوا تھا

خطبہ ۴۹

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے . اس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں . گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا . پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کرسکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پاسکتا. وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تو نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اس کے قربِ نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے . اس نے عقلوں کو اپنی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے . اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدود نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقداد میں معرفت حاصل کرنے کےلئے ان کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے . وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا. اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں .

خطبہ ۵۰

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں. جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہُ نئے ایجاد کردہ احکام کہ جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے اور جنہیں فروغ دینے کے لئے کچھ لوگ دینِ الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مدد گار ہو جاتے ہیں تو اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا, تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا , تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو جائیں . لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ ادھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے . اس موقعہ پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کے لئے توفیقِ الٰہی اور عنائتِ خداوندی پہلے سے موجود ہو .

خطبہ ۵۱

جب صفین میں معاویہ کے ساتھیوں نے امیرالمومنین علیہ السّلام کے اصحاب پر غلبہ پا کر فرات کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا اور پانی لینے سے مانع ہوئے تو آپ نے فرمایا :.

وہ تم سے جنگ کے لقمے طلب کرتے ہیں . تو اب یا تو تم ذلت اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر سرِ تسلیم خم کر دو . یا تلاروں کی

Presented by www.ziaraat.com

پیاس خون سے بُجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ ان سے دب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب آ کر مرنا بھی جینے کے برابر ہے .

مُعاویہ گم کردہ راہ سر پھروں کا ایک چھوٹا سا جتھا لیے پھرتا ہے اور واقعات سے انہیں اندھیرے میں رکھ چھوڑا ہے . یہاں تک که انھوں نے اپنے سینوں کو موت (کے تیروں) کا ہدف بنا لیا ہے .

امیرالمومنین علیہ السّلام ابھی صفین میں پہنچے نه تھے که معاویه نے گھاٹ کا راسته بند کرنے کے لئے دریا کے کنارے چالیس ہزار ۴۰۰۰۰ آدمیوں کا پہرہ لگا دیا. تاکه شامیوں کے علاوہ کوئی وہاں سے پانی نه لے سکے. جب امیرالمومنین کا لشکر وہاں پر اترا تو اس گھاٹ کے علاوہ آس پاس کوئی گھاٹ نه تھا که وہاں سے پانی لے سکتے اور اگر تھا, تو اونچے اونچے ٹیلوں کو عبور کر کے وہاں تک پہنچنا دشوار تھا. حضرت نے صعصعه ابن صوحان کو معاویه کے پاس بھیجا , اور اسے کہلوایا که پانی سے پہرا اٹھا لیا جائے مگر معاویه نے اس ے انکار کیا. ادھر امیرالمومنین علیه السّلام کا لشکر پیاسا پڑا تھا. حضرت نے یه صورت دیکھی , تو فرمایا که اٹھو اور تلواروں کے زور سے پانی حاصل کرو. چنانچه ان تشنه کاموں نے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں اور تیر کمانوں میں جوڑ لئے . اور معاویه کی فوجوں کو درہم و برہم کرتے ہوئے دریا کے اندر تک اُتر گئے اور ان پہرہ داروں کو مار بھگایا اور خود گھاٹ پر قبضه کر لیا. اب حضرت کے اصحاب نے بھی چاہا که جس طرح معاویه نے گھاٹ پر قبضه جما کر پانی کی بندش کر دی تھی , ویسا ہی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ کیا جائے , اور ایک شامی کو بھی پانی نه لینے دیا جائے, اور ایک ایک کو پیاسا تڑپا کر مارا جائے. مگر امیرالمومنین نے فرمایا که کیا تم بھی وہی جاہلانه قدم اٹھانا چاہتے ہو جو ان شامیوں نے اٹھایا تھا؟ ہرگز کسی کو پانی سے نه روکو. جو چاہے پئے اور جس کا جی چاہے لے جائے. چنانچه امیرالمومنین علیه السّلام علیه السلام کی فوج کا دریا پر قبضه ہونے کے باوجود کسی کو پانی سے نہیں روکا, اور ہر شخص کو پانی لینے کی صوری صوری آزادی دی گئی .

خطبه ۳۵

اس میں عید قربان اور ان صفتوں کا ذکر کیا ہے , جو گوشفند قربانی میں ہونا چاہئیں .

قربانی کے جانور کا مکمل ہونا یه ہے که اس کے کان اٹھے ہوئے ہوں (یعنی کٹے ہوئے نه ہوں) اور اس کی آنکھیں صحیح و سالم ہوں . اگر کان اور آنکھیں سالم ہیں تو قربانی بھی سالم اور ہر طرح سے مکمل ہے .اگرچه اس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں. اور ذبح کی جگه تک اپنے پیر کو گھسیٹ کر پہنچے) علامه رضی فرماتے ہیں که اس خطبه میں منسلک سے مراد ذبح کی جگه ہے .(

خطبه ۴۵

وہ اس طرح بے تحاشا میری طرف لپلے جس طرح پانی پینے کے دن وہ اونٹ ایک دوسرے پر ٹوٹتے ہیں که جنھیں ان کے ساربان نے ؛یروں بندھن کھول کر کھلا چھوڑ دیا ہو. یہاں تک که مجھے یه گمان ہونے لگا که یا تو مجھے ماڑ ڈالیں گے . یا میرے سامنے ان میں سے کوئی کسی کا خون کر دے گا. میں نے اس امر کو اندر باہر سے الٹ پلٹ کر دیکھا, تو مجھے جنگ کے علاوہ کوئی صورت

Presented by www.ziaraat.com

نظر نہ آئی , یا یہ کہ محمد کے لائے ہوئے احکام سے انکا ر کر دوں. لیکن آخرت کی سختیاں جھیلنے سے مجھے جنگ کی سختیاں جھیلنا سہل نظر آیا , اور آخرت کی تباہیوں سے دنیا کی ہلاکتیں میرے لئے آسان نظر آئیں .

خطبہ ۵۵

صفین میں حضرت علیہ السّلام کے اصحاب نے جب اِذنِ جہاد دینے میں تاخیر پر بے چینی کا اظہار کیا, تو آپ نے ارشاد فرمایا .:

تم لوگوں کا یہ کہنا یہ پس و پیش کیا اس لئے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اس سے بھاگتا ہوں , تو خدا کی قسم! مجھے ذرا پروا نہیں کہ مَیں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے اور اس طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ مجھے اہلِ شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ شُبہ ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک دن کے لئے بھی التوا میں نہیں ڈالا, مگر اس خیال سے کہ ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آ کر مل جائے, اور میری وجہ سے ہدایت پا جائے اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گمراہی کی حالت میں انہیں قتل کر دینے سے کہیں زیادہ پسند ہے . اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار بہر حال یہ خود ہوں گے .

خطبہ ۶۵

ہم (مسلمانوں) رسول اللہ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ, بیٹوں , بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے. اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا. اطاعت اور راہ؛حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب و الم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں) . جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوج،دشمن کا کوئی سپاہی دونوں مردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان لینے کے لئے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے ,کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے . کبھی ہماری جیت ہوتی تھی, اور کبھی ہمارے دشمن کی. چنانچہ جب خدا وندِ علم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی . تو اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا, اور ہماری نصرت و تائید فرمائی, یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا , اور اپنی منزل پر برقرار ہو گیا. خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گڑتا. اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا. خدا کی قسم! تم اپنے کئے کے بدلے میں دودھ کے بجائے) خون دو ہو گے . اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی .

جب محمد ابن ابی بکر شہید کر دیئے گئے, تو معاویہ نے عبداللہ ابنِ عامر حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تا کہ اہلِ بصرہ کو پھر سے قتلِ عثمان کے انتقام کے لئے آمادہ کرے. چونکہ بیشتر اہالی بصرہ اور خصوصاًبنی تمیم کا طبعی رجحان حضرت عثمان کی طرف تھا چنانچہ وہ بنی تمیم ہی کے ہاں آ کر فروکش ہوا. یہ زمانہ وہ تھا کہ والی بصرہ عبداللہ ابن عباس , زیاد ابنِ عبید کو قائم مقام بنا کر محمد ابن ابی بکر کی تعزیت کےلئے کوفہ گئے ہوئے تھے .

Presented by www.ziaraat.com

جب بصرہ کی فضا بگڑنے لگی, تو زیاد نے امیرالمومنین علیہ السّلام کو تمام واقعات سے اطلاع دی. حضرت نے کوفہ کے بنی تمیم کو بصرہ لے لئے آمادہ کرنا چاہا . مگر انہوں نے چپ سادھ لی اور کوئی جواب نہ دیا. امیرالمومنین نے جب ان کی اس کمزوری و بے حمیتی کو دیکھا, تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم پیغمبر کے زمانہ میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے قتل ہونے والے ہمارے ہی بھائی بند اور قریبی عزیز ہوتے ہیں .بلکہ جو حق سے ٹکراتا تھا ہم اس سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اگر ہم بھی تمہاری طرح غفلت و بے عملی کی راہ پر چلتے تو نہ دین کی بنیادیں مضبوط ہوتیں , اور نہ اسلام پروان چڑھتا . چنانچہ اس جھنجھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعین ابن صبیعہ تیار ہوئے . مگر وہ بصرہ پر پہنچ کر دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہو گئے . پھر حضرت نے جاریہ ابن قدامہ کو بنی تمیم پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا. انہوں نے اپنے قوم قبیلے کو سمجھانے بجھانے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ راہ راست پر آنے کے بجائے گالم گلوچ اور دست درازی پر اتر آئے , تو جاریہ نے زیاد اور بنی ازد کو اپنی مدد کے لئے پکارا . ان کے پہنچتے ہی ابن حضرمی اپنی جماعت کو لے کر نکل آیا . دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں چلتی رہیں . آخر ابن حضرمی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا .اور سبیل سعدی کے گھر میں پناہ لی . جاریہ کو جب کوئی چارہ نظر نہ آیا. تو انہوں نے اس کے گھر میں آگ لگوا دی. جب آگ کے شعلے بلند ہوئے , تو وہ سراسیمہ ہو کر بچنے کے لئے ہاتھ پر مارنے لگے مگر فرار میں کامیاب نہ ہو سکے , کچھ دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے .

خطبہ ۵۷

اپنے اصحاب سے فرمایا :.

میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلط ہو گا جِس کا حقل کشادہ , اور پیٹ بڑا ہو گا ,جو پائے گا. نِگل جائے گا. اور جو نہ پائے گا, اس کی اسے ڈھونڈ لگی رہے گی (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اسے قتل کر ڈالنا . لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اسے ہرگز قتل نہ کرو گے . وہ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے بُرا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو. جہاں تک بُرا کہنے کا تعلق ہے , مجھے بُرا کہہ لینا . اس لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے (دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے . لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ مَیں (دین) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں ساقب ہوں .

اس خطبہ میں جس شخص کی طرف امیرالمومنین علیہ السّلام نے اشار کیا ہے . اس سے بعض نے زیاد ابن ابیہ , بعض نے حجاج ابنِ یوُسف اور بعض نے مغیرہ ابن شعبہ کو مراد لیا ہے . لیکن اکثر شارحین نے اس سے معاویہ مرا دلیا ہے , اوریہی صحیح ہے , کیونکہ جو اوصاف حضرت علیہ السّلام نے بیان فرمائے ہیں, وہ اس پر پورے طور سے صادق آتے ہیں, چنانچہ ابن ابی الحدید نے مُعاویہ کی زیادہ خوری کے متعلق لکھا ہے کہ پیغمبر نے ایک دفعہ اسے بُلوا بھیجا, تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے . پھر دوبارہ سہ بارہ آدمی بھیا, تو یہی خبر لایا. جس پر آنحضرت نے فرمایا. » اللّٰھم لا تشبع بطنہ (خدایا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرنا) اس بد دُعا کا اثر یہ ہوا کہ جب کھاتے کھاتے اکتا جاتا تھا تو کہنے لگتا تھا .» ارفعوا فو اللّٰہ ماشبعت ولکن مللت و تعبت دستر خوان

Presented by www.ziaraat.com

بڑھاؤ. خدا کی قسم میں کھاتے کھاتے عاجزآ گیا ہوں , مگرپیٹ ہے کہ بھرنے ہی میں نہیں آتا, یونہی امیرالمومنین علیہ السّلام پرسب و شتم کرنا اوراپنے عاملوں کواس کا حکم دینا تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور منبرپرایسے الفاظ کہے جاتے تھے, کہ جن کی زد میں اللہ و رسول بھی آجاتے تھے . چنانچہ ام المومنین ام سلمہ علیہ السّلام نے معاویہ کولکھا:. » انکم تلعنون اللہ ورسولہ علی منابرکم و ذلک انکم تلعنون علی ابن ابی طالب ومن احبہ وانا اشھد ان اللہ احبہ ورسولہ (عقد الفرید ج ۳ صفحہ ۱۳۱) تم اپنے منبروں پراللہ اوراس کے رسول پر لعنت کرتے ہو. وہ یوں کہ تم علی علیہ السّلام ابن ابی طالب اورانہیں دوست رکھنے والوں پرلعنت کرتے ہو, اورمیں گواہی دیتی ہوں کہ علی علیہ السّلام کوا للہ بھی دوست رکھتا تھا اوراس کا رسول بھی.

خدا عمرابنِ عبدالعزیز کا بھلا کرے کہ جس نے اسے بند کر دیا, اورخطبوں مین سب و شتم کی جگہ اس آیت کورواج دیا .

اللہ تمہیں انصاف اورحسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اورلغوباتوں برائیوں اور ستم کاریوں سے روکتا ہے . اللہ اس سے تمہیں نصیحت کرتا ہے شاید کہ تم سوچ بچا رسے کام لو.

حضرت نے اس کلام میں اس کے قتل کا حکم اس بنائی پردیا کہ پیغمبراسلام کا ارشا دہے.:

«جب معاویہ کو میرے منبرپر دیکھو, تو اسے قتل کر دو .

خطبہ ۸۵

آپ کا کلام خوارج کو مخاطب فرماتے ہوئے .:

تم پرسخت آندھیاں آئیں اورتم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہ رہے . کیا میں اللہ پرایمان لانے اوررسول اللہ کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں? پھرتو میں گمراہ ہو گیا, اورہدایت کی گواہی دے سکتا ہوں ? پھرتو میں گمراہ ہو گیا, اورہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا. تم اپنے) پرانے) بدترین ٹھکانوں کی طرف پلٹ جاؤ. یاد رکھو کہ تمہیں میرے بعد چھا جانے والی ذلت اور کاٹنے والی تلوار سے دو چار ہونا ہے , اورظالموں کے اس وتیرے سے سابقہ پڑنا ہے کہ وہ تمہیں محروم کر کے ہرچیزاپنے لئے مخصوص کر لیں .

تاریخ شاہد ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام کے بعد خوارج کو ہرطرح کی ذلتوں اورخواریوں سے دو چار ہونا پڑا, اورجب بھی انھوں نے فتنہ انگیزی کےلئے سر اٹھایا , توتلواروں اورنیزوں پردھرلئے گئے . چنانچہ زیاد ابن ابیہ , عبیداللہ ابن زیاد, مصعب ابنِ زبیر, حجاج ابنِ یوسف اورمہلب ابن ابی صفرہ نے انہیں صفحہ ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسراٹھا نہیں رکھی. خصوصاً مہلب نے انیس برس تک ان کا مقابلہ کر کے ان کے سارے دم خم نکال دیئے اوران کی تباہی و بربادی کوتکمیل تک پہنچا کرہی دم لیا .

طبری نے لکھا ہے کہ مقامِ سلی سلبری میں جب دس ہزارخوارج جنگ و قتال کے لئے سمٹ کرجمع ہر گئے , تومہلب نے اس طرح ڈٹ کرمقابلہ کیا کہ سات ہزارخارجیوں کو تہ تیغ کر دیا اوربقیہ تین ہزار کو مان کی طرف بھاگ کر جان بچا سکے . لیکن والی

Presented by www.ziaraat.com

فارس عبیداللہ ابنِ عمر نے جب ان کی شورش انگیزیاں دیکھیں , تو مقامِ سابور میں انہیں گھیر لیا اور ان میں کافی تعداد وہیں پر ختم کر دی اور جو بچے کھچے رہ گئے , وہ پھر اصفہان و کرمان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہاں سے پھر جتھا بنا کر بصرہ کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھے, تو حارث ابن ابی ربیعہ اور عبدالرحمٰن ابن مخنف چھ ہزار جنگ آزماؤں کو لے کر ان کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور عراق کی سرحد سے انہیں نکال باہر کیا یُوں ہی تا بڑتوڑ حملوں نے ان کی عسکری قوتوں کو پامال کر کے رکھ دیا اور آبادیوں سے نکال کر صحروؤں اور جنگلوں میں خال چھاننے پر مجبور کر دیا اور بعد میں بھی جب کبھی جتھا بنا کر اٹھے تو کچل کر رکھ دیئے گئے .

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد لاَ بَقِيَ مِنكُم آبِر) US-تم میںکوئی اصلاح کرنے نہ رہے) میں لفظ آبر»ب اور»ر کے ساتھ روایت ہوا ہے اوریہ عربوں کے قول رَجُل USآبِر USسے لیا گیا ہے جس کے معنی خرما کے درختوں کے چھانٹنے والے اور ان کی اصلاح کرنے والے کے ہیں . اور ایک روایت میں آثِر USہے اور اس کے معنی خبر دینے والے اور اقوال نقل کرنے والے کے ہیں میرے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے . گویا حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی خبر دینے والا نہ بچے. اور ایک روائیت میںآبِز USزائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے . جس کے معنی کودنے والے کے ہیں اور ہلاک ہونے والے کو بھی آبزUS کہا جاتا ہے .

خطبہ ۹۵

جب آپ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا, تو آپ سے کہا گیا کہ وہ نہروان کا پل عبور کر کے ادھر جا چکے ہیں ,تو آپ نے فرما دیا .:

ان کے گرنے کی جگہ تو پانی کے اسی طرف ہے . خدا کی قسم !ان میں سے دس بھی بچ کر نہ جا سکیں گے , اور تم میں سے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے .

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں نطفہ سے مراد نہر (فرات) کا پانی ہے اور پانی کے لئے یہ بہترین کنا یہ ہے چاہے پانی زیادہ بھی ہو .

جب خوارج مارے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے . آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ابھی تو وہ مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں جب بھی ان میں کوئی سردار ظاہر ہو گا, تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا. یہاں تک کہ ان کی اخروی فردیں چور اور ڈاکو ہو کر رہ جائیں گی .

انہی خوارج کے متعلق فرمایا:. میرے بعد خوارج کو قتل نہ کرنا . اس لئے کہ جو حق کا طالب ہی کی طلب میں ہو اور پھر اسے بھی پالے . سید رضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ اور اسکے ساتھی ہیں .

اسے پشین گوئی کو فراست و ثاقب نظری کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا . کیونکہ دُوررس نظریں فتح و شکست کا اندازہ تو لگا سکتی ہیں اور جنگ کے نتائج کو بھانپ لے جا سکتی ہیں. لیکن دونوں فریق کے مقتولین کی صحیح صحیح تعداد سے آگاہ کر دینا ان کی

Presented by www.ziaraat.com

حُدود، پرواز سے باہر ہے . یہ اسی کی باطن، بین نگاہیں حکم لگا سکتی ہیں کہ جو غیب کے پردے الٹ کر آنے والے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو. اور علمِ امامت کی چھوٹ مستقبل کے صفحہ پر ابھرنے والے نقوش اس کو دکھا رہی ہو. چنانچہ اس وارثِ علم نبوت نے جو فرمایا تھا وُہی ہوا , اور خوارج میں سے نو آدمیوں کے علاوہ سب کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے جن میں سے دو عمان کی طرف دو سجستان کی طرف دو کرمان کی طرف اور دو جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک یمن میں تل موروں چلا آیا, اور آپ کی جماعت میں سے صرف آٹھ آدمی شہیدہو گئے , جن کے نام یہ ہیں .

روبہ ابن وبزبجلی , سعید ابن خالد سبیعی , عبداللہ ابن حماد اجنی , فیاض ابن خلیل ازدی, کیسوم ابن سلمہ جہنی , عبیدابن عبیدخولانی , جمیع ابن جعثم کندی , حبیب ابن عاصم اسدی ,

امیر المومنین کی یہ پشین گوئی بھی ھرف بحرف پوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اٹھا, تلواروں پر دھر لیا گیا. چنانچہ ان کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو بُری طرح موت کے گھاٹ اتارے گئے .

نافع ابن ازرق :. خوارج کا سب سے بڑا گروہ ازارقہ اسی کی طرف منسوب ہے . یہ مسلم ابن عبیس کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ باہلی کے ہاتھ سے مارا گیا .

نجدہ ابن عامر: خوارج کا فرقہ بخداد اسکی طرف منسوب ہے . ابو فدیک خارجی نے اسے قتل کروادیا .

عبداللہ ابنِ اباض:. فرقہ اباحنیہ اسکی طرف منسوب ہے . یہ عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا .

ابو بہیس ہیصم ابنِ جابر .:فرقہ بیہسیہ اس کی طرف منسوب ہے . عثمان ابنِ جبان والی مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اسے قتل کر دیا .

عروہ ابن اُدیہ :. معاویہ کے عہد حکومت میں زیاد نے اسے قتل کیا .

قطری ابن فجائۃ :. طبرستان کے علاوہ میں جب سفیان ابن ابرو کی فوج کا اس کا لشکر سے ٹکراؤں ہوا تو سورہ ابن ابجر دارمی نے اسے قتل کیا .

شوذب خارجی :. سعید ابن عمرو حرشی کے مقابلہ میں مارا گیا .

حوثرہ ابن وداع اسدی:. بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا .

مستورد ابن عرفہ :. معاویہ کے عہد میں مغفل ابنِ قیس کے ہاتھ سے مارا گیا .

شبیب ابن یزید خارجی:. دریا میں ڈوب کر مرا .

عمران ابن حرب سراسبی :. جنگ ددلاب میں مارا گیا .

زحاف ابن طائی :. بنو طاحیہ کے مقابلہ میں مارا گیا .

زبیر ابنِ علی سلیطی :. عتاب ابنِ ورقائی کے مقابلہ میں مارا گیا .

علی ابنِ بشیر:. اسے حجاج نے قتل کروایا.

Presented by www.ziaraat.com

عبیداللہ ابنِ بشیر:. مہلب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا .

عبداللہ ابنِ الماحوز:. جنگ دد لاب میں مارا گیا .

عبیداللہ ابن الماحوز :.عتاب ابن ورقائی کے مقابلہ میں مارا گیا .

ابو الوازع :. مقبرہ بنی یشکر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا .

عبیداللہ ابن یحییٰ کندی:. مروان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا .

قتلِ خوارج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ امیرالمومنین علیہ السّلام کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپ کے بعد تسلط و اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہو گا جو جہاد کے موقعہ و محل سے بے خبر ہوں گے , اور صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے تلواریں چلائیں گے . اوریہ وہی لوگ تھے کہ جو امیرالمومنین کو بُرا سمجھنے اور بُرا کہنے میں خوارج سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے تھے . لہذا جو خود گم کردہ راہ ہوں . انہیں دوسرے گمراہوں سے جنگ و قتال کا کوئی حق نہیں پہنچتا . اور نہ جان بوجھ کر گمراہیوں میں پڑے رہنے والے اس کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ بھولے سے بے راہ ہو جانے والوں کے خلاف صف آرائی کریں . چنانچہ امیرالمومنین علیہ السّلام کا یہ ارشاد واضح طور سے اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے . کہ خوارج کی گمراہی جان بوجھ کر نہ تھی. بلکہ شیطان کے بہکائے میں آکر باطل کو حق سمجھنے لگے , اور اسی پر اڑ گئے اور معاویہ اور اس کی جماعت کی گمراہی کی یہ صورت تھی کہ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر ٹھکرایا اور باطل کو باطل سمجھ کر اپنا شعار بنائے رکھا. اور دین کے معاملہ میں ان کی بیباکیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ نہ انہیں غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے , اور نہ ان پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈالا جا سکتا ہے . جب کہ وہ علانیہ دین کے حدود کو توڑ دیتے تھے. اور اپنی رائے کے سامنے پیغمبر کے ارشاد کو درخورِ اعتنانہ سمجھتے تھے. چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ پیغمبر کے صحابی ابو الدردائی نے معاویہ کے ہاں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال دیکھا, تو فرمایا, کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ »ان الشارب فیھما لتجر جر فی جرفہ نار جھنم چاندی اور سونے کے برتنوں میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے لپکے اٹھیں گے . تو معایہ نے کہا کہ »اما انا فلا ادری بذلک باسا. لیکن میری رائے میں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں. اور اسی طرح زیاد ابن ابیہ کو اپنے سے ملا لینے کے لئے قولِ پیغمبر کو ٹھکرا کر اپنے اجتہد کو کار فرما کرتا , منبر رسول پر اہل بیت رسول کو برا کہنا حدودِ شرعیہ کو پامال کرنا , بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا . اور ایک فاسق کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر کے زندقہ و الحاد کی راہیں کھول دینا, ایسے واقعات ہیں کہ انہیں کسی غلط فہمی پر محمول کرنا حقائق سے عمداً چشم پوشی کرنا ہے .

خطبہ ٦٠

جب آپ علیہ السّلام کو اچانک قتل کئے جانے سے کوف دلایا گیا , تو آپ نے فرمایا, مجھ پر اللہ کی ایک محکم سپر ہے . جب موت کا دن آئے گا, تو وہ مجھے موت کے حوالے کر کے مجھ سے الگ ہو جائے گا. اس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم بھر سکے گا .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۱۲

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے (عواقب) سے بچاؤ کا سازو سامان اسی میں رہ کر کیا جا سکتا ہے کہ کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دنیا کی خاطر کیا جائے, نجات نہیں مل سکتی. لوگ اس دنیا میں آزمائش میں ڈالے گئے ہیں. لوگوں نے اس دنیا سے جو دنیا کے لئے حاصل کیا ہو گا. اس سے الگ کر دئیے جائیں گے. اوراس پر ان سے حساب لیا جائے گا. اور جو اس دنیا سے آخرت کے لئے کمایا ہو گا. اسے آگے پہنچ کرپالیں گے اوراسی میں رہیں سہیں گے. دنیا عقلمندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے. جسے ابھی بڑھا ہوا اورپھیلا ہوا دیکھ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹ کر اور سمٹ کر رہ گیا.

خطبہ ۲۶

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا ذخیرہ فراہم کر لو, اور دنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے والی چیزیں خرید لو. چلنے کا سامان کرو کیونکہ تمہیں تیزی سے لے جایا جا رہا ہے اور موت کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے. تمہیں ایسے لوگ ہونا چاہیئے. جنہیں پکارا گیا, تو وہ جاگ اٹھے اوریہ جان لینے پر کہ دنیا ان کا گھر نہیں ہے, اسے (آخرت سے) بدل لیا ہو. اسے لئے کہ اللہ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا. اور نہ اس نے تمہیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے. موت تمہاری راہ میں حائل ہے. اس کے آتے ہی تمہارے لئے جنت ہے یا دوزخ ہے. وہ مدتِ حیات جسے ہر گز گزرنے والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اس کی عمارت کو ڈھا رہی ہو, کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے اور وہ مسافر جسے ہر نیا دن اور ہر نئی رات (لگاتار) کھینچے لئے جارہے ہوں, اس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا چاہیئے. اور وہ عازمِ سفر جس کے سامنے ہمیشہ کی کامرانی یا ناکامی کا سوال ہے. اس کو اچھے سے اچھا زاد مہیا کرنے کی ضرورت ہے لہذا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا توشہ آخرت لے لو, جس کے ذریعہ کل اپنے نفسوں کو بچا سکو جس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے. اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے (مرنے سے پہلے) توبہ کرے اپنی خواہشوں پر قابو رکھے. چونکہ موت اس کی نگاہ سے اوجھل ہے. اور امیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان اس پر چھایا ہوا ہے, جو گناہوں کو سج کر اس کے سامنے لاتا ہے کہ وہ اسے تعویق میں ڈالتا رہے. یہاں تک کہ موت غفلت و بیخبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی ہے. واحسرتا! کہ اس غافل و بیخبر کی مدت حیات ہی اس کے خلاف ایک حجت بن جائے, اوراس کی زندگی کا انجام بد بختی کی صورت میں ہو. ہم اللہ سُبحانہ سے سوال کرتے ہیں کہوہ ہمیں اور تمہیں ایسا کر دے, کہ (دنیا کی) نعمتیں سرکش و متمرد نہ بنا سکیں اور کسی منزلِ پر اطاعتِ پروردگار سے درماندہ و عاجز نہ ہوں اور مرنے کے بعد نہ شرمساری اٹھانا پڑے, اور نہ رنج غم سہنا پڑے.

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۳۶

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول اور باطن ہونے سے پہلے ظاہر رہا ہو. اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا, وہ قلت و لحمی میں ہو گا. اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک , اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے . اور کبھی عاجز اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے . کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا . اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدّ مقابلی کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی , بلکہ یہ ساری مخلوق اسی قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں . وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے . ایجاد خلق اور تدبیر عالم نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا. اور نہ (حسب منشائ) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے . بلکہ اس کے فیصلے مضبوط , علم محکم اور احکام قطعی ہیں . مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس رہتی ہے . اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے .

خطبہ ۴۶

صفین کے دنوں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے .

اے گروہ مسلمین ! خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ, اطمینا وقار کی چادر اوڑھ لو. اور اپنے دانتوں کو بھیچ لو. اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جایا کرتی ہیں. زرّہ کی تمیل کرو. (یعنی اس کے ساتھ خود, جوشن بھی پہن لو) اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جُلا لو. اور دشمن کو ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں جائیں (دونوں طرف) نیزوں کے دار کرو, اور دشمن کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لو. اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ. اور یقین رکھو کہ تم اللہ کے رُو برُو, اور رسول کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو. باربار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو. اس لئے کہ یہ پشتوں تک کے لئے ننگ و عار اور روزِ محشر جہنم کی آگ کا باعث ہے. خوشی سے اپنی جانیں اللہ کو دے دو اور صرا طمینان رفتار سے موت کی جانب پیش قدمی کرو, اور (شامیوں کی) اس بڑی جماعت اور طنابوں سے کھنچے ہوئے خیمے کو اپنے پیشِ نظر رکھو, اور اس کے وسط پر حملہ کرو. اس لئے کہ شیطان اس کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ہے. جس نے ایک طرف تو حملے کےلئے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے . اور دوسری طرف بھاگنے

Presented by www.ziaraat.com

کےلئے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے . تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو. یہاں تک کہ حق(صبح کے) اجالے کی طرح ظاہر ہو جائے. (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو, اورخدا تمہارے ساتھ ہے. وہ تمہارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا .

خطبہ ۵٦

پیغمبر کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیرالمومنین علیہ السّلام تک پہنچیں , توآپ علیہ السّلام نے دریافت فرمایا کہ انصار کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے حضرت علیہ السّلام نے فرمایا کہ :.

«تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہ نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو برا ہو اس سے درگذر کیا جائے. لوگوں نے کہا کہ اس میں ان کے خلاف کیا ثبوت ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اگر حکومت و امارت ان کے لئے ہوتی . توپھر ان کے بارے میں دوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی . پھر حضرت نے پوچھا کہ قریش نے کیا کہا؟ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے شجرئہ رسول سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا. تو حضرت علیہ السّلام نے فرمایا کہ انہوں نے شجرئہ ایک اہونے سے تو استدلال کیا, لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا .

سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبر کے ہم قوم وہم قبیلہ ہیں, لہذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اسی بنائی پر انصار کا جمِ غفیر تین مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہو گیا اور وہ نسلی امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہو گئے . چنانچہ مورخ طبری واقعات سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں , کہ جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اجتماع کیا, تو حضرت ابو بکر, حضرت عمر اور ابو عبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے . اس موقعہ کے لئے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا. جسے کہنے کے لئے اٹھے , مگر حضرت ابو بکر نے انہیں روک دیا, اور کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمدو ثنا ئی اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا :.

یہ وہی ہیں , جنہوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی , اور سب سے پہلے اللہ و رسول پر ایمان لائے . یہی پیغمبر کے دوست اور ان کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زائد خلافت کے حقدار ہیں. جو ان سے ٹکرائے گا. وہ ظالم ہو گا.

جب حضرت ابو بکر اپنا بیان ختم کر چکے , تو حباب ابن منذر کھڑے ہوئے اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا . اے گروہ انصار تم اپنی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں نہ دو. دنیا تمہارے سایہ میں بس رہی ہے . تم عزت و ثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو . اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے . تو تمہیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے تم نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی. تم اسلام کے بازوئے شمشیرزن ہو. تمہاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا. تمہارے شہروں میں آزادی سے اللہ

Presented by www.ziaraat.com

کی نمازیں قائم ہوئیں. تم تفرقہ و انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یک جہتی سے جمے رہو, اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں, تو پھر ان سے کہو کہ ایک امیر تم میں سے ہوگا, اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا. حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے, کہ حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا :.

ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہو جائیں. خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں. جب کہ نبی تم میں سے نہیں ہے. البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہو گا کہ وہ خلافت اس کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوت ہو .اور صاحبِ امر

بھی انہی میں سے ہو. اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح بُرہان لائی جا سکتی ہے. جو ہم سے محمد کی سلطنت و امارت میں ٹکرائے گا, وہ باطل کی طرف جھکنے والا, گناہ کا مرتکب ہونے والا ,اور ورطہ ہلاکت میں گرنے والا ہے.

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصا ر سے کہا کہ دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو, اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ. یہ تمہارے حق کو دبانا چاہتے ہیں. اگر یہ لوگ نہیں مانتے , تو انہیں اپنے شہروں سے نکال بار کرو. اور خلافت کو سنبھال لو. بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حق دار ہو سکتا ہے. حباب خاموش ہوئے, تو حضرت عمر نے انہیں سخت سست کہا. ادھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی , اور بزم کا رنگ بگڑنے لگا. ابو عبیدہ نے جب یہ دیکھا , تو انصار کو ٹھنڈہ کرنے اور اپنے دھڑے پر لانے کے لئے کہا کہ اے گروہ:انصار! تم رہی لوگ ہو, جنہوں نے ہمیں سہارا دیا, ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی. اب اپنی روش کو نہ بدلو. اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو. مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے , اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے. اور ان کی طرف لوگ بڑھا ہی چاہتے تھے, کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ بے شک ہم نے جہاد میں قدم اٹھایا , دین کو سہارا دیا. مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضا مندی اور اس کے رسول کیااطاعت تھی. ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم تفوق جتلائیں, اور خلافت میں جھگڑا کریں. ان محمدؐ من قریش و قومہ احق بہ و اولی محمد قریش میں سے تھے. لہذا ان کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے.» بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا. چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا , لہذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پُورا صورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیا کر لیا.

ابھی وہ بیعت کے لئے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر رکھ دیا, اور پھر حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے بیعت کی. اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ یدا .

امیرالمومنین علیہ السّلام اس موقعہ پر پیغمبر کے غسل و کفن میں مصروف تھے. بعد میں جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سُنا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبر کا قوم و قبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ شجرہ ایک ہونے سے دلیل لائے ہیں اور اس کے پھلوں کو ضائع کر دیا ہے کہ جو پیغمبر کے اہلبیت ہیں. یعنی اگر شجرئہ

Presented by www.ziaraat.com

رسول   سے ہونے کی بنا ئی پر ان کا حق مانا گیا ہے . تو جو اس شجرئہ رسالت کے پھل ہیں . وہ کیونکہ نظر انداز کئے جا سکتے ہیں. حیرت ہے کہ حضرت ابو بکر جو ساتویں پشت پر, اور حضرت عمر جو نویں پشت پر رسول   سے جا کر ملتے ہیں. وہ تو پیغمبر   کا قوم و قبیلہ بن جائیں . اور جو ابن عم تھا اس کے بھائی ہونے سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے .

خطبہ ٦٦

محمد ابن ابی بکر کو جب حضرت علیہ السّلام نے مصر کی حکومت سپرد کی. اور نتیجہ میں ان کے خلاف غلبہ حاصل کر لیا گیا اور وہ قتل کر دیئے گئے , تو حضرت نے فرمایا:.

میں نے تو چاہا تھا کہ ہاشم ابن عتبہ کو مصر کا والی بناؤں , اور اگر اسے حاکم بنا دیا ہوتا, تو وہ کبھی دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ کرتا, اور اگر اسے حاکم بنا دیا ہوتا, تو وہ کبھی دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ کرتا , اور نہ انہیں مہلت دیتا. اس سے محمد ابن ابی بکر کی مذمت مقصود نہیں. وہ تو مجھے بہت محبوب اور میرا پروردہ تھا .

محمد ابن ابی بکر کی والدہ گرامی اسمائ بنت عمیس تھیں . جن سے امیرالمومنین نے حضرت ابو بکر کے انتقال کے بعد عقد کر لیا تھا . چنانچہ محمد نے آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپ ہی کے طور طریقوں کو اپنایا. امیرالمومنین بھی انہیں بہت چاہتے تھے اور بمنزلہ اپنے فرزند کے سمجھتے تھے . اور فرمایا کرتے تھے » مُحمد ابنی من صلب ابی بکر. محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابو بکر کی صلب سے ہے . سفر حجتہ الوداع میں پیدا ہوئے اور ٣٨ ھئ میں اٹھائیس برس کی عمر میں شہادت پائی .

امیرالمومنین نے مسندِ خلافت پر آنے کے بعد قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا حکمران منتخب کیا تھا مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انہیں معزول کر کے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا والی مقرر کرنا پڑا. قیس ابن سعد کی روش یہاں پر یہ تھی کہ وہ عثمانی گروہ کے خلاف تشددانہ قدم اٹھانا مصالح کے خلاف سمجھتے تھے. مگر محمد کا رو یہ اس سے مختلف تھا .انہوں نے ایک مہینہ گزارنے کے بعد انہیں کہلوا بھیجا, کہ اگر تم ہماری اطاعت نہ کرو گے , تو تمہارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا. اس پر ان لوگوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنا لیا اور چپکے چپکے ریشہ دوانیاں کرتے رہے . مگر تحکیم کی قرارداد کے بعد پر صر زے نکالے اور انتقام کا نعرہ لگا کر شر وفساد پھیلانے لگے اور مصر کی فضا کر مکدر کر کے رکھ دیا. امیرالمومنین علیہ السّلام کو جب ان بگڑے ہوئے حالات کا علم ہوا. تو آپعلیہ السّلام نے مالک ابنِ حارث اشتر کو مصر کی امارت دے کر ادھر روانہ کیا تا کہ وہ مخالف عناصر کو دبا کر نظم و نسق کو بگڑنے نہ دیں. مگر اموی کارندوں کی و سیسہ کاریوں سے نہ بچ سکے اور راستے ہی میں شہید کر دیئے گئے اور مصر کی حکومت محمد ہی کے ہاتھوں میں رہی .

ادھر تحکیم کے سلسلہ میں عمرو ابن عاص کی کارکردگی نے عماویہ کو اپنا وعدہ یاد دلایا. چنانچہ اس نے چھ ہزار جنگ آزما اس کے سپرد کر کے مصر پر دھاوا بولنے کے لئے اسے روانہ کیا. محمد ابن ابی بکر نے جب دشمن کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھا. تو

Presented by www.ziaraat.com

امیرالمومنین علیہ السّلام کو کمک کرکے لئے لکھا. حضرت نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو جمع کرو. میں مزید کمک تمہارے لئے روانہ کیا چاہتا ہوں. چنانچہ محمد نے چار ہزار آدمیوں کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کیا, اور انہیں دو حصوں پر تقسیم کر دیا. ایک حصہ اپنے ساتھ

رکھا, اور ایک حصہ کا سپہ سالار بشر بن کنانہ کو بنا کر دشمن کی روک تھام کے لئے آگے بھیج دیا. جب یہ فوج دشمن کے سامنے پڑاؤ ڈال کر اُتر پڑی, تو ان کی مختلف ٹولیوں نے ان پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے . جنہیں یہ اپنی جرأت و ہمت سے روکتے رہے آخر معاویہ ابن خدیج کندی نے پوری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا. مگر ان سرفروشوں نے تلواروں سے منہ نہ موڑا, اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے . اس سکشت کا اثر یہ ہوا کہ محمد ابن ابی بکر کے ساتھ ہراساں ہو گئے , اور ان کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے . محمد نے جب اپنے کو اکیلا پایا ,تو بھاگ کر ایک خرابے میں‌پناہ لی. مگر دشمنوں کو ایک شخص کے ذریعہ ان کا پتہ مل گیا اوران سنگدلوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا, اور اسی تشنگی کے عالم میں انہیں شہید کر دیا اور ان کی لاش کو ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلا دیا .

کوفہ سے مالک ابنِ کعب ارجی دو ہزار آدمیوں کو لے کر نکل چکتے تھے, مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن مصر پر قبضہ کر چکا تھا .

خطبہ۷۶

اپنے اصحاب کی مذّمت میں فرمایا :.

کب تک میں تمہارے ساتھ ایسی نرمی اور رورعایت کرتا رہوں گا. جیسی ان اونٹوں سے کی جاتی ہے . جن کی کوہانیں اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہوں اوران پھٹے پرانے کپڑوں سے کہ جنہیں ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے ہیں . جب بھی شامیوں کے ہروال دستوں میں سے کوئی دستہ تم پر منڈلاتا ہے , تو تم سب کے سب (اپنے گھروں) کے دروازے بند کر لیتے ہو اوراس طرح اندر دبک جاتے ہوج سطرح گوہ اپنے سُوراخ میں اور بجو اپنے بھٹ میں جس کے تمہارے ایسے مدد گار ہوں. اسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اورجس پر تم (تیر کی طرح) پھینکے جاؤ تو گویا اس پر ایسا تیر پھینکا گیا جس کا سوفار بھی شکستہ , اور پیکان بھی ٹوٹا ہوا ہے . خدا کی قسم (گھروں کے) صحن میں تو تم بڑی تعداد میں نظر آتے ہو. لیکن جھنڈوں کے نیچے تھوڑے سے . میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری اصلاح اور کس چیز سے تمہاری کجروی کو دور کیا جاسکتا ہے . لیکن میں اپنے نفس کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح کرنا نہیں چاہتا . خدا تمہاری چھروں کو بے آبرو کرے, اور تمہیں بد نصیب کرے جیسی تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو, ویسی حق سے تمہاری جان پہچان نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو. باطل اتنا تم سے نہیں دبایا جاتا .

خطبہ ۸۶

آپ علیہ السّلام نے یہ کلام شبِ ضربت کی سحر کو فرمایا:.

Presented by www.ziaraat.com

میں بیٹھا ہوا تھا, کہ میری آنکھ لگ گئی . اتنے میں رسول اللہ میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے . میں نے کہا یا رسول اللہ !مجھے آپ کی امت کے ہاتھوں کیسی کیسی کجرویوں اور دشمنیوں سے دو چار ہونا پڑا ہے . تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے (صرف اتنا) کہا, کہ اللہ مجھے ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا کرے , اور ان کو میرے بدلے میں کوئی بُرا (امیر) دے .

سید رضی کہتے ہیں کہ اود# معنی ٹیڑھا پن اورلدو کے معنی دشمنی و عناد کے ہیں اور یہ بہت فصیح کلام ہے .

خطبہ ۹۶

اہل عراق کی مذمت میں فرمایا:

اے اہل عراق! تم اس حاملہ عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد حمل کے دن پورے کرے ,تو مرا ہوا بچہ گرا دے اور اس کا شوہر بھی مر چکا ہو, اور رنڈا پے کی مدت بھی دراز ہو چکی ہو اور (قریب نہ ہونے کی وجہ سے) دُور کے عزیز ہی اس کے وارث ہوں. بخدا میں تمہاری طرف بخوشی نہیں آیا, بلکہ حالات سے مجبور ہو کر آ گیا . مجھے یہ خبر پہنچتی ہے کہ تم کہتے ہو کہ علی علیہ السّلام کذب بیانی کرتے ہیں. خدا تمہیں ہلاک کرے (بتاؤ) میں کسی پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں. کیا اللہ پر! تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں یا اس کے نبی پر? میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں . خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں! بلکہ وہ ایک ایسا اندازِ کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی اہلیت تھی . خدا تمہیں سمجھے . میں تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) نایاب ناپ کر دے رہا ہوں. کاش کہ ان کے لئے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی . (ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی حقیقت کو جان لوگے .

تحکیم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دینے میں سستی و بددلی کا مظاہرہ کیا, تو ان کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفین کے موقعہ پر ان کی فریب خوردگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کی حالت کو اس عورت سے تشبیہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں. وہ حاملہ ہو . اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ لڑنے بھڑنے کی پوری پوری صلاحیت و استعداد رکھتے تھے . اس بانجھ عورت کی مانند نہ تھے , کہ جس سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی . مدت حمل پوری کر چکی ہو. یعنی تمام کٹھن اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے. از خود حمل کو ساقط کر دیا ہو یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اتر آئے اور دامنِ مراد بھرنے کے بجائے نامرادیوں کو

سمیٹ لیا.اس کے رنڈا پے کی مدت دراز ہو, یعنی ان کی حالت ایسی ہو گئی . جیسے ان کا کوئی سرپرست و نگران نہ ہو اور وہ بے والی و وارث جھٹک رہے ہوں. بیگانے اس کے وارث ہوں . یعنی اہلِ شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جما رہے ہیں کہ جو ان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۷۰

اس میں آپ نے لوگوں کو پیغمبر پر صلٰوت بھیجنے کا طریقہ بتایا ہے

اے اللہ! اے فرش زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے دلوں کو اچھی اور بُری فطرت سہارے کے (روکنے والے دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے. اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے. اپنے عہد اور رسول محمد کے لئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے. اور بند (دلوں) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے, باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے, اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے جیسا ان پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا, اس کو انہوں نے اٹھایا اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کے لئے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے. نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا, نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی. وہ تیری وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے. یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لئے شعلے بھڑکا دیئے, اور اندھیرے میں بھٹکنے والے کے لئے راستہ روشن کر دیا. فتنوں فسادوں میں سر گرمیوں کے بعد دلوں نے آپ کی وجہ سے ہدایت پائی. انہوں نے راہ دکھانے والے نشانات قائم کئے. روشن و تابندہ احکام جاری کئے. وہ تیرے امین معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبر برحق اور خلق کی طرف فرستادہ رسول تھے. خدایا ان کی منزل کو اپنے زیر سایہ وسیع و کشادہ بنا. اور اپنے فضل سے انہیں دھرے حسنات عطا کر خداوند تمام بنیاد قائم کرنے والوں کی عمارت پر ان کی بنا کرو, عمارت کو فوقیت عطا کر اور انہیں باعزت متبے سے سرفراز کو اور ان کے نور کو پورا پورا فروغ دے اور انہیں رسالت کے صلہ میں شہادت کی تولیت و پذیرائی اور قول و سخن کی پسندیدگی عطا کر جب کہ آپ کی باتیں سراپا عدل اور فیصلے حق و باطل کو چھانٹنے والے ہیں. اے اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ خوش گوار و پاکیزہ زندگی اور منزلِ نعمات میں یکجا کر اور مرغوب و دل پسند خواہشوں اور لذتوں اور آسائش و فارغ البالی اور شرف و کرامت کے تحفوں میں شریک بنا.

خطبہ ۷۲

جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا:.

تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے. خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی. میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا. تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجرو ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو ٹھکرا دوں جس پر تم مٹے ہوئے ہو.

خطبہ ۷۳

جب آپ علیہ السّلام کا معلوم ہوا کہ بنی امیہ قتل عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر رکھتے ہیں تو ارشاد فرمایا:.

میرے تعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے بنی امیہ کو مجھ پر افترا پروازیوں سے باز نہیں رکھا. اور نہ میری سبقت ایمانی اور دیرینہ

Presented by www.ziaraat.com

اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب و افترائی کے متعلق) انہیں پندو نصیحت کی ہے وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے. میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہئے تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی ان کی نیت ہو گی ویسا ہی پھل ملے گا .

خطبہ ۷۴

خدا اس شخص پر رحم کرے , جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا , تو اسے گرہ میں باندھ لیا. ہدایت کی طرف اسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا.صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی . اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا, اور گناہوں سے خوف کھایا . عمل بے ریا پیش کیا. نیک کام کئے. ثواب کا ذخیرہ جمع کیا. بُری باتوں سے اجتناب برتا. صحیح مقصد کو پالیا. اپنا اجر سمیٹ لیا .خواہشوں کا مقابلہ کیا. امیدوں کو جھٹلایا. صبر کا نجات کی سواری بنا لیا . موت کے لئے تقویٰ کا سازو سامان کیا. روشن راہ پر سوار رہوا . حق کی شاہراہ

پر قدم جمائے. زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا. موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زاد ساتھ لیا .

خطبہ ۷۵

بنی امیہ مجھے محمد کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں. خدا کی قسم ! اگر میں زندہ رہا, تو انہین اس طرح جھاڑ پھینکوں گا, جس طرح قصائی خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے .

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے , الوذام التربۃ خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے کے بجائے التراب الوذمہ (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے , یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے اور لیفو قوننی سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں. جس طرح اونٹنی کو ذرا سادہ لیا جائے , اور پھر تھنوں کو اس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تاکہ وہ دوہے جانے کے لئے تیار ہو جائے. اوروذام وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی اوجھری یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو مٹی میں گر پڑے, اور پھر مٹی اس سے جھاڑ دی جائے .

خطبہ ۷۶

امیر المومنین علیہ السلام کے دعائیہ کلمات

اے اللہ ! تو ان چیزوں کو بخش دے, جنہیں تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے. اگر میں گنا ہ کی طرف پلٹوں , تو تو اپنی مغفرت کے ساتھ پلٹ. بارِالٰہا! جس عملِ خیر کے بجالانے کا مَیں نے اپنے اپ سے وعدہ کیا تھا. مگر تو نے اسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا, اسے بھی بخش دے میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے , جن سے تیرا تقرب چاہا تھا. مگر دل ان سے ہمنوا نہ ہو سکا. ان سے

Presented by www.ziaraat.com

بھی در گزر کر. پروردگار! تو انکھوں کے) طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کر دے .

خطبہ ۷۷

جب اپ نے جنگ خوارج کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا, تو ایک شخص نے کہا کہ:

یا امیرالمومنین علیہ السّلام اگر اپ اس وقت نکلے تو علمِ نجوم کی رُو سے مجھے اندیشہ ہے کہ اپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہیں ہو سکیں گے . جس پر اپ نے فرمایا کہ:

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اس کے لئے کوئی بُرائی نہ ہو گی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو, کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اسے نقصان درپیش ہو گا, تو جس نے اسے صحیح سمجھا, اس نے قران کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دوُر کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا, تم اپنی ان باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گُن گائے . اس لئے کہ تم نے اپنے خیال میں اس ساعت کا پتہ دیا, کہ جو اس کے لئے فائدہ کا سبب , اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی. (پھر اپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے , اور فرمایا:(

اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو, مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کر سکو. اس لئے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے, اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے . بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو .

شرح خطبہ

جب امیرالمومنین علیہ السّلام کی شورشوں کو دبانے کے لئے نہروان کا ارادہ کیا, تو عفیف ابن قیس نے اپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے, اگر اپ علیہ السّلام اس وقت روانہ ہوئے تو فتح و ظفر مندی کے بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی. مگر حضرت نے اس کی بات کو درخورِ اعتنانہ سمجھا اور اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا. اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ ان کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو ادمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے, اور باقی کا صفایا ہوگیا .

امیرالمومنینعلیہ السّلام نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے . پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کی درست مان لیا جائے, تو قران کو جھٹلانا پڑے گا. کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے , اور قران یہ کہتا ہے کہ :.

اسمان و زمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے.

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعمِ ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع و نقصان کو جان سکتا ہے , تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس سے مدد چاہنے میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا. اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس

Presented by www.ziaraat.com

کے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کازندقہ و الحاد ہے. جو اللہ سے اس کے توقعات ختم کر دیتا ہے. تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہو گا تو اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا. جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا. اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا. ان سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گذار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار ہوں. یہ تمام چیزیں فنِ نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں, جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے. جس میں قدرت الٰہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سدِ راہ ہو سکتی ہے. ہمارے اکثر علماءِ اسلام جو علمِ نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے, وہ اسی بنائی پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے.

خطبہ ۷۸

جنگِ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت میں فرمایا :.

اے لوگو! عورتیں ایمان میں‌ناقص, حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں, نقصِ ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایما کے دَور میں نماز اور روزہ انہیں چھوڑنا پڑتا ہے. اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے ادھا ہوتا ہے. بُری عورتوں سے ڈرو. اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو. تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تا کہ اگے بڑھ کر وہ بری باتوں منوانے پر نہ اتر ائیں.

شرح خطبہ

یہ خطبہ جنگ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا, اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت افرینیاں ایک عورت کے حکم پر انکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں. اس لئے اس میں ان کے فطری نقائص اور ان کے وجوو اسباب کا ذکر فرمایا ہے. چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ انہیں ہر مہینہ میں چند دنوں کے لئے نماز و روزہ سے دستبردار ہونا پڑت اہے اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے. اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیقِ قلبی و اعتقاد باطنی کے ہیں. مگر بطورِ مجاز عمل و کردار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے. چونکہ اعمال ایمان کا ائینہ ہوتے ہیں, لہذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے.

چنانچہ امام علی ابنِ موسیٰ الرضا سے مروی ہے کہ :.

ایمان دل سے تصدیق, زبان سے اقرار, اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے.

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے. لہذا ان کے میدان عمل کی وسعت ہی کے لحاظ سے فطرت نے ان کو قوائے عقلیہ دیئے ہیں. جو حملِ ولادت, رضاعت, تربیتِ اولاد اور امُورِ خانہ داری میں ان کی رہنمائی کر سکیں اور اسی ذہنی و عقلی کمزوری کی بنائی پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا. جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے :.

Presented by www.ziaraat.com

اپنے مردوں میں سے جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو, اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں . اگر ایک بھول جائے گی تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلادے گی .

تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث سے نصف ہوتا ہے . جیسا کہ قرانِ کریم میں ہے .:

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا.

اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کفالت کا بار مرد ہوتا ہے . تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگران کی قرارپائی , تو نگرانی و سر پرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود ائینہ دار ہو گی .

ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ان کی اندھا دھندپروی اور غلط اطاعت کے مفاسد کا ذکر کرتے ہیں کہ بُری بات تو خیر بُری ہوتی ہی ہے . اگروہ کسی اچھی بات کے لئے بھی کہیں, تو اسے اس طرح انجام نہیں دینا چاہئے کہ انہیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اوررضا جوئی کے لئے بجا لائی گئی ہے . بلکہ اس طرح کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اس اچھے کام کو اس کے اچھا ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے اس میں ان کی خواہش و رضامندی کو کوئی دخل نہیں ہے . اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچ پکڑنے پر اتر جائیں گی . اور یہ چاہنے لگیں گی کہ ان کی ہر بری سے بری بات کے اگے سر جھکایا جائے . جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی ہو گا. امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں کہ .:

امیر المو منین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ طویل صدیوں کے تجربے اس کی تصدیق کرتے ہیں .

خطبہ ۷۹

اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا, نعمتوں پر شکر ادا کرنا, اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہدو درع ہے. اگر (دامنِ امید سمیٹنا) تمہارے لئے مشکل ہو جائے تو اتنا ہو کہ حرام تمہارے صبرو شکیب پر غالب نہ اجائے اور نعمتوں کے وقت شکر کر بھول نہ جاؤ. خدا وندِ عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا .

خطبہ۸۰

میں اس وارِ دنیا کی حالت کیا بینا کرو ں کہ جس کی ابتدائی رنج اور انتہا فناہ ہو. جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو. یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ , اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے جو دنیا کے لئے سعی و کوشش میںلگا رہتا ہے . اس کی دنیوی ارزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں. اور جو کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے . دنیا خود ہی اس سے ساز گار ہو

Presented by www.ziaraat.com

جاتی ہے. جو شخص دنیا کو عبرتوں کا ائینہ سمجھ کر دیکھتا ہے, تو وہ اس کی انکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے, اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے. تو وہ اسے کو رونا بینا بنا دیتی ہے.

)علامہ رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی غورو فکر کرنے والا حضرت کے اس ارشاد »من ابصر بہا بصرتہ جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کے لئے دیکھے, تو وہ اس میں عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچ اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے خصوصاً اس کے ساتھ یہ جملہ و من البصر الیہا اعمۃ اور جر صرف دنیا کو دیکھتا رہے, تو وہ اس سے انکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے . بھلا ملا یا جائے تو ابصر بہا اور البصر الیہا میں واضح فرق محسوس کرے گا اور حیرت سے اس کی انکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گے.(

شرح خطبہ

دنیا کی ابتدائی مشقت اورانتہا ہلاکت ہے. » یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قران نے لقد خلقنا الانسان فی کبد. (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے. یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دورِ حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگنائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک کہیں بھی سکون قرار سے ہمکنار نہیں ہوتیں. جب زندگی سے اشنا ہوتا ہے, تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان مین جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے, اور نہ پہلو بدل سکتا ہے. اور جب ان جکڑ بندیوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں اتا ہے تو مخلتف صعوبتوں کے دَور سے اسے گریز کرنا پڑتا ہے. ابتدائی میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دُکھ دَرد کو بیان کر سکے, اور نہ اعضا، و جوارح و سکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے. صرف اس کی دبی ہوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضروریات کا اظہار اور اس کے رنج ق قلق کی ترجمانی کرتی ہیں. اس دَور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے, تو بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی اوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں. ہر وقت خوف زدہ اور سہما ہوا دکھائی دیتا ہے. جب اس دورِ محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھر جاتا ہے. جہاں کبھی ہم پیشہ رقیبوں سے چپقلش, کبھی دشمنوں سے ٹکراؤں, کبھی حوادثِ زمانہ کا مقابلہ, کبھی بیماریوں کا حملہ اور کبھی اولاد کا صدمہ اسے درپیش رہتا ہے, یہاں تک کہ بڑھاپا لاچاریوں اور بے بسیوں کے پیغام لے کرا پہنچتا ہے اور اخر دل میں حسرت و اندوہ لئے ہوئے اس جہانِ فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے.

پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی حلال چیزوں میں حساب کی موشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں. اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تا انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھتا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے, اور جو اس دنیا کے لئے تگ و دَو میں لگا رہتا ہے. اس کی ارزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی. ایک امید بر اتی ہے, تو دوسری ارزو کو پورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہوتی ہے. اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اس کے پیچھے دوڑو وہ اگے بھاگتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ یوُنہی جو اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا، تو وہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جر حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دنیا طلبی سے دست کش ہو جاتا ہے۔ دنیا اسے بھی حاصل ہوتی اور وہ اس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہذا جو شخص دنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اس کے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے۔ اور اس کی نیرنگیوں اور بو قلمونیوں سے صانع عالم کی قدرت، تدبیر و حکمت اور رحمت و رأفت اور اس کی ربوبیت کا پتہ لگائے، تو اس کی انکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی۔ اور جو شخص سرف دنیا کی رنگینیوں میں کھویا رہتا ہے۔ اور اس کی ارائشوں پر مَر مٹتا ہے، تو وہ دیدئہ دل کی روشنی کھول کر اس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دنیا کی شادابی سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ ان کو اس سے ازمائیں۔ تم اس متاعِ دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔

خطبہ۱۸

اس خطبہ کا نام خطبئہ غرائ ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے:۔

تما حمد اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا، اور ہر مصیبت و ابتلائ کا دور کرنے والا ہے۔ میں اس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنائ پر اس کی حمدو ثنائ کرتا ہوں میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ چونکہ وہ اوّل و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وُہ قادر و توانا ہے اور اس پر بھروسہ کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح کی کفایت اور اعنات کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد و رسول ہیں۔ جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتما م اور عبرتناک و اقاعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لئے بھیجا۔

خدا کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جس نے تمہارے) سمجھانے کے) لئے مثالیں پیش کیں اور تمہاری زندگی کے اوقات مقرر کئے۔تمہیں) مختلف) لباسوں ڈھانپا اور تمہارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اس نے تمہارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمہارے لئے جزا مقرر کی ہے اور تمہیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور موثر دلیلوں سے تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں گنِ چکا ہے اور اس مقام ازمائش و محلِ عبرت میں اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں اس میں تمہاری ازمائش ہے اور اس کی درامد و برامد پر تمہارا حساب ہو گا۔ اس دنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنمائ اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس دے دل لگا لیتا ہے۔ اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے، تو یہ اپنے پیروں کو اٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا

Presented by www.ziaraat.com

لیتی ہے اوراس کے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اوروحشت ناک منزل تک لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا(جنت یا دوزخ دیکھ لے, اوراپنے کئے کا نتیجہ پالے . بعد میں انے والوں کی حالت بھی اگلوں کی سی ہے . نہ موت کانٹ چھانٹ سے منہ موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے بازاتے ہیں. باہم ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے منزلِ منتہاؤ مقامِ فنا کی طرف بڑھ رہے ہیں. یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو جائیں گے, اور دنیا کی عمر تمام ہو جائے گی, اور قیامت کا ہنگام ا جائے گا. تو اللہ سب کو قبر کے گوشوں, پرندوں کے گھونسلوں, درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکالے گا. گروہ درگروہ, صامت و ساکت, ایستادہ وصف بستہ امر الٰہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنئ جائے بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے. نگاہ۫ قدرت ان پر حاوی اور صکارنے والے کی اوازان سب کے کان میں اتی ہوئی ہو گی. وہ ضعف و بے چارگی کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور عجزو بے کسی کی وجہ سے ذلت ان پر چھائی ہوئی ہو گی. حیلے اور ترکیبیں غائب اور امیدیں منقطع ہو چکی ہوں گی. دل مایوُسا نہ خاموشیوں کے ساتھ بیٹھتے ہوں گے. اوازیں دب کر خاموش ہو جائیں گی. پسینہ منہ میں پھندا ڈال دے گا. وحشت بڑھ جائے گی, اور جب انہیں اخری فیصلہ سنانے, عملوں کا معاوضہ دینے, اور عذاب و عقوبت اور اجرو ثواب کے لئے بُلایا جائے گا, تو پکارنے والے کی گرجدار اواز سے کان لرز اٹھیں گے. یہ بندے اس کے اقتدار کا ثبوت دینے کے لئے وجود میں ائے ہیں. اور غلبہ و تسلط کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی ہے. نزو کے وقت انف کی روحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں دکھ دیئے جاتے ہیں. (جہاں) یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور(پھر) قبروں سے اکیلے اٹھائے جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں گے اور سب کو الگ الگ حساب دینا ہو گا. انہیں دنیا میں رہتے ہوئے گلو خلاصی کا موقع دیا گیا تھا. اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جا چکا تھا, اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مہلت بھی دی گئی تھی. شک و شبہات کی تاریکیاں ان سے دُور کر دی گئی تھیں. اور اس مدتِ حیات و اماجگاہ عمل میں انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ اخرت میں دوڑ لگانے کی تیاری, اور سوچ بچار سے مقصد کی تلاش کر لیں اور اتنی مہلت پائیں, جتنی فوائد کے حاص کرنے اور اپنی ائندہ منزل کا سامان کرنے کے لئے ضروری ہے. یہ کتنی ہی صحیح مثالیں اور شفا بخش نصیحتیں ہیں. بشرطیکہ انہیں پاکیزہ دل اور سننے والے کان اور مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب ہوں. اللہ سے ڈرو, اس شخص کے مانند جس نے نصیحت کی باتوں کس سُنا تو جھک گیا. گناہ کیا تو اس کا اعتراف کیا ڈرا ,تو عمل کیا. خوف کی اتو نیکیوں کی طرف بڑھا قیامت کا یقین کیا, تو اچھے اعمال بجا لایا. عبرتیں دلائی گئیں, تو اس نے عبرت حاصل کی اور خوف دلایا گیا تو بُرائیوں سے رُک گیا. اور(اللہ کی پکار پر) لبیک کہی تو پھر اس کی طرف رخ موڑ لیا. اور اس کی طرف توبہ و انابت کے ساتھ متوجہ ہوا (اگلوں کی) پوری پوری پیروی کی اور حق کے دکھائے جانے پر اسے دیکھ لیا. ایسا شخص طلبِ حق کے لئے سرگرمِ عمل رہا, اور دنیا کے بندھنوں سے) چھوٹ کر بھاگ کھڑا ہوا. اس نے اپنے لئے ذخیرہ فراہم کیا,ا ور باطن کو پاک و صاف رکھا, اور اخرت کا گھر اباد کر لیا. سفرِ اخرت اور اس کی راہ۫ نوردی کے لئے اور احتیاج کے مواقع اور فقر فاقہ کے مقامات کے پیشِ نظر اس نے زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے. اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیش نظر اس سے ڈرتے رہو, اور جس حد تک اس نے تمہیں ڈرایا ہے. اس حد تک اس سے خوف کھاتے رہو, اور اس

Presented by www.ziaraat.com

سے اس کے سچے وعدے کا ایفائی چاہتے ہوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے ان چیزوں کا استحقاق پیدا کرو, جو اس نے تمہارے لئے مہیا کررکھی ہیں .

اسی خطبہ میں کے یہ بھی الفاظ ہیں:. اس نے تمہارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اوراہم چیزوں کو سن کر محفوظ رکھیں , اوراس نے تمہیں انکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن و ضیائی بار ہوں اورجسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضائی ہیں جن کے پیچ و خم ان کی مناسبت سے ہیں اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پرا کررہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں. علاوہ دیگر بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانیوالی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے اوراس نے تمہاری عمریں مقرر کردی ہیں جنہیں تم سے مخفی رکھا ہے اور گذشتہ لوگوں کے حالات و واقعات سے تمہارے لئے عبرت اندوزی کے مواقع باقی رکھ چھوڑتے ہیں. ایسے لوگ جو اپنے خط و نصیب سے لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں ازاد پھرتے تھے . کس طرح امیدوں کے بر انے سے پہلے موت نے انہیں جا لیا اور عمر کے ہاتھ نے انہیں ان امیدوں سے دُور کردیا. اس وقت انہوں نے کچھ سامان نہ کیا کہ جب بدن تندرست تھے , اوراس وقت عبرت و نصیحت حاصل نہ کی کہ جب جوانی کا دَور تھا. کیا یہ بھرپور جوانی والے کمر جھکا دینے والے بڑھاپے کے منتظر ہیں اور صحت کی تراتازگی والے ٹوٹ پڑنے والی بیماریوں کے انتظار میں ہیں. اوریہ زندگی والے فنا کی گھڑیاں دیکھ رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگام نزدیک اور کوچ قریب ہو گا اور (بسترِ مرگ پر) قلق و اضطراب کی بے قراریاں اور سوزو تپش کی بے چنیناں , اور لعابِ دہن کے پھندے ہونگے اورعزیزو اقارب اور اولاد احباب سے مدد کے لئے فریاد کرتے ہوئے ادھر ادھر کروٹیں بدلنے کا وقت ا گیا ہو گا, تو کیا قریبیوں نے موت کو روک لیا, یا رونے والیوں کے (رونے نے) کچھ فائدہ پہنچایا . اسے تو قبرستان میں قبر کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے . سانپ اور بچھوؤں نے اس کی جلد کو چھلنی کر دیا ہے . اور (وہاں کی) پامالیوں نے اس کی تروتازگی کو فنا کردیا ہے . اندھیوں نے اس کے اثار مٹا ڈالے اور حادثات نے اس کے نشانات تک محو کردیئے . تروتازہ جسم لاغروپ FUمُردہ ہوگئے . ہڈیاں گل سڑ گئیں اور رُوحیں (گناہ کے) بار گراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اورغیب کی خیروں پریقین کر چکی ہیں. لیکن ان کے لئے اب نہ اچھے عملوںاضافہ کی کوئی صورت , اور نہ بد اعمالیوں سے توبہ کی کچھ گنجائش ہے . کیا تم انہی مر چکنے والوں کے بیٹے, باپ , بھائی اور قریبی نہیں ہو. اخر تمہیں بھی تو ہوُبہُو انہی کے سے حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے , اور انہی کی شاہراہ پر گزرنا ہے . مگر دل اب بھی خطو سعادت سے بے رغبت , اور ہدایت سے بے پروا ہیں اور غلط میدان میں جا رہے ہیں .گویا انکے علاوہ کوئی اور مراد و مخاطب ہے , اور گویا ان کے لئے دنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے . یاد رکھو کہ تمہیں گزرنا ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگھوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں. اوریر پھسل جاتے ہیں , اور قدم قدم پر خوف و دہشت کے خطرات ہیں. اللہ سے اس طرح ڈرو, جس طرح وہ مردِ زیرک و دانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو) عقبیٰ کی) سوچ بچارنے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو اور خوف نے اس کے بدن کو تعب و کلفت میں ڈال دیا ہو, اور نمازِ شب نے اس کی تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو. اور امید ثواب میں اس کے دن کی

Presented by www.ziaraat.com

تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میںگزرتی ہوں اور زہدو ورع نے اس کی خواہشوں کوروک دیا ہو. اور ذکرِالٰہی سے اس کی زبان پروقت حرکت میں ہو. خطروں کے انے سے پہلے اس نے خوف کھایا ہو اور کٹی پھٹی راہوں سے بچتا ہوا سیدھی راہ پر ہو لیا ہو, اور راہِ مقصود پر انے کے لئے سیدھا راستہ اختیار کیا ہو, نہ خوش فریبیوں نے اس میں پیچ و تاب پیدا کیا ہو, اور نہ مشتبہ باتوں نے اس کی انکھوں پر پردہ ڈالا ہو. بشارت کی خوشیوں اور نعمت کی اسائشوں کو پا کر میٹھی نیند سوتا ہے. اور امن چین سے دن گزارتا ہے. وہ دنیا کی عبور گاہ سے قابلِ تعریف سیرت کے ساتھ گذر گیا, اور اخرت کی منزل پر سعادتوں کے ساتھ پہنچا (وہاں کے) خطروں کے پیش,نظر اس نے نیکیوں کی طرف ودمف بڑھایا اور اچھائیوں کے لئے اس وقفہ حیات میں تیز گام چلا. طلبِ اخرت میں دلجمعی و رغبت سے بڑھتا گیا اور برائیوں سے بھاگتا رہا اور اج کے دن کل کا خیال رکھا اور پہلے سے اپنے اگے کی ضرورتوں پر نظر رکھی. بخشش و عطا کے لئے جنت اور عقاب و عذاب کے لئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا, اور انتقام لینے اور مدد کرنے کے لئے اللہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے اور سندو حجت بن کر اپنے خلاف سامنے انے کے لئے قران سے بڑھ کر کیا ہے? میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعے عذرتراشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی, اور سیدھی راہ دکھا کر حجت تمام کر دی ہے اور تمہیں اس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو چپکے سے سینوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور کانا پھوسی کرتے ہوئے کانوںمیں پھونک دیتا ہے. چنانچہ وہ گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وعدے کر کے طفل تسلیوں سے ڈھارش بند ھائے رکھتا ہے. (پہلے تو) بڑے سے بڑے جوموں کو سنوار کر سامنے لاتا ہے اور بڑے بڑے مہلک گناہوں کی ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے. اور جب بھکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے دھوئے پر لگا دیتا ہے اور اسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سجایا تھا اس کو برا کہنے لگتا ہے, اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اس کی گراں باری و اہمیت بتا تا ہے. اور جس سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا. اس سے ڈرانے لگتا ہے. (اسی خطبے کا ایک جُزیہ ہے کہ جس میںانسان کی پیدائش کا بیان ہے.)

یا پھر اسے دیکھو, جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا. جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت منجمد خون تھا. (پھر انسانی خط و خال کے سانچے میں ڈھل کر, جنین بنا اور (پھر) طفلِ شیر خوار اور (پھر حد رضاعت سے نکل کر, طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا .اللہ نے اسے نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی انکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھے بوُجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ جب اس (کے اعضائ) میں توازن اور اعتدال پیدا ہو گیا اور اس کا قدو قامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور و سرمستی میں اخر (ہدایت سے) بھڑک اٹھا, اور اندھا دھند بھٹکنے لگا. اس طرح کہ رندی و ہوس ناکی کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط و طرب کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پوُرا کرنے میں جان کھپائے ہوئے تھا. نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا تھا. نہ کسی ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا. اخر انہی شوریدگیوں میں غافل و مدہوش حالت میں مر گیا اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اسے بیہودگیوں میں گزار گیا. نہ ثواب کمایا نہ کوئی فریضہ پورا کیا. ابھی وہ باقی ماندہ سر کشیوں کی راہ ہی میں تھا کہ

Presented by www.ziaraat.com

موت لانے والی بیماریاں اس پو ٹوٹ پڑیں کہ وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اس نے رات اندوہ و مصیبت کی کلفتوں اور درود الام کی سختیوں میں جاگتے ہوئے اس طرح گزار دی کہ وہ حقیقی بھائی , مہربان باپ, بے چینی سے فریاد کرنیوالی ماں اور بیقراری سے سینہ کوٹنے والی بہن کے سامنے سکرات کی مدہوشیوں اور سخت بدحواسیوں اور درد ناک چیخوں اور سانس اکھڑنے کی بے چینیوں اور نزع کی درماندہ کر دینے والی شدتوں میں پڑا ہوا تھا. پھر اسے کفن میں مامرادی کے عالم میں لپیٹ دیا گیا اور وہ بُڑے چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل و حرکت کا پابند رہا. پھر اسے تختے پر ڈالا گیا . اس عالم میں کہ وہ محنت و مشقت سے خستہ حال , اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا تھا. اسے سہارا دینے والے نوجوانوں , اور تعاون کرنے والے بھائیوں نے کاندھا دے کر پردیس کے گھر تک پہنچا دیا کہ جہاں میل ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں اور جب مشایعت کرنیوالے اور مصیبت زدہ (عزیز و اقارب) پلٹ ائے, تو اسے قبر کے گڑھے میں اٹھا کر بٹھا دیا گیا. فرشتوں کے سوال و جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکریں کھانے کے لئے اور پھر وہاں کی سب سے بڑی افت کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے اور دوزخ کی لپٹیں , اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں نہ اس میں راحت کے لئے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و راحت کے لئے کچھ دیر کے لئے بچاؤ ہے . نہ روکنے والی کوئی قوت ہے , اور نہ اب سکون دینے والی موت, نہ تکلیف کو بھلا دینے لے لئے نیند, بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی موتوں اور گھڑی گھڑی کے (نت نئے) عذابوں میں ہو گا. ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگا رہیں .

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں عمریں دی گئیں تو وہ نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے اور انہیں بتایا گیا تو وہ سب کچھ سمجھ گئے اور وقت دیا گیا تو انہوں نے وقت غفلت میں گزار دیا , اور صحیح و سالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول گئے . انہیں لمبی مہلت دی گئی تھی , اچھی اچھی چیزیں بھی انہیں بخشی گئی تھیں , درد ناک عذاب سے انہیں ڈرایا بھی گیا تھا اور بڑی چیزوں کے ان سے وعدے بھی کئے گئے تھے . (تو اب تم ہی) ورطئہ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی خطاؤں سے بچتے رہو .

اے چشم, گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے ؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے ؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر انے کی کوئی صورت ہے ؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو, اور کدھر کا رخ کئے ہوئے ہو, یا کن چیزوں کے قریب میں اگئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بَل پڑا ہوگا. یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو, جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے اور روح بھی ازاد ہے . ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت , اور از سرِنو اختیار سے کام لینے کے مواقع, اور توبہ کی گنجائش , اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑجائے اور خوف و اضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت ا جائے , اور قادر و غالب کی گرفت اسے جکڑ لے .

سید رضی فرماتے ہیں کہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا . تو بدن لرزنے لگے ,رونگٹے کھڑی ہو گئے . انکھوں

Presented by www.ziaraat.com

سے انسو بہہ نکلے, اور دل کانپ اٹھے. بعض لوگو اس خطبہ کو خطبئہ غرا کے نام سے یاد کرتے ہیں .

شرح خطبہ

خدا وندِ عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے اراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اس کے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے. چنانچہ کیس کوروں میں ڈھانپ رکھا ہے. اور کسی کو اونی لبادے اڑھا دیئے ہیں. مگر انسانی شعور کی بلندی اور اس کی شرم و حیا کا جوہر دوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے. لہذا اس کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے. اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت ادم علیہ السّلام کے بدن سے لباس اتروا لیا گیا, تو انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے :.

جب ان دونوں نے درخت (کے پھل) کو چکھا تو اُن کے لباس اتر گئے, اور بہشت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے اوپر ڈھانپنے لگے .

یہ اس عتاب کا نتیجہ تھا, جو ترکِ اولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا. تو جب لباس کا اُترو انا عتاب کا اظہار ہے تو اس کا پہنانا لطف و احسان ہو گا. اور یہ چونکہ انسان کے لئے مخصوص ہے, اس لئے خصوصیت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے .

مقصد یہ ہے کہ خدا وندِ عالم تمام مرنے والوں کو محشور کرے گا. خواہ وہ درندوں کا لقمہ, اور گوشت خور پرندوں کی غذا بن کر ان کے جزوِ بدن ہو چکے ہوں. اس سے ان حکمائی کی ردّ مقسود ہے کہ جو المعدوم لایعاد(اعادہ معدوم محال ہے) کی بنائی پر معاد جسمانی کے قائل نہیں ہیں .ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے, وہ بعینہٖ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی. لہذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کرانا ناممکن ہے. لیکن یہ عقیدہ درست نہیں. کیونکہ اجزائ کا منتشرو پاشاں ہو جانا ان کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کریکجا ہونے کا اعادئہ معدوم سے تعبیر کیا جائے. بلکہ متفرق و پراگندہ اجزائ کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود رہتے ہیں. البتہ اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہٖ اپنے اجزائ کے ساتھ محشور ہوتا ہے تو درصورتیکہ ایک انسان دوسرے انسان کو نگل چکا ہو گا. اور ایک اکے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بن چکے ہوں گے, تو ان دونوں کو انہی کے اجزائے بدن کے ساتھ کیوں کو پلٹا نا ممکن ہو گا. جب کہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزائ میں کمی کا رونما ہونا ضروری ہے .

اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ بدن میں کچھ اجزائ اصلی ہوتے ہیں, اور کچھ اجزائ غیر اصلی, اصلی اجزائ ابتدائے عمر سے اخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور حشرو نشر کا تعلق انہیں اصلی اجزائ سے ہے کہ جن کے پلٹا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزائ میں کمی پیدا نہ ہو گی .

خطبہ ۲۸

عمرو ابنِ عاص کے بارے میں :.

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہل شام سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں

Presented by www.ziaraat.com

کھیل و تفریح میں پڑا رہتا ہوں اس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار ہوا. یاد رکھو کہ بد ترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو, اور وہ خود بات کرتا ہے, تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے. مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے اور خود اس سے مانگا جائے تو اس میں بخل کر جاتا ہے وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے. اور جنگ کے موقعہ پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور حکم چلاتا ہے مگر اسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور نہ پکڑ لیں. اور جب ایسا وقت اتا ہے, تو اسکی بڑی چال یہ ہوتی ہے کہ اپنے حریف کے سامنے عُریاں ہو جائے. خدا کی قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کُود سے باز رکھا ہے اور اسے عاقبت فراموشی نے سچ بولنے سے روک دیا ہے. اس نے معاویہ کی بیعت یوں ہی نہیں کی, بلکہ پہلے اس سے یہ شرط منوالی کہ اسے اس کے بدلے میں صلہ دینا ہو گا, اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا.

شرح خطبہ

«فاتح مصر عمرو ابنِ عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو جوانمردی دکھائی تھی, اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے. اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدانِ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام سے اور اس سے مڈ بھیڑ ہوئی تو اس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو برہنہ کر دیا. امیر المومنین نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا, اور اس کی جان بخشدی.

عرب کے شاعر فرزوق نے اس کے متعلق کہا ہے#

؛؛؛» کسی ذلیل حرکت کے ذریعے کزند کو دُور کرنے میں کوئی خوبی نہیں. جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دُور کیا.

عمرو کو اس قسم کے دنی حرکتوں میں بھی اجتہادِ فکر نصیب نہ تھا. بلکہ ان میں بھی دوسروں ہی کا مقلد تھا. کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی, وہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا. جس نے احد کے میدان میں امیر المومنین کے سامنے برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی تھی, اور اسی نے دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھا دیا تھا. چنانچہ عمرو کے علاوہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے بھی حضرتعلیہ السّلام کی تلوار کی زد پر اکر یہی حرکت کی. اور جب یہ کارِنمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا, تو اس نے عمرو ابنِ عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کر کے اس کی خجالت کو مٹانے کے لئے کہا :.

اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں. اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے.

خطبہ ۳۸

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو کتا ؤ لاشریک ہے.وہ اوّل ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں. وہ اخر ہے. یوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں. اس کی کسی صفت سے وہم و گمان با خبر نہیں ہو سکتے, نہ اس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے, نہ اس کے اجزائی ہیں کہ اس کا تجزیہ کیا جاسکے اور نہ قلب و چشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں.

اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے :.

Presented by www.ziaraat.com

خدا کے بندو! مفید عبرتوں سے پندو نصیحت اور کھلی ہوئی دلیلوں سے عبرت حاصل کرو. اور موثر خوف دہانیوں سے اثر لو. اور مواعظ و افکار سے فائدہ اٹھاؤ. کیونکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ موت کے نیچے تم میں گڑ چکے ہیں .اور تمہاری امیدو ارزو کے تمام بندھن ایکدم ٹوٹ چکے ہیں. سختیاں تُم پر ٹوٹ پڑی ہیں. اور (موت کے) چشمہ پر کہ جہاں اترا جاتا ہے . تمہیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہوتا ہے اور شہادت دینے والا. ہنکانے والا اسے میدانِ حشر تک ہنکا کر لے جائے گا. اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا .

اسی خطبے کا یہ جز جنت کے متعلق ہے . اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں اور مخلتف معیار کی منزلیں ہیں, نہ اس کی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا, نہ اس میں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اس میں بسنے والوں کو فقرو نادار سے سابقہ پڑنا ہے .

خطبہ ۴۸

وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا ہے پہچانتا ہے . وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے , اور ہر چیز پر اس کا زور چلتا ہے تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو. اسے موت کے حائل ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں اور مصروفیت سے قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہئیے. وہ اپنے لئے اور اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے سامان کا تہیا کر لے , اور اس گذر گاہ سے منزل اقامت کے لئے زاد فراہم کرتا جائے . اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کئے ہیں , ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو. اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے تمہیں بے قیدو بند جہالت و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے . اس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیئے اور (پیغمبر کے ذریعے) سکھا دیئے ہیں. اس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں, اور تمہاری طرف ایسی کتاب بھیجی ہے . جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے اور اپنے نبی کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا, یہاں تک کہ اس نے اپنی اتاری ہوئی کتاب میں اپنے نبی کے لئے اورتمہارے لئے اس دین کو جو اسے پسند ہے کامل کر دیا. اور ان کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور نا پسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے. اس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیئے , اور تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور اپہلے سے ڈرا دھمکا دیا . اور (انے والے) سخت عذاب سے خبر دار کر دیا. تو اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں (پہلی کوتاہیوں کی) تلافی کرو اور اپنے نفسوں کو ان دنوں (کی کلفتوں) کا متحمل بناؤ. اس لئے , کہ یہ دن تو ان دنوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں. جو تمہاری غفلتوں میں بیت گئے , اور وعظ و پند سے بے رخی میں کٹ گئے . اپنے نفسوں کے لئے جائز چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو, ورنہ یہ ڈھیل تمہیں ظالموں کی راہ پر ڈال دے گی. اور (مکروہات میں بھی) سہل انگاری سے کام نہ لو, ورنہ یہ نرم روی اور بے پرواہی تمہیں معصیت کی طرف دھکیل کر لے جائے گی .

اللہ کے بندو! لوگوں میں وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے , جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریقب دینے والا ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہ گار ہے۔ اصلی فریب خوردہ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ اور قابلِ رشک و غبطہ وہ ہے جس کا دین محفوظ رہا، اور نیک بخت وہ ہے جس نے دوسروں سے پندو نصیحت کو حاصل کر لیا اور بدبخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے چکر میں پڑ گیا اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور ہوس پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور شیطان کی امد کا مقام ہے، جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ وہ ایمان سے الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلندیوں پر ہے، اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر ہے باہم حسد نہ کرو۔ اس لئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو۔ اس لئے کہ یہ (نیکیوں کو) چھَیل ڈالتا ہے، اور سمجھ لو کہ ارزوئیں عقلوں پر سہو کا، اور یاد الٰہی پرنسیان کو پردہ ڈال دیتی ہیں۔ امیدون کو جھٹلاؤ۔ اس لئے کہ یہ دھوکا ہیں، اور امیدیں باندھنے والا فریب خوردہ ہے۔

خطبہ ۵۸

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جسے اس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوت دی ہے۔ جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے (یعنی اندوہ و ملال اسے چمٹا رہتا ہے۔ اور خوف اس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے اور انے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے۔ (موت کو) جو دُور ہے اسے وہ قریب سمجھتا ہے، اور سختیوں کو اپنے لئے اسان سمجھ لیا ہے۔ دیکھتا ہے، تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے (اللہ کو) یاد کرتا ہے، تو عمل کرنے پر تل جاتا ہے۔(وہ اس سر چشمہ ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہے جس کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے (وہ باسانی پہنچ گیا ہے۔ اس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہے اور ہموار راستے پر چل پڑا ہے شہوتوں کا لباس اتار پھینکا ہے (دنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دھن میں لگا ہوا ہے۔ وہ گمراہی کی حالت اور ہوس پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصہ لینے سے دور رہتا ہے وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت و گمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس نے اپنا راستہ دیکھ لیا ہے اور اس پر گامزن ہے۔(ہدایت کے) مینار کو پہچان لیا ہے، اور دھاروں کو طے کر کے اس تک پہنچ گیا ہے۔ محکم وسیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھا م لیا ہے وہ یقین کی وجہ سے ایسے اجالے میں ہے جو سورج کی چمک دمک کے مانند ہے۔ وہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اونچے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ ہر مشکل کو جو اس کے سامنے ائے، مناسب طور سے حل کر دے۔ ہر فرع کو اس کے اصل و ماخذ کی طرف راجع کرے۔ وہ تاریکیوں میں روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنے والا۔ الجھے ہوئے مسئلوں کو سلجھانے والا، گنجلکوں کو دور کرنے والا، اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہے۔ وہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھادیتا ہے اور کبھی چپ ہو جاتا ہے۔ اس وقت جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اس نے ہر کام اللہ کے لئے کیا، تو اللہ نے بھی اسے اپنا بنا لیا ہے۔ وہ دین خدا کا معدن، اور اس کی زمین میں گڑی ہوئی میخ کی طرح ہے۔ اس نے اپنے لئے عدل کو لازم کر لیا ہے چنانچہ اس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا

Presented by www.ziaraat.com

ہے. حق کو بیان کرتا ہے تو اس پر بھی عمل کرتا ہے. کوئی نیکی کی حد ایسی نہیں جس کا اس نے ارادہ نہ کیا ہو, اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو, اور اس نے قصد نہ کیا ہو. اس نے اپنی باگ ڈور قران کے ہاتھوں میں دیدی ہے. وہی اس کا رہبر اور وُہی اس کا پیشوا ہے جہاں اس کا بارِ گراں اترتا ہے. وہیں اس کا سامان اترتا ہے اور جہاں اس کی مزنل ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیت اہے. (اس کے علاوہ) ایک دوسرا شکس ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے, حالانکہ وہ عالم نہیں. اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کے لئے مکرو فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں. قران کو اپنی رائے پر, اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے. بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے. کہتا تو یہ ہے کہ شبہات میں توقف کرتا ہوں حالانکہ انہیں میں پڑا ہوے. اس کا قول یہ ہے کہ میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں, حالانکہ انہی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے. صورت تو اس کی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا. نہ اسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک ا سکے. اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے. یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی (لاش ہے. اب تم کہاں جا رہے ہو, اور تمہیں کدھر موڑا جارہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند, نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں, اور تمہیں کہاں بھکایا جارہا ہے اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبی کی عترت تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں, دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں. جو قران کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو, وہیں انہیں بھی جگہ دو, اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سر چشمہ ہدایت پر اترو.

اے لوگو! خاتم النبیین کے اس ارشاد کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا) ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے. اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر (بوسیدہ ہو جاتا ہے, وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا. جو باتیں تم نہیں جانتے, ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو. اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے. کہ جن سے تم بیگانہ و نا اشنا ہو(جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو) اور تمہارے کوئی حجت اس پر تمام نہ ہو, اسے معذور سمجھو, اور وہ میں ہوں. کیا میں نے تمہارے سامے ثقلِ اکبر(قران) پر عمل نہیں کیا, اور ثقلِ اصغر(اہلِ بیتعلیہ السّلام) کو تم میں نہیں رکھا. میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا. حلال و حرام کی حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حسنِ سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش ایا. جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے, اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں. اس میں اپنے رائے کو کار فرمانہ کرو.

اسی خطبہ کا ایک جزو بنی امیہ کے متعلق ہے.:

یہاں تک کہ گمانِ کرنے والے یہ گمان کرنے لگیں گے, کہ بس اب دنیا بنی امیہ ہی کے دامن سے بندھی رہے گی اور انہین ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے گی, اور انہیں ہی اپنے صاف چشمہ پر سیراب ہونے کے لئے اتارتی رہے گی, اور اس امت کی)گردن پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) ان کا تازیانہ ہمیشہ رہے گا. جو یہ خیال کرے گا, غلط خیال کرے گا بلکہ یہ تو زندگی کے

Presented by www.ziaraat.com

مزوں میں سے چند شہد کے قطرے ہیں. جنہیں کچھ دیر تک وہ چوسیں گے, اورپھر سارے کا سارا تھوک دیں گے.

شرح خطبہ

پیغمبراکرم کا یہ ارشاد اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعورِزندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا. اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے. مگر ما ورائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں, جن تک انسان کا شعورواداراک نہیں پہنچ سکتا کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جا سکتی کیونکہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب دیا جا سکے گا. یونہی شہدائے راہِ خدا کہ جو نہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں ان کی زندگی کا مفہوم کیا ہے. گو ہمیں وہ بظاہر مُردہ نظر اتے ہیں. مگر قران ان کی زندگی کی شہادت دیتا ہے.

جو لوگ خدا کی رہ میں قتل کئے گئے, انہیں مردہ نہ کہنا بلکہ وہ جیتے جاگتے ہیں. مگر تم ان کیزندگی کا شعور نہیں رکھتے.

دوسرے مقام پران کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:.

جو اللہ کی راہ میں ماے گئے, انہیں مردہ گمان نہ کرنا, بلکہ وہ زندگہ ہیں, اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں.

جب عام شہدائے راہِ خدا کے بارے میں قلب و زبان پرپہرہ بٹھا دیا گیا ہے کہ نہ انہیں مرد ہ کہا جائے اور نہ انہیں مردہ سمجھا جائے, تووہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کے لئے اور کام و دہن زہر کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے کیونکر زندئہ جاوید نہ ہوں گے.

پھر ان جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے اثار پیدا نہیں ہوتے. بلکہ وہ اسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہوئی میتیں اس وقت تک موجود ہیں. تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے, تو کیا قادرِ مطلق کے احاطہ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات و دیعت کر دیئے ہوں ان کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؟ چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر نے فرمایا:.

انہیں انہی زخموں اور خون کی روانیوں کے ساتھ پلیٹ دو. کیونکہ جب یہ قیامت میں محشور ہوں گے تو ان کے رگہائے گلو سے خون ابلتا ہوگا.

ثقلِ اکبر سے مراد قران, اور ثقلِ اصغر سے بیت علیہم السام مراد ہیں. جیسا کہ پیغمبر نے اپنے ارشاد انی تارک فیکم الثقلین میں لفظ ثقلین سے قران و اہل بیت علیہ السّلام کی طرف اشارہ فرمایا ہے. اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں. پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیماتِ قران و سیرتِ اہل بیت علیہ السّلام پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقیل و گراں گزرتا ہے, اس لئے انہیں ثقلین سے تعبیر فرمایا ہے. دوسری وجہ یہ ہے کہ »ثَقل کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں. جس کے محل احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی بروقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ ان کی حفاظت کا سروسامان

Presented by www.ziaraat.com

کیا ہے , اس لئے انہیں ثقلین کہا گیا ہے . یا یہ کہ پیغمبرعلیہ السّلام نے راہ پیمائے جادئہ اخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کر امت سے ان کی حفاظت چاہی ہے . تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کی نفاست و گرانقدری کے پیشِ نظر انہیں ثقلین سے یاد کیا گیا ہے . کیونکہ ثقل کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں .چنانچہ ابنِ حجر XS مکی نے تحریر کیا ہے .:

پیغمبر نے قران اور اپنی عترف کا نام ثقلین رکھا ہے کیونکہ ثقل ہر نفیس , عمدہ اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں , اوریہ دونوں ایسے ہی تھے . ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا گنجینہ اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکام شرعیہ کا مخزن ہے . اسی لئے پیغمبر نے ان کی اقتدائی اور ان کے دامن سے وابستگی اور ان سے تحصیلِ علوم کے لئے امت کو امادہ کیا, اور ان میں سے تمسک کئے جانے کے زیادہ حقدار امام و عالمِ الِ محمد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں . اپعلیہ السّلام کی اس علمی فراوانی اور استنباط میں وقت پسندی کی بنائی پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں .

پیغمبر اکرم نے چونکہ مقامِ تعبیر میں کتاب کی نسبت اللہ کی جانب دی ہے اور عترت کی نسبت اپنی طرف , اس لئے حفظُ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اسے اکبر اور اصغر سے تعبیر فرمایا ہے . ورنہ مقامِ تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعبیرِ اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے کی گنجائشِ انکار نہیں ہے .

خطبہ ۶۸

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توری جب تک کہ اسے مہلت و فراغت نہیں عطا کردی , اور کسی امت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اسے شدت و سختی اور ابتلاؤ اور ازمائش میں ڈال نہیں لیا جو مصیبتیں تمہیں پیش انے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کے لئے کافی ہیں. ہر صاحبِ دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا, اور نہ ہر انکھ والا چشمِ بینا رکھتا ہے . مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو, ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں . جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں. نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں, نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں, نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں. مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اورپانی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں. جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں ان کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ برا جانیں ان کے نزدیک بس وہ بری ہے .

مشکل گتھیوں کو سلجھانے کے لئے اپنی نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں. گویا ان میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے . اور اس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے . اس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان و سیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے .

خطبہ ۸۷

اللہ نے اپنے پیغمبر کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی امد کا سلسلہ رکا ہوا تھا. اور ساری امتیں . مدت سے پڑی سو رہی تھیں. فتنے سر اٹھا رہے تھے . سب چیزوں کا شیرازہ بکھروا ہوا تھا. جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے . دنیا بے رونق دبے نورتھی اور اس کی

Presented by www.ziaraat.com

فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں. اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے نا امیدی تھی . پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا. ہدایت کے مینار مت گئے تھے ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دنیا والوں کے سامنے کڑے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر ارہی تھی . اس کا پھل فتنہ تھا . اورا سکے غذا مردار گھی. اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا خدا کے بندو! عبرت حاصل کرو. اور ان (بد اعمالیوں) کو یاد کرو. جن (کے نتائج) میں تمہارے باپ , بھائی جکرے ہوئے ہیں. اور جن پر ان سے حساب ہونے والا ہے . مجھے اپنی زندگی کی قسم! تمہارا زمانہ ان کے زمانہ سے زیادہ پیچھے نہیں ہے اور نہ تمہارے اور ان کے درمیان صدیوں اور زمانوں کا فاصلہ ہے . ابھی تم اس دن سے زیادہ دور نہیں ہوئے کہ جب ان کی صلبوں میں تھے . خدا کی قسم! جو باتیں رسول نے ان کے کانوں تک پہنچائیں. وہی باتیں میں تمہیں اج سنا رہا ہوں. اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا, اس سے کچھ کم تمہیں نہیں سنایا جارہا ہے . اور جس طرح اس وقت ان کی انکھیں کھولی گئی تھیں. اور دل بنائے گئے تھے . ویسی ہی انکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمہیں دیئے گئے ہیں. خدا کی قسم! ان کے بعد تمہیں کوئی ایسی نئی چیز نہیں بتائی گئی ہے , جس سے وہ نا اشنا رہے ہوں اور کوئی خاص چیز نہیں دی گئی ہے جس سے وہ محروم تھے ہاں ایک ایسی مصیبت تمہیں پیش اگئی ہے (جو اس اونٹنی کے مانند ہے) جس کی نکیل جھول رہی اور تنگ ڈھیلا پڑ گیا ہے . (جو کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائے گی) دیکھو! ان فریب خوردہ لوگوں کے ٹھاٹھ باٹھ تمہیں ورغلا نہ دیں, اس لیے کہ یہ ایک پھیلا ہوا سایہ ہے . جس کا وقت محدود ہے .

خطبہ ۸۸

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو نظر ائے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے .و ہ اس وقت بھی دائم و برقرار تھا جب کہ نہ برجوں (والا اسمان تھا نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے , نہ اندھیری راتیں , نہ ٹھہرا ہوا سمندر, نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہار , نہ اڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہوئے فرشتوں والی زمین نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا, اور اس کا وارث ہے اور کائینات کا معبود اور ان کا رازق ہے . سورج اور چاند اس کی منشائی کے مطابق(ایک ڈھرے پر) بڑھے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں. جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں اسنے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے . وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے . وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں ان کے ٹھکانوں اور شکم میں ان کے سونپے جانے کی جگھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے. یہاں تک کہ ان کی عمرین اپنی حد انتہا کو پہنچ جائیں. وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کے لیے اس کی رحمت وسیح ہے . جو اسے دبانا چاہے اس پر قابو پالینے والا, اور جو اس سے ٹکر لینا چاہے اسے تباہ و برباد کرنے والا, اور جو اس کی مخالفت کرے , اسے رسوا و ذلیل کرنے والا, اور جو اس سے دشمنی برتے اس پر غلبہ پانے والا ہے . جو اس پر بھروسہ کرتا ہے , وہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس سے مانگتا ہے .اسے دے دیتا ہے اور جو اسے قرضہ دیتا ہے , (یعنی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اسے ادا کرتا ہے . جو شکر کرتا ہے , اسے

Presented by www.ziaraat.com

بدلہ دیتا ہے. اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے تول لو. اور محاسبہ کیے جانے سے قبل خود اپنا محاسبہ کرلو. گلے کا پھندا تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو, اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ. اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کے لیے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کرلے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پندو توبیخ اس پر اثر نہیں کر سکتی .

خطبہ ۹۸

یہ خطبہ اشباح کے نام سے مشہور ہے اور امیرالمومنین علیہ السّلام کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے اسے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے اپ سے یہ سوال کیا تھا کہ اپ خلاق عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اسے اپنی انکھوں سے دیکھ رہے ہیں. اس پر حضرت غضب ناک ہو گئے اور فرمایا :.

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مال دار نہیں ہو جاتا اور جو دو عطا سے کبھی عاجزو قاصر نہیں ہوتا . اس لیے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں دادو دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انہیں برا سمجھا جا سکتا ہے. وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنون احسان بنانے والا ہے. ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے. اس نے سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں. اس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کے لیے راہ کھول دی ہے. وہ دستِ طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر. وہ ایسا اول ہے جس کے لیے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شئے اس سے پہلے ہو سکے, اور ایسا اخر ہے جس کے لیے کوئی بعد ہے ہی نہیں تاکہ کوئی چیزاس کے بعد فرض کی جاسکے. وہ انکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے (روک دینے والا ہے کہ وہ اسے پاسکیں یا اس کی حقیقت معلوم کر سکیں. اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گذرتے کہ اس کے حالات میں تغیرو تبدل پیدا ہو, وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اس کے لیے نقل و حرکت صحیح ہو سکے. اگر وہ چاندی اور سونے جیسے نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اچھال دیتے ہیں. اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سیپیاں کھکھلا کر ہنستے ہوئے اگل دیتی ہیں, بخ FUدے تو اس سے اس کے جو دو عطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے. اور اس کے پاس پھر بھی انعام و کرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے. جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی اس لیے کہ وہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑ گڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر امادہ نہیں کر سکتا. اسے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قران نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو اور اسی کے نور ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قران میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبر و ائمہ ہُدیٰ میں ان کا نام و نشان ہے اور نہ صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے. اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو, اور یہی تم پر اللہ کے حق کی اخری حد ہے. اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں

Presented by www.ziaraat.com

که جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں دراز گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے . اور اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے . اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی . اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے . لہذا بس ارسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ. اور نہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا .

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لیے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے ازاد ہو کر اس کے قلمو مملکت کے گہرے بھیدوں پر اگاہ ہونے کے درپے ہو, اور دل اس کی صفتوں کی کیفیت سمجھنے کے لیے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذاتِ الٰہی کو جاننے کے لیے عقلوں کی جستجو و تلاشی کی راہیں حد بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اس وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں. ان سب کو (ناموں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے . چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹی ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت و جلال کا ذرا سا شانبہ ا سکتا ہے . وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ کوئی مثال اپنے سامانے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق و معبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اتارتا اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور ان عجیب چیزوں کے واسطہ سے کہ جن میں اس کی حکمت و دانائی کے اثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتاف سے کہ وہ اپنے رکنے تھمنے میں اس کے سہارے کی محتاج ہے . ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنہوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے اس کی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اس پیدا کردہ عجیب و غریب چیزوں میں اس کی صنعت کے نقش و نگار اور حکمت کے اثار. نمایاں اور واضح ہیں .چنانچہ ہر مخلوق اس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے . چاہے وہ خاموش مخلوق ہو .مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستی ضانع کی طرف اس کی راہنمائی ثابت و برقرا رہے میں گواہی دیتا ہوں. کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے ان کے اعضائی کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے ان کے جوڑوں ے سروں کے ملنے میں تشبیہہ دی . اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل کو یہ یقین چھوُ بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں . گویا اس نے پیرو کاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ »خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہاں کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے . وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں, جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں . اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی

Presented by www.ziaraat.com

مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں. میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا. اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم ایتوں کے مضامین اور ان حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کررہے ہیں . منکر ہے تووہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں کر سکتا ان کی سوچ بچار کی زد پر اکر کیفیات کو قبول کر لے اور نہ ان کے غور و فکر کی جو لانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر ان کے فکری تصرفات کا پابند بن جائے .:

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے .:

اس نے جو چیزیں پیدا کیں . ان کا ایک اندازہ رکھا. مضبوط و مستحکم , اور ان کا انتظام کیا ,عمدہ و پاکیزہ , اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی اخری منزل کی حدوں سے اگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی . جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم دیا گیا, تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیوں کر سکتی تھیں. جب کہ تمام امور اسی کی مشیئت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں وہ گوناگوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے کہ جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہو گئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی. نہ کسی دیر کرنے والے کی سی سست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈھیل حائل ہوئی اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھا پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں. اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم رنگی و ہم اہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا . جو اپنی حدوں , اندازیوں, طبیعتوں اور صورتوں میں جُدا جُدا ہیں. یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا اور ایجاد کیا .

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے اسمان کے وصف میں .:

اس نے بغیر (کسی چیز سے (وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملادیا اور انہیں اپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کے لیے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو اسان کر دیا ابھی وہ اسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے . کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے اپس میں متصل ہو گئے . اس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پر پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے نگہبان کھری کر دیئے اور انہیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ و ہ اس کے حکم کے سامنے سرجھکائے ہوئے اپنے مرکز پر تھہرے رہیں . اس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے . اور انہیں ان کی منزلوں پر چلایا ہے اور ان کی گزرگاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہیں کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں . پھر یہ کہ اس نے اسمانی فضا میں اس فلک کو اویزاں کیا اور اس میں اسی کی ارائش کے لیے

Presented by www.ziaraat.com

منے منے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرف چمکتے ہوئے ستارے اویزاں کیے اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو اپنے جبرو قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار کبھی تاتار ہو . اور کبھی ابھار اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف ہیں .:

پھر اللہ سبحانہ نے اپنے اسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو اباد کرنے کے لیے فرشتوں کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی ان سے اسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اسی کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع اطراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی اوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گھرے حجابوں اور بزرگی و جلال کے سراپردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں. تجلیات نور کی اتنی فراونیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں. چنانچہ وہ ناکام ونامراد ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیںَ اللہ نے ان (فرشتوں) کو جُدا جُدا صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے . وہ بال ورر رکھتے ہیں اور اس کے ھجلال و عزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں. اور مخلوق میں جو اس کی صنعتیں اجاگر ہوئی ہیں. انھیں اپنی طرف نسبت نہیں‌دیتے اور نہ یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد دیکتا ہے . بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار اور اپنے اوامر نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے حزشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے . تو ان میں سے کوئی بھی اس کی رضاجوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں . اور اس نے اپنی توفیق و اعانت سے ان کی دستگیری کی , اور خضوع و خشوع کی عجزو شکستگی سے ان کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی سہولتوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیے ہیں اور اپنی توحید کے نشانوں پر ان کے لئے روشن مینار نصب کیے ہیں‌نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے , نہ شب و روز کی گردشوں نے ان پر (سواری کے لیے (پالان ڈالے ہیں اور نہ شکوک و شبہات نے ان کے ایمان کے استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقنین کی پختگیوں پر (ادہام و) ظنون نے دھاوا بولا ہے . اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ و حسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں. اور نہ حیرانی و سراسیمگی ان کے دلوں میں سرائیت کی ہوئی معرفت اور ان کے سینے کی تہوں میں تہوں میں جمی ہوئی عظمت خدا وندی وہیبتِ جلال الٰہی کو چھین سکی ہے . نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندان ازا تیز کیا ہے , کہ ان کے فکروں کو زنگ و تکدرے سے الودہ کردیں. ان میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹاٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں. تو وہ سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو دیتے ہوئے اگے بڑھ گئے ہیں اور ان پھریروں کے اخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے . ان فرشتوں کو عبادت کو مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا . اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کے لیے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یقین کا مل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے ان کی لو لگا دی ہے . اللہ کی

Presented by www.ziaraat.com

طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا وانعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی . انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں اوراس کی محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہیں. اوران کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے , تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع و عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قرب الٰہی کی بلندیوں کے باوجود خوف و خشوع کے پھندے ان (کے گلے) سے نہیں اترتے . نہ ان میں کبھی خود پشندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور نہ جلال پروردگار کے سامنے ان کے عجزو انکسار نے یہ موقع انے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں. ان میں مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں انے پاتی, اور نہ ان کی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع و زاری کی اوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں ان کے شانے اگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ ارام و راحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر کے اپنی گردنوں کو ادھر سے ادھر کرتے ہیں نہ ان کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ اور ہوتی ہیں, اور نہ ان کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں کا گزر ہوتا ہے . انہوں نے احتیاج کے دن کے لیے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے , اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اسی سے لو لگاتے ہیں. وہ اس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے بجائے) ان کی قلبی امید و بیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے , جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے خوف کھانے کے وجود ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کے لیے وقتی کوششوں کو اپنی اس جدوجہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے , اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر امیدیں خوف خدا کے اندیشوں کو ان (کے صفحہ دل) سے مٹا دیتیں . اور نہ شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے مرمتعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہو, اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ و متفرق ہوئے , اور نہ اپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ و بغض پیدا ہوا اور نہ شک و شبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے . اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا. وہ ایمان کے پابند ہیں, انہیں اس کے بندھنوں سے کجی , روگردانی سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا. سطح اسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے تگ و دو کرنے والا ملک نہ ہو, پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے .

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:.

«جس میں زمیں اوراس کے پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے:.

)اللہ نے) مزین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھر پور سمندروں کی انتہاہ گہرائیوں کے او پر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا

Presented by www.ziaraat.com

کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح پھین دے رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ . چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہو گئیں , اور جب اس نے اپنا سینہ اس پر ٹھک کر اسے روندا تو سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوتی, تو وہ ڈلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہو گیا . کہاں تو اس کی موجیں دند نا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہو کر تھم گیا, اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا, اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور اس کے اٹھانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اور او پر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سر بلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا . اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد(بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر گیا. اور جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا. جب اس کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون پذیر ہوا. اور اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا, تو(اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور دراز جنگلوں اور کھِدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا. اور پتھروں کی مضبطوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں اعتدال پیدا کیا.

چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی تھرتھراہٹ جاتی رہی اور اللہ نے زمین سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس میں رہنے والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس میں بسنے والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا ,پھر اس نے چٹیل زمیوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں. یونہی نہیں رہنے دیا, بلکہ ان کے لیے ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا کیں جو مردہ زمین میں زندگی کی لیریں دوڑا دیتی ہیں . اور اس سے گھاس پات اگاتی ہیں, اس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ بدلیوں کو ایک جا کر کے ابر محیط بنا یا, اور جب اس کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں اگئے اور اس کے کناروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید ابروں کی تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انہیں موسلادھار برسنے کے لیے بھیج دیا. اس طرح کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انہیں مسل مسل کر برسنے والے مینہ کی بوندیں اور ایک دم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھالے برسا رہی تھیں . جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیرؤں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدا یا بوجھ اس پر پھینک دیا, تو اللہ نے اقتادہ زمینوں سے سر سبز کھیتیاں اگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا زمین بھی اپنے مرغزاروں کے باؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اسے پہنا دیئے گئے تھے , اترانے لگی . اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چو پاؤں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں, اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کے لیے روشنی کے مینار نصب کئے ہیں جب اللہ نے فرشِ زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو ادم علیہ السام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی

Presented by www.ziaraat.com

کی فرد اوّل قرار دیا . اور انہیں اپنی جنت میں ٹھرایا جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کی اور جس سے منع کرنا تھا . اس سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا, اوریہ تبا دیا تھا. اس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی الائش ہے اور اپنے مربتہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے . لیکن جِس چیز سے انہیں روکا تھا. انہوں نے اسی کا رخ کیا جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا. چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت سے نیچے اتار دیا, تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے اباد کرے اور ان کے زریعے بندوں پر حجت پیش کرے اللہ نے ادم علیہ السّلام کو اتھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کر ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں . اور بندوں کے لیے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے بر گزیدہ نبّیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا. یہاں تک کہ ہمارے نبی کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطئہ اختتام کو پہنچ گیا اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں (کسی کے لیے) زیادہ اور (کسی کے لیے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا اس طرح کہ اس نے جس جس صورت سے چاہا امتحان لیا ہے . رزق کی اسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے . پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقرو فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں نت نئی افتوں کے دغدغے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں. اس نے زندگی کی (مخلف) مدّتیں مقرر کی ہیں .کسی کو زیادہ اور کسی کو کم , کسی کو اگے اور کسی کو پیچھے کر دی اہے اور ان مدّتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لیے جاتی ہے اور ان کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے کئے دیتی ہے .

وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں , کھِسر پھِسر کرنے والوں کی سرگوشیوں , منطون اور بے بنیاد خیالوں , دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں , پلکوں (کے نیچے) کنگھیوں کے اشاروں, دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان اوازوں کا سننے والا ہے) جن کا کان لگا کر سننے کے لیے کانوں کے سراخوں کر جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسمِ سرما بسر کرنے کے مقاموں سے اگاہ ہے اور پسر مردہ عورتوں کے (درود بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتیوں کے غلاموں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوو نما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور ان کے نشیبوں میں وحشی جانروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گذر گاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے والے ابر کے لکوں اور اپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ جمے ہوئے ابروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے . اور ریگ (بیابان) کے ذرّے جنہیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑایا ہے اور وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا ہے اس کے علم میں ہیں, اور ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں کی اندھیاریوں میں چھچہانے والے پرندوں کے نعمتوں کو جانتا ہے اور جن چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ رکھا ہے اور جن چیزوں کو دریان کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات (کی تاریک

Presented by www.ziaraat.com

چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور بکھیرا ہے اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا ہے . وہ ہر قدم کا نشان , ہر چیز کی حس و حرکت , ہر لفظ کی گونج , ہر ہونٹ کی جنبش , ہر جاندار کا ٹھکانا, ہر ذرے کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی اواز اور جو کچھ بھی اس زمین پر ہے , سب اس کے علم میں ہے . وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ , یا نطفے یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے ولای مخلوق اور پیدا ہونے والا بچہ (ان چیزوں کے جاننے میں) اسے کلفت و تعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ اسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی اور نہ اسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام کرنے سے سستی اور تھکن لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم تو ان چیزوں کے اندر تک اترا ہوا ہے اور ایک ایک چیز اس کے شما ر میں ہے . اس کا عدل ہمہ گیر, اور اس کا فضل سب کے شامل حال ہے , اور اس کے ساتھ وہ اس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاسر ہیں .

اے خدا ! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجفہ تک سرا ہے جانے کا مستحق ہے . اگر تجھ سے اس لگائی جائے , تو تو دلوں کی بہریں ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے امیدیں باندھی جائیں, تو تو بہترین چشمہ امید ہے . تو نے مجھے ایسی قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں, اور میں اپنی مدح کا رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا جو ناامیدیوں کو مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں, تو نے میری زبانوں کو انسانوں کی مدح اور پرردہ مخلوق کی تعریف و ثنا سے ہٹا لیا ہے . بار الٰہا!ہر ثنائی گستُر کے لیے اپنے ممدُوح پر انعام و کرام اور عطاو بخشش پانے کا حق ہوتا ہے . اور میں تجھ سے امید لگائے بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور منعفرت کے خزانوں کا پتہ دینے والا ہے . خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا . میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے . تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے اس کی بے نوائی کا علاج ہو سکتا ہے . اور ا سکے فقرو فاقہ کو تیرا ہی جو دواحسان سہارا دے سکتا ہے ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں کی طرف دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے .

....

اس خطبہ کا نام » خطبئہ اشباح ہے . اشباح شج کی جمع ہے , جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں , چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے . اس لیے اس نام سے موسوم کیا گی اہے .

مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیہ السّلام سائل کے سوال پر برہم ہوئے تو مسجدِ کوفہ میں ایک جم غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا. سائل پر برہم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا سوال تکلیف شرع سے غیر متعلق اور حدود امکان سے باہر تھا .

خدا وندِ عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے , جیسا کہ اس کا ارشاد ہے .

زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو لیکن اس کے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے

Presented by www.ziaraat.com

سب کے لیے زندگی و معیشت کے سروسامان مہیا کر دیئے ہیں. اور جنگلوں , پہاڑوں , دریاؤں , میدانوں اورزمین کی وسعتوں میں سب کا حصہ یکسا رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے . اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کے لیے بند ہے . چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے .

ہم ان کی اوران کی تمہارے پروردگا ر کی بخششوں سے مدد کرتے ہیں . اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے لیے بند نہیں .

اب کوئی تن اسانی و سہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاسل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے , تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے . اس نے توزمین پر گونا گوں نعمتوں کے خوان چن دیئے ہیں. لیکن انہیں حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے . سمندر کی تہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں . لیکن انہیں نکالنے کے لیے غوطہ زنی کی حاجت ہے . پہاڑوں کے دامن میں لعل و جواہر بھر دیئے ہیں. لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہو سکتے . زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں. مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا. دنیا میں چوطرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انہیں سمیٹا نہیں جا سکتا . چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے.

زمین کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو ,اور اس کا رزق کھاؤ .

اس کے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کدو کاوش کرنا پڑے نہ تلاشِ معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خود بخود روزی پہنچ جایا کرے . بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین میں نشوو نما کی صلاحیت پیدا کی . روئید گی کے لیے بادل برسائے پھل , سبزیاں , اور غلے پیدا کئے . یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا سعی و عمل سے وابستہ ہے جو جدو جہد کرے گا. وہ اپنی کوشش دریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اٹھا لے گا, وہ اپنی سستی و کوتاہی کے نتائج سے دو چار ہو گا. چنانچہ قدرت کاارشاد ہے .:

انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے نظامِ قدرت اسی پر قائم ہے کہ بوؤ اور کاٹو, اور بوئے بغیر روئیدگی کی امید رکھنا , اور کئے بغیر نتائج کی اس لگانا غلط ہے اعضاؤ جوارح ہیں ہی اسی لیے کہ انہیں بر سر عمل رکھا جائے . چنانہ حضرت باری تعالیٰ کا جناب مریم علیہا السلام سے خطاب ہے .

تم خرمے کے درخت کا تنہ اپنی طرف ہلاؤ تم پرپکے ہوئے خرمے گریں گے , انہیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو, اور اپنی انکھیں ٹھنڈی کرو .

قدرت نے حضرت مریم علیہا السلام کے لیے کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا. لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اتار کر ان کی جھولی میں ڈال دیا ہو. کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اسی کا کام ہے . اس لیے درخت کو سر سبزو شاداب کیا, اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا. لیکن جب انہیں اتارنے کی نوبت اتی ہے , تو قدرت دخل نہیں دیتی .

صرف حضرت مریم علیہ السّلام کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں, اور اپنے رزق کو حاصل کریں .

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ »جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اسی کی طرف سے ملتا ہے . توپھر انسان جو

Presented by www.ziaraat.com

کچھ بھی کھائے کمائے گا ,اور جس طرح بھی حاصل کرے گا, اوہ اس کے لیے حلال ہی ہو گا. خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے ظلم سے حاصل ہو یا غصب سے. کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اس کا دیا رزق ہو گا جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہو گا اور جہاں کوئی چیز اختیار کے حدود سے باہر ہو اس کے لیے حلال و حرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کسی قسم کی باز پرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال و حرام کا تعلق ہوتا ہے, تو پھر اسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہئے تاکہ اس سے پوچھا جا سکے کہ اس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے البتہ جہاں اس نے اکتساب رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں ,وہاں رشق رسانی کا ذمہ خود لیا ہے. چنانچہ شکمِ مادر میں جنین کے لیے غذا کے پہنچانے کا سروسامان کیا, جو اس کی ضرورت اور احتیاج کے مطابق اسے ملتا رہتا ہے. لیکن جب یہی بچہ کار گاہ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلائے کی سکت اس میں اجاتی ہے, تو پھر منہ ہلائے بغیر اپنے سر چشمئہ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا.

کائناتِ ہستی کے نظم و نسق میں جس طرح نتائج کے ترتب کو انسانی کا رگذاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوت عمل باطل نہیں ہوتی, اسی طرح ان مساعی کو کامیانی و ناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقت عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول جائے. یہی جبرو تفویض کے درمیان امر بین الامرین کا نقطہ ہے. چنانچہ جس طرح تمام کائنات میں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے, اس طرح رزق کی پید وار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر و تقدیر دونوں کی کار فرمائی کے ساتھ اس کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اس کی حکمت و مصنحت کی کارفرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ. اب چونکہ سامان معیشت کا وہی خالق و موجد ہے اور اکتساب رزق کی قوتیں اس کی بخشی ہوئی ہیں, اس لیے رزق کی کمی و بیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ ا س نے سعی و عمل کے اختلا ف اور مصالح عباد کے پیش نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں. کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت, کوئی مسرت و اطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے, اور کوئی فقرو ناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے. چنانچہ قرانِ کریم میں ہے :.

اللہ جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے, اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیت اہے, بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے.

امیر المومنین علیہ السّلام نے خطبہ ۳۲ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے.

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہے اسے لے کر فرمان قضا اسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے.

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم و انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات انہیں اور پانی کے ذخیرے اٹھائے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تاربندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے اگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو, پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں

Presented by www.ziaraat.com

تاکہ پیاسے اکرپئیں , جانورسیراب ہوں , اور سوکھی زمینوں کی اس سے ابیاری ہو. یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سروسامان مہیا کررکھے ہیں .لیکن اس کی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا چنانچہ ارشاد قدرت ہے.

کوئی چیزایسی نہیں جس کے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں. لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں .

اگرانسان کی بڑھتی ہوئی طمع و حرص کے پیمانے چھلکنے لگیں , تو جس طرح بارش کی فراوانی , روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہے, یونہی سامانِ معیشت و ضروریاتِ زندگی کی کثرت , انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر امادہ کر دے چنانچہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے .

اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے , تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں . وہ تو ایک اندازے پر جس کے لیے جتان چاہتا ہے بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور ان پر نظر رکھتا ہے .

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بنجر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے , یونہی ذرائع رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے اور زندگی و معیشت کا کوئی سروسامان باقی نہ رہے چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے.

اگر خدا اپنی روزی کو روک لے , تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے .

لہذا اس حکیم و دانا نے ایک متناسب و معتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے اور رزق کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مرتبط رکھنے کے لیے رزق کی تقسیم میں تفرقے پدیا کر دیئے ہیں . یہ تفرقہ اور غیر مسادیانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظام عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی بنا پر ہوتی ہے . اس لیے کہ اگر فقیرو احتیاج میں نادار کے صبرو استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت و دولت میں دولتمند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی اشمائش ہے کہ وہ فقرائ و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں , ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں, اور پھر جہاں دولت ہو گی , طرح طرح کے خطرات بھی پید اہوں گے . کبھی مال و جائیداد کے لیے خطرہ ہو گا کبھی فقرو افلاس کا گٹھا ہو گا .

چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے ان کے نزدیک یہ بے سروسامانی اور بے مائیگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہو گی جو ان کے ارام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اور اس کے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب تک دولت نہ تھی , اخلاق محفوظ تھے . سیرت بے داغ تھی اور ادھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ وہ گئے کردار بگڑ گیا. اب شراب کا دور بھی ہے , مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے نغمہ و سرود کی بزم بھی ہے اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا . لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ شکایت پر اتر اتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو

Presented by www.ziaraat.com

سکتی تھیں. لہذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقرائ اخلاق کا نگہبان ہے.

امیر المومنین علیہ السّلام نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوندِ عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پر شکوہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے , وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی , چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے .:

اگر ارسطا طالیس کو جو خدا وندِ عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے اس کلام کو سنے ل, تو اس کا بھی دل جھک جائے . رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے کیا اس کلام کی اب و تاب دبدبہ و طنطنہ , شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اس میں شیریں بیانی ,رنگینی ,لطافت اور سلامت کے جوہر نمایاں ہیں مجھے تو کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں اتا . ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھتا ہے تو وہ خالقِ کلام کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے . جب کہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ , ایس دریا کی جدول اور اسی تجلی علیہ السّلام کا پرتو ہے .

جن لوگوں نے صرف اسے عالم, کلیات مانا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے لہذا اسے عالم نزئیات ماننے کی صورت میں اس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا , اور علم چونکہ عین ذات ہے لہذا ذات بھی تغیرات کی اماجگاہ بن جائے گی . جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ عادث قرار پا کر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا. مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے اس لیے کہ تگیر معلوم سے تغیر علم اس وقت لازم اتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اسے ان تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیر و تبدل کی صورتیں اس کے سامنے ائینہ ہیں. تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اس کے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے جب کہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا .

خطبہ ۹۰

جب قتلِ عثمان کے بعد اپ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا , تو اپ نے فرمایا .:

مجھے چھوڑ دو, اور (اس خلافت کے لیے (میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو. ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں. جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اسے مان سکتی ہیں(دیکھو افق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں. راستہ پہچاننے میں نہیں اتا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا. جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی شرزنش پر کان نہیں دھروں گا. اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہر سکتا ہے کہ جسے تم اپناامیر بناؤ اس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمہارے دنیوی مفاد کے لیے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے.

....

جب حضرت عثمان کے قتل ہو جانے سے مسندِ حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں امیر المومنین ع کی طرف اٹھنے

Presented by www.ziaraat.com

لگیں جن کی سلامت روی اصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا اس طویل مدت میں نہیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا چنانچہ متفقہ طور پر اپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کے لیے اس طرح ٹوٹ پڑے , جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دو سے منزل کی جھلک دیکھ کر اس کی سمت لپک پڑتے ہیں جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے.

لوگ امیرالمومنین پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم اپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور اپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں, اور پیغمبر کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیس ازمائش ہو رہی ہے .

مگر امیر المومنین نے ان کی خواہش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا. جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اسے ابوالحسن علیہ السّلام اپ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے , فتنہ و شر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے کیا اپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے پھر بھی حضرت نے امادگی کا اظہار نہ فرمایا کیونکہ اپ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر کے بعد جو ماحول بن گیا تھا .اس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں. طبیعتوں میں خود غرضی و جاہ پسندی جڑپکڑ چکی ہے ذہنوں پر مادئیت کے خلاف چڑھ چکے ہیں. اور حکومت کو مقصد براریوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے . اب خلافت الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اس سے کھیلنا چاہیں گے . ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنے اور طبیعتوں کے رخ موڑنے میں لوہے گل جائیں گے . ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقعہ دے دیا جائے تاکہ کل اپنے مادی توقعات کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیر اثر ہو گئی تھی . اس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا. جیسا کہ خلافتِ اول کے متعلق حضرتِ عمر کا یہی نظریہ تھا جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے .:

ابو بکر کی خلافت بے سوچے سمجھے ہو گئی . مگر اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا . اب اگر کوئی ایسا کرے تو اسے قتل کر دینا .

غرض جب اصرار حد سے بڑھا, تو اس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر تم مجھے دنیاوی مقاصد کے لیے چاہتے ہو تو میں تمہارا الہ کار بننے کے لیے نہیں مجھے چھوڑ دو, اور اس مقصد کے لیے کسی اور کو منتخب کر لو جو تمہارے توقعات پورے کر سکے. تم میرے سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قران و سنت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار نہیں اور نہ حکومت کے لیے اپنے اصول سے ہاتھ اٹھاؤں گا. اگر تم کسی اور کو منتخب کرو گے تو میں ملکی قوانین و ائیں حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک صر امن شہری کو کرنا چھائے میں نے کسی مرحلہ پر شورش بر پا کر کے مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کی کوشش نہیں کی. چنانچہ اب بھی اسیا ہی ہو گا. بلکہ جس طرح مصالح عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا ہوں, اب بھی دریغ نہ کروں گااور اگر تم مجھے اسی سطح پر رہنے دو, تو یہ چیز تمہارے دنیوی مفاد کے لیے بہتر ہوگی. کیونکہ اس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہو گا. تمہارے دنیوی مفادات کے لیے سدراہ بن سکوں , اور تمہاری من مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں اور گر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کئے بغیر نہ رہو گے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمہاری پیشانیوں پر بل ائے اور چاہے تمہاری زبانیں میرے خلاف کھلیں میں تمہیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کروں گا. اور حق کے معاملہ میں کسی کی رورعایت نہیں کروں گا. اس پر بھی اگر بیعت کرنا

Presented by www.ziaraat.com

چاہتے ہو تو اپنا شوق پورا کر لو .

امیر المومنین علیہ السّلام نے ان لوگوں کے بارے میں جو نظریہ قائم کیا تھا. بعد کے واقعات اس کی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں . چنانچہ جن لوگوں نے ذاتی اغراض و مقاصد کے پیش نظر بیعت کی تھی . جب انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور بے بنیاد الزامات تراش کو حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے .

خطبہ ۱۹

اے لوگو! میں نے فتنہ و شر کی انکھیں چھوڑ ڈالی ہیں. اور جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں. اور) دیوانے کتوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی , تو میرے علاوہ کسی ایک میں جراَت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھنا. اب (موقعہ ہے) جو چاہو مجھ سے پوچھ لو. پیچتر اس کے کہ مجھے نہ پاؤ. اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا. اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے کہ جس نے سو کو ہدایت کی جو اور سو کو گمراہ کیا ہو تو میں اس کے للکارنے والے اور اسے اگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے دھکیلنے والے اور اس کی سواریوں کی منزل اور اس کے (سازو سامان سے لدے ہوئے (پالانوں کے اترنے کی جگہ تک بتاؤں گا. اور یہ کہ کون ان میں سے قتل کیا جائے . او رکون (اپنی موت) مرے گا اور جب میں ہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت شکیں پیش ائیں گی تو (دیکھا لینا) کہ بہت سے پوچھنے والی پریشانی سے سر نیچے ڈال دیا گے اور بتانے والی عاجزو درماندہ ہو جائیں گے . یہ اس وقت ہو گا کہ جب تم پر لڑائیاں زور سے ٹوٹ پڑیں گے اور اس کی سختیاں نمایاں ہو جائیں گی. اور دنیا اس طرح تم پر تنگ ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے دنوں کو تم یہ سمجھنے لگو گے کہ وہ بڑھتے ہی جارہے ہیں . یہاں تک کہ خدا وند عالم تمہارے باقی ماندہ لوگوں کو فتح و کامرانی دے گا .فتنوں کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جب وہ اتے ہیں , تو اس طرح اندھیرے میں ڈال دیتے ہیں کہ (حق و باطل) کا امتیاز تمہیں ہوتا اور پلٹتے ہیں تو ہوشیار کر کے جاتے ہیں. جب اتے ہیں تو شناخت نہیں ہوتی پیچھے ہٹے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں . وہ ہواؤں کی طرح چکر لگاتے ہیں, کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں کہ اور کوئی ان سے رہ جاتا ہے . میرے نزدیک سب فتنوں سے زیادہ خوفناک تمہارے لیے بنی امیہ ّ کا فتنہ ہے جسے نہ خود کچھ نظر اتا ہے اور نہ اس میں کوئی چیز سجھائی دیتی ہے اس کی افتیں خاص ہی افراد کے لیے ہیں. جو اس میں حق کو پیش نظر رکھے گا. اس پر مصیبتیں ائیں گی اور جو انکھیں بند رکھے گا. وہ ان سے بچا رہے گا. خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی امیہّ کو اپنے لیے بدترین حکمران پاؤ گے . تو اس بوڑھی اور سرکش اونٹنی کے مانند ہیں جو منہ سے کاٹتی ہو . اور ادھر ادھر پیر مارتی ہو . اور دو ہنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو. اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو. وہ برابر تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے یہاں تک کہ صرف اسے چھوڑیں گے . جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) ان کے لیے نقصان رساں نہ ہو .اور ان کی مصیبت اسی طرح گھیرے رہے گی . کہ ان سے داد خواہی ایسی ہی مشکل ہو جائے گا. جیسے غلام کے لیے اپنے اقا سے اور مُرید کی اپنے پیر سے تم پر ان کا فتنہ ایسی

Presented by www.ziaraat.com

بھیانک صورت میں ائے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا. اور زمانہ جاہلیت کی مختلف حالتوں کو لیے ہو گا. نہ اس میں ہدایت کا مینار نصب ہو گا, اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر ائے گا. ہم (اہل بیت علیہ السّلام رسول) ان فتنہ انگیزیوں کے گناہ سے (بچے ہوں گے , اور ان کی طرف لوگوں کو بلانے میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہوگا پھر ایک دن وہ ائے گا کہ اللہ اس شخص کے ذریعہ سے جو انہیں ذلت کا مزار چکھائے اور سختی سے ہنکائے اور(موت کے)تلخ جام پلائے , اور ان کے سامنے تلوار رکھے اور خوف انہیں چمٹا دے. ان فتنوں سے اس طرح علیحدہ کر دے گا. جس طرح ذبیحہ سے کھال الگ کی جاتی ہے . اس وقت قریش دینار, فیہا کے بدلہ میں یہ چاہیں گے . کہ وہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی اونٹ کے ذبح ہونے میں لگتی ہے . کہیں ایک دفعہ دیکھ لیں تاکہ میں اس چیز کو قبول کر لوں کہ جس کا اج کچھ حصہ بھی طلب کرنے کے باوجود دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے .

....

امیر المومنین نے یہ خطبہ جنگ نہرواں کے بعد ارشاد فرمایا. اس میں فتنہ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ, صفین اور نہروان میں لڑی گئیں. چونکہ ان کی نوعیت پیغمبر کی جنگوں سے جداگانہ تھی (کیوں کہ وہاں مد مقابل کفار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھے) اس لیے لوگو اہل قبلہ سے جنگ کرنے کے لیے مترود تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذانیں دیتے ہیں. نمازیں پڑھتے ہیں ان سے قتال کیسا . چنانچہ خزیمہ ابن ثابت انصاری جیسے . بزرگ اس وقت تک صفین میں شریک جنگ نہیں ہوئے . جب تک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گروہ باگی ہونا ثابت نہ کر دیا .یونہی بصرہ میں ام المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے طلحہ و زبیرا ایسے صحابہ کی موجودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کئے ہوئے تھیں. اندریں حالات ان کے سامنے خمشیر بکف کھڑے ہونے کی جرأت وہی کر سکتا تھا جو اسن کے مکنون قلب سے واقف اور ان کے ایمان کی حقیقت سے اشنا ہو. اور یہ امیرالمومنین ع ہی کی بصیرت خاص و ایمانی , جرأت کام تھا. کہ ان کے مقابلہ میں اٹھ کھڑی ہوئے اور پیغمبر کے اس ارشاد کی تصدیق فرمادی ستقاتل بعدی التاکثین والقاسطین والمارقین اے علی علیہ السّلام تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں (اصحابِ جمل) ظلم ڈھانے والوں (اہل شام) اور دین سے بے راہ ہو جانے والوں (خوارج ہے جنگ کرو گے .

پیغمبر اکرم کے بعد کوئی متنفس امیر المومنین کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو. چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ لم یکن احدامن الصحابتہ بقول سلونی الا علی ابن ابی طالب:صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعوے ,نہ کر سکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو سوا ابن ابی طالب کے . البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر اتے ہیں جنھوں نے ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کی جیسے ابراہیم ابن ہشام, مقاتل ابن سلیمان , قتادہ , سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس شافعی وغیرہ مگر ان میں سے ہر شخس سوال کے موقع پر رسوا اور اپنے اس دعوے , کو واپس لینے پر مجبور ہوا. یہ دعویٰ وہی کر سکتا ہے جو حقائق عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے اگاہ ہو. چنانچہ امیرالمومنین ہی وہ ورکشائے علوم نبوت تھے جو کسی موقعہ پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہوئے نظر نہیں اتے . یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ .

Presented by www.ziaraat.com

اعوذ باللہ من معضلتہ لیس لھا ابو الحسن . میں اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لیے امیرالمومنین علیہ السّلام نہ ہوں . یونہی مستقبل کے متعلق جو پشین گوئیاں اپ نے کیں, وہ حرف بحرف پوری ہو کر اپ کی تاخت و تاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ اوریوں کے متعلق . وہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہوں یا کوفہ کی تباہی کے متعلق . غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں, تو کوئی وجہ نہیں کہ اپ کے اس دعوے پر تعجب کیا جائے .

خطبہ ۲۹

بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اسے پاسکتی ہیں. وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کے لیے نہ کوئی نقطہ ابتدائی ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اس کا اخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے . اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا:. اس نے ان (انبیائ) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا, اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے . جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا, دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا. یہاں تک یہ الہیٰ شرف محمد تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین ,اور ایسے اصلوں سے کہ جو نشوو نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں , پیدا کیا اسی شجرہ سے , کہ جس سے بہت سے انبیائ پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے . ان کئی عزت بہترین عزت , اور قبیلہ بہترین قبیلہ , اور شجرہ بہترین شجرہ ہے . جو سر زمین حرم پر اُگا, اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا. جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں وہ پرہیز گاروں کے امام ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے (سر چشمہ) بصیرت ہیں. وہ ایسا چراغ ہیں. جس کی روشنی لو دیتی ہے . اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش, اور ایسا چقماق , جس کی ضوشعلہ نشاں ہے . ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے . ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا, اور حکم عین عدل ہے . اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی امد کا سلسلہ رکا ہوا تھا بد عملی پھیلی ہوئی , اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی اللہ تم پر رحم کرے . روشن نشانوں پرچم کر عملی کرو. راستہ بالکل سیدھا ہے . وہ تمہیں سلامتیوں کے گھر(جنت) کی طرف بلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکوں. ابھی موقعہ ہے , چونکہ اعمال نامے کھلے ہوےئے ہیں . قلم چل رہے ہیں. بدن تندرست و توانا ہیں. زبان ازاد ہے, توبہ سنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں .

خطبہ ۳۹

پیغمبر کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگو حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے . نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا. اور غرور نے مہکا دیا تھا اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھودی تھیں اور حالات کے

Presented by www.ziaraat.com

ڈانوں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے . چنانچہ نبی نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا خود سیدھے راسے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے

خطبہ ۹۴

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو اوّل ہے اور کوئی شے اس سے پہلے نہیں .اور اخر ہے اور کوئی چیز اس کے بعد نہیں , وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بلا تر نہیں اور باطن ہے , اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں .

اسی خطبہ کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا ذکر فرمایا :.

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مزربوم بہترین مزربوم ہے . ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے ہیں اور رنگاہوں کے رخ موڑ دیئے گئے ہیں. خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبادینے , اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دئیے بھائیوں میں الفت پیدا کی ور جو (کفر میں) اکٹھے تھے , انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا . (اسلام کی پستی و ذلت کو عزت بخشی , اور کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا . ان کا کلام) شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی.

خطبہ۹۵

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے تو وہ ہرگز نہیں نکل سکتا, اور وہ اس کی گزر گاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے , یہ قوم (اہل شام) تم پر غالب اکر رہے گی. اس لیے نہیں کہ ان کا حق تم سے فائق ہے . بلکہ اسی لیے کہ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود تیزی سے لپکتے ہیں اور تم میرے حق پر ہونے کے باوجود سستی کرتے ہو. رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم وجور سے ڈرا کرتی تھیں اور میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں. میں نے تمہیں جہاد کے لیے ابھارا , لیکن تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے . میں نے تمہیں (کارامد باتوں کو) سنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سنی اور میں نے پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمہیں جہاد کے لیے پکارا اور للکارا. لیکن تم نے ایک نہ مانی اور سمجھایا بجھایا مگر تم نے میری نصیحتیں قبول نہ کیں . کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو , حلقہ بگوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو, میں تمہارے سامنے حکمت اور دانائی کی باتیں بیان کرتا ہوں اور تم ان سے بھڑکتے ہو. تمہیں بلند پایہ نصیحتیں کرتا ہوں اور تم پراگندہ خاطر ہو جاتے ہو. میں ان باغیوں سے جہاد کرنے کے لیے تمہیں امادہ کرتا ہوں ,تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اولاد سبا کی طرح تر بتر ہو ہو گئے . اپنی نشست گاہوں کی طرف واپس چلے جاتے ہو. اور ان نصیحتوں سے غافل ہو کر ایک دوسرے کے چکمے میں اجاتے ہو. صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب اتے ہو. صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب اتے ہو تو (ویسے کے ویسے) کمان کی پشت کی طرح ٹیڑھے . سیدھا کرنے والا عاجز اگیا, اور جسے سیدھا کیا جارہا ہے . وہ لاعلاج ثابت ہوا , اسے وہ لوگو! جن کے جسم تو

Presented by www.ziaraat.com

حاضر ہیں اور عقلیں غائب اور خواہشیں جُدا جدا ہیں. ان پو حکومت کرنے والے ان کے ہاتھوں ازمائش میں پڑے ہوئے ہیں. تمہارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے . اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو, اور اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے . مگر وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں. خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ معاویہ تم میں سے دس مجھ سے لے لے , اور بدلے میں اپنا ایک ادمی مجھے دے دے , جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں سے ہوتا ہے اے اہل کُوفہ میں تمہاری تین اور ان کے علاوہ دو باتوں میں مبتلا ہوں پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے بہرے ہو, اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو, اور انکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو .اور پھر یہ کہ نہ تم جنگ کے موقعہ پر سچے جوانمرد ہو, اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو .اے ان اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے گم ہو چکے ہوں اور انہیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہے تو دوسری طرف سے بکھر جاتے ہیں. خدا کی قسم! جیسا کہ میرا تمہارے متعلق خیال ہے . گویا یہ منظر میرے سامنے ہے کہ اگر جنگ شدت اختیار کر لے اور میدان کا راز گرم ہو جائے , تو تم ابن ابی طالبعلیہ السّلام سے ایسے شرمناک طریقے پر علیحدہ ہو جیسے عورت بالکل برہنہ ہو جائے . میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبی کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں(جسے میں باطل کے راستوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاتا رہتا ہوں. اپنے نبی کے اہل بیت کو دیکھو, ان کی سیرت پر چلو, اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو. وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے . اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے . اگر وہ کہیں ٹھہریں , تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر وہ اُنہیں, تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو. ان سے اگے نہ بڑھ جاؤ, ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور نہ (انہیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ, ورنہ تباہ ہو جاؤ گے میں نے محمد کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں . مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں اتا, جو ان کے مثل ہو وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوتے تھے جب کہ رات کو وہ سجو و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے . اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار, اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں. اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی انکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے پڑے ہوئے تھے . جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر اجاتا تھا. تو ان کی انکھیں برس پڑتی تھیں. یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں . وہ اس طرح کانپتے رہتے تھے جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھر تھراتے ہیں . سزا کے خوف اور ثواب کی امیدمیں.

....

پیغمبر کے بعد جو فضا پیدا کر دی گئی تھی , اس میں اہل بیت کے لیے گوشہ گزینی کے سوا کوئی ارہ نہ تھا جس کی وجہ سے دنیا ان کے اصلی خدو خال سے بیگانہ اور ان کے علوم و کمالات سے نااشنا ہو کر رہ گئی اور انہیں نظروں سے گرانا اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصور کر لیا گیا. اگرحضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور انکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں . تو ان کے بعد بھی امیر المومنین کی بیعت کا کوئی سوال نہ ہوتا تھا. بلکہ اقتداد جس رخ پر بڑھ رہ اتھ اسی رخ پر بڑھتا رہتا . لیکن جن لوگوں کا س سلسلہ میں نام لیا جا سکتا تھا.وہ اپنے دامن بند و قبا کو دیکھ کر اگے بڑھنے کی جراَت نہ کرتے تھے . اور معاویہ مرکز سے دور اپنی راجد ھانی میں بیٹھا رہو تھا. ان حالات میں امیر المومنین کے سو کوئی ایسا نہ تھا

Presented by www.ziaraat.com

جس کی طرف نظریں اٹھتیں . چنانچہ نگاہیں اپ کے گرد طواف کرنے لگیں اور وہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کا رخ دیکھ کر دوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے . اپ کے ہاتھوں پر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑتے . لیکن یہ بیعت اس حیثیت سے نہ تھی کہ وہ اپ کے خلاف کو من جانب اللہ اور اپ کو امام مفترض الطاعتہ سمجھ رہے ہوں بلکہ انہیں کے اقرار دادہ اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری و شورائی قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا. البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو اپ کی خلافت کو نصی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا. ورنہ اکثریت تو اپ کو دوسرے خلفائ کی طرح ایک فرمانرو اور بلحاظُ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی , اور چونکہ رعیّت فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد اعمال سے متاثر اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے . اس لیے جب کوئی بات اپنی منشائی کے خلاف پاتے تو بگڑتے , الجھتے , جنگ سے جی چراتے , اور سرکشی و نافرمانی پر اتراتے تھے . اورپھر جس طرح پیغمبر کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ اخرت کے اسی طرح یہاں بھی دنیا پرستوں کی کمی نہ تھی . جو بظاہر امیر المومنین ع سے ملے ہوئے تھے اور درپردہ معاویہ سے ساز باز رکھتے تھے جس نے ان میں سے کسی سے منصب کا وعدہ کر رکھا تھا, اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا .

ان لوگوں کو شیعانِ امیر المومنین علیہ السّلام قرار دے کر شیعیت کو مورد الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے جب کہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنین علیہ السّلام قرار دے کر شیعیت کو مورو الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے جب کہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنین کو چوتھے درجہ پر سمجھنے والوں کا ہونا ہونا چاہئے .

چنانچہ ابن ابی الحدیدی ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہی :.

جو شخص امیر المومنین علیہ السّلام کے زمانہ خلافت کے واقعات کو گہری نظر سے دیکھے گا, وہ اس (مرکوجان لے گا کہ امیر المومنین مجبور اور بے بس بنا دیئے گئے تھے , اور رسوا ئی اعظم اپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو اعتقاد اپ کے متعلق رکھنا واجب و ضرور تھ . وہ پہلے خلفائ کو اپ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے اور اس مسئلہ میں بعد والے الگوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے . اور یہ کہتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفائ اپ پر فضیلت رکھتے تھے , تو وہ اپ پر انہیں مقدم نہ کرتے اور یہ لوگ تو اپ کو ایک تابع اور ان کی رعیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے , اور جو لوگ اپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے , اور جو لوگ اپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے , ان میں اکثر حمیت اور عربی عصبیت کے پیش نظر شریک جنگ ہوتے تھے , نہ دین اور عقیدہ کی بنا پر.

سبا ابن یشجب ابن یعرت ابن قحطان کی اولا د قبیلہ سبا کے نام سے موسوم ہے . جب ان لوگوں نے انبیائ کو جھٹلانا شروع کیا تو قدرت نے انہیں جھنجوڑنے کے لیے ان پر پانی کا سیلاب مسلّط کر دیا. جس سے ان کے باغات تہہ اب ہر گئے ,. اور وہ خود گھر بار چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے . اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی توقع نہ رہے , تو یہ مثل استعمال کی جاتی ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ۶۹

خدا کی قسم! وہ ہمیشہ یونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ایسی نہ ہو گی, جسے وہ حلال نہ سمجھ لیں‌گے , اورایک بھی عہد و پیمان ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں گے. یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اوراون کا خیمہ ان کے ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا اوران کی بُری طرز نگہداشت سے لوگ کا اپنے گھروں میں‌رہنا مشکل ہو جائے گا, اوریہاں تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے. ایک دین کے لیے رونے والا, اورایک دنیا کے لیے اوریہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کا ان میں سے کسی ایک سے داد خواہی کرنا ایسا ہی ہو گا. جیسے غلام کا اپنے اقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے , اورپیٹھ پیچھے برائی کرتا (اوردل کی بھڑاس نکالتا) ہے اوریہاں تک نوب ت پہنچ جائے گی کہ تم میں سے جواللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے گا اتنا ہی وہ زحمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہو گا. اس صورت میں اگراللہ تمہیں امن و عافیت میں رکھے , تو(اس کا شکر کرتے ہوئے) اسے قبول کرو. اوراگر ابتلاؤ وازمائش میں ڈالے جاؤ تو صبر کرو اس لیے کہ اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے.

خطبہ۹۰

جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں, اورجو ہوگا اس کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے ہیں. جس طرح اس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلب گا رہیں.

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے , حالانکہ تم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے , اوروہ تمہارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے لی ہے حالانکہ تم اسے تروتازہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے والی ہے حالانکہ تم اسے تروتازہ رکھنے ہی کی کوشش کرتے ہو تمہاری اوراس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے چند مسافر کسی راہ پر چلیں اورچلتے ہی منزل طے کر لیں اورکسی بلند نشان کا قصد کریں اورفوراً وہاں تک پہنچ جائیں کتنا ہی تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا دوڑانے والے (کا کہ جو اسے دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہنچ جائے اوراس شخص کی بقا ہی کیا ہے کہ جس کے لیے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ اگے نہیں بڑھ سکتا . اوردنیا میں ایک تیز گام طلب کرنے والا اسے جنکا رہا. یہاں تک کہ وہ اس دنیا کوچھوڑ جائے. دنیا کی عزت اوراس میں مخزو سربلندی کی خواہش نہ کرو اورنہ اس کی ارائشوں اورنعمتوں پرخوش ہو اورنہ اس کی سختیوں اورتنگیوں پر بے صبری سے چیخنے چلانے لگو. اس لیے کہ اس کی عزت و فخر دونوں مٹ جانے والے ہیں اوراس کی ارائشیں اورنعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں اوراس کی سختیاں اورتنگیاں اخرختم ہو جائیں گی. اس کی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اورہر زندہ کا انجام فنا ہونا ہے کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے لیے کافی تنبیہ کا سامان نہیں , اورتمہارے لیے عبرت اور بصیرت نہیں اگرتم سوچو سمجھو .کیا تم گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلٹ کر نہیں اتے اوران کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں رہتے . تم دنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح و شام کرتے ہیں. کہیں کوئی میت ہے جس پر

Presented by www.ziaraat.com

رو یا جارہا ہے . اور کہیں کسی کو تعزیت دی جارہی ہے کوئی عاجزو زمین گیر مبتلا ئے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنے والا عیادت کررہا ہے . کہیں کوئی دم توڑ دیا ہے .کوئی دنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور موت اسے تلاش کررہی ہے اور کوئی غفلت میں پڑا ہے , لیکن (موت) اس سے غافل نہیں ہے . گزر جانے والوں کے نقشِ قدم پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں .

میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ بد اعمالیوں کے ارتکاب کے وقت ذرا موت کو بھی یاد کر لیا کرو کہ جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی, اور تمام نفسانی مزوں کو کرکرا دینے والی ہے اللہ کے واجب الادا حقوق ادا کرنے اور اس کی ان گنت نعمتوں اور لاتعداد احسانوں کا شکر بجا لانے کے لیے اس سے مدد مانگتے رہو .

خطبہ ۸۹

اس اللہ کے لیے حمدو ثنا ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہوئے اور اپنا دستِ کرم بڑھائے ہوئے ہے. ہم تمام امور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اس کے حقوق کا پاس (لحاظ رکھنے میں اس سے مدد مانگتے ہیں. اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے عبد اور رسول ہیں. جنہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لیے بھیجا. اپ نے امانتداری کے ساتھ اسے پہنچایا اور راہ راست پر برقرار رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس سے اگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا, وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمٹا رہ گا وہ حق کے ساتھ رہے گا , اس پرچم کی طرف راہنمائی کرنے والا وہ ہے جو بات کہنے میں جلدبازی نہیں کرتا اور(پوری طرح غور کرنے کے لیے) اپنے اقدادم میں تاخیر کرتا ہے . اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے , تو پھر تیز گام ہے , اور جب تم اس کے سامنے گردنیں خم کر دو گے اور(اس کی عظمت و جلال کے پیش نظر) اس کی طرف انگلیوں کے اشارے کرنے لگو گے تو اسے موت اجائے گی اور اسے لے جائے گی اور پھر جب تک اللہ چاہے تم(انتظار میں) ٹھہرے رہو گے یہاں تک کہ اللہ اس شخص کو ظاہر کرے جو تمہیں ایک جگہ پر جمع کرے اور تمہاری شیرازہ بندی کرے جو کچھ ہونے والا نہیں ہے . اس کی لالچ نہ کرو. اور نہ برگشتہ صورت حال سے مایوس ہو اور بہت ممکن کہ برگشتہ صورت حال کا ایک قدم اکھڑ گیا ہو اور دوسرا قدم جما ہوا ہو اور پھر کوئی ایسی صورت ہو کہ دونوں قدم جم ہی جائیں. تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ الِ محمد اسمان کے ستاروں کے مانند ہیں. جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھراتا ہے گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم اس لگائے بیٹھے تھے , وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے .

شرح خطبہ

مطلب یہ ہے کہ اگر سردست تمہارے توقعات پورے نہیں ہورے تو مایس نہ ہو جاؤ کیوں کہ ممکن ہے کہ صورت حال میں تبدیلی ہو اور اصلاح میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں اور معاملات تمہارے حسب دلخواہ طے پا جائیں .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۹۹

وہ ہراّول سے پہلے اوّل ہے اور ہر اخر کے بعد اخر ہے . اس کی اولیت کے سبب سے واجب ہے . کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو, اور اس کے اخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں . ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں , اور دل و زبان ہمنوا ہیں .

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو, اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو. میری باتیں سنتے وقت تو ایک دوسرے کی طرف انکھوں کے اشارے نہ کرو اس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے . میں جو خبر تمہیں دیتا ہوں. وہ نبی کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے . نہ خبر دینے والے (رسول) نے جھوٹ کہا, نہ سننے والا جاہل تھا (لو سنو!)میں ایک سخت گمراہیوں میں پڑے ہوئے شخص کو گویا اپنی انکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور اس نے اپنے جھنڈے کوفہ کے اس پاس کھلے میدانوں میں گاڑ دیئے ہیں. چنانچہ جب اس کا منہ (پھار کھانے کو) کھل گیا اور ا سکی لگام کا دہانہ مضبوطہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں سخت سے سخت ہو گئیں , تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دنیا والوں کو کاٹنا شروع کر دیا ور جنگ کا دریا تھپیڑے مارنے لگا اور دنوں کی سختی سامنے اگئی اور راتوں کی تکلیف شدت اختیار کر گئی. بس ادھر اس کی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سر مستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں . ادھر سخت فتنہ و شر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح اگے بڑھ ائے اس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کوفہ کو اکھیڑ ڈالیں گے اور کتنی ہی سخت اندھیاں اس پر ائیں گے . اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گتھ جائیں گی اور کھڑی کھیتیوں کو کاٹ دیا جائے گا اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا .

شرح خطبہ

اس سے بعض نے معاویہ اور بعض نے عبدالملک ابن مردان مراد لیا ہے .

خطبہ ۱۰۰

وہ ایسا دنا ہو گا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزائی کے لیے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا. وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑی ہوں گے . پسینہ منہ تک پہنچ کر ان کے منہ میں لگاڈال دے گا .زمین ان لولوں سمیت لرزتی اور تھرتھراتی ہو گی . اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہو گا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے .

اسی خطبے کا ایک جزیہ ہے : وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے . ان کے مقابلے کے لیے (گھوڑوں کے) پرچم نہ سکیں گے اور نہ ان کے جھنڈے پلٹائے جا سکیں گے . وہ تمہارے پاس اس طرح ائیں گے کہ ان کی لگا میں چڑھی ہوں

Presented by www.ziaraat.com

گی اوران پرپالان کسے ہوں گے ان کا پیش روا نہیں . تیزی سے ہنکائے گا اور سوار ہونے والا انہیں ہلکان کر دے گا. وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم . ان سے وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے نزدیک پست اور ذلیل , زمین میں گمنام, اور اسمان میں جانی پہنچانی ہوئی ہو گی. اے بصرہ ! تیزی حالت پر افسوس ہے کہ جب تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے جس میں نہ غبار اڑے گا اور نہ شورو غوغا ہوگا, اور تیرے بسنے والے قتل اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے .

خطبہ ۱۰۱

دنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اس سے پہلو بچانے والوں کی نظر سے دیکھو, خدا کی قسم ! وہ جلد ہی اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی, اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں ڈال دے گی , اور جو چیز اس میں کی منہ موڑ کر پیٹھ پھرا لے, وہ واپس نہیں ایا کرتی . اور انے والی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے . اس کی مسرّتیں رنج میں سمودی گئی ہیں, اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے (دیکھو) دنیا کو خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمہیں معزور نہ بنا دے اس لیے کہ جر چیزیں تمہارا ساتھ دیں گی , وہ بہت کم ہیں .

خدا اس شخص پر رحم کے جو سوچ بچارسے عبرت اور عبرت اور بصیرت سے حاصل کرے , دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں, اور اخرت میں پیش ہونے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی , گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں. ہر شمار میں انے والی چیز ختم ہوجایا کرتی ہے اور جس کی امد کا انتظار ہو, اسے ایا ہی جانو اور ہر انے والے کو نزدیک اور پہنچا ہوا سمجھو .

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے :. عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو, اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ وہ اپنی قدرو منزلت نہ پہچانے . لوگوں میں سب سے زیادہ نا پسند, اللہ کو وہ بندہ ہے جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہے . اسی طرح کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا اور بغیر رہنما کے چلنے والا ہے . اگر اسے دنیا کی کھتی (بونے) کے لیے بلایا جاتاہے , تو سرگرمی دھاتا ہے اور اخرت کی کھیتی(بونے) کے لیے بلایا جاتا ہے , تو سرگرمی دکھاتا ہے اور اخرت کی کھتی (بونے) کے لیے کہا جاتا ہے تو کاہلی کرنے لگتا ہے . گویا جس چیز کے لیےاس نے سرگرمی دکھائی ہے وہ تو ضروری تھی , اور جس میں سستی و کوتاہی کی ہے. وہ اس سے ساقط تھی.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے :. وہ زمانہ ایسا ہو گا کہ جس میں وہ خوابیدہ مومن بچ کر نکل سکے گا جو سامنے انے پر جانا پہچانا نہ جائے, اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اسے ڈھونڈھانہ جائے . یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں . نہ وہ ادھر ادھر کچھ لگاتے پھرتے ہیں, نہ لوگوں کی برائیاں اچھالتے ہیں اور نہ اس جے راز فاش کرتے ہیں . اللہ انہیں لوگوں کے لیے رحمت کے دروازے کھول دے , اور ان سے اپنے عذاب کی سختیاں دور رکھے گا .

Presented by www.ziaraat.com

اے لوگو! وہ زمانہ تمہارے سامنے انے والا ہے کہ جس میں اسلام کو اس طرح اوندھا کر دیا جائے گا. جس طرح برتن کو(ان چیزوں سمیت جو اس میں ہوں) الٹ دیا جائے اے لوگ! اللہ نے تمہیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے . مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمہیں ازمائش میں ڈالے . اس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے . اس میں ہماری بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں . سید رضی فرماتے ہیں .

حضرت علیہ السّلام کے ارشاد پر خوابیدہ مومن میں خوابیدہ سے مراد وہ شخص ہے کہ جو گمنام اور بے شر ہو ا ور مسابیح مسیاح کی جمع ہے اور مسیاح اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں فتنہ و شر پھیلا تا رہے اور لگائی بجھائی کرتا رہے اور مذیاع کی جمع ہے اور مذیاع اسے کہتے ہیں کہ جو کسی کی برائی سنے تو اسے اچھالے اور علانیہ بیان کرے اور بذر بذور کی جمع ہے اور اسے کہتے ہیں کہ جو احمق اور اول فول بکنے والا ہو .

خطبہ ۲۰۱

ایک دوسری روایت کی بنائی پر یہ خطبہ پہلے درج ہو چکا ہے .:

جب اللہ نے محمد کو بھیجا , تو عربوں میں نہ کوئی) اسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا اور نہ کوئی نبوتو وحی کا دعوے دار. اپ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی. دراں حالیکہ اپ ان لوگوں کو نجات کی طرف لے جارہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر اپڑے , ان کی ہدایت کے لیے بڑھ رہے تھے . جب کوئی تھکا ماندہ رک جاتا تھا. اور خستہ و درماندہ ٹھہرجاتا تھا. تو اپ اس کے (سرپر) کھڑے ہو جاتے تھے . اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے. یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرہ بھر بھلائی ہی نہ ہو. یہاں تک کہ اپ نے انہیں نجات کی منزل دکھا دی , اور انہیں ان کے مرتبہ پر پہنچا دیا چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی, ان کے نیزے کا خم جاتا رہا خدا کی قسم میں بھی انہیں ہنکانے والوں میں تھا. یہاں تک کہ وہ پوری طرح پس پا, ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیے گئے . اس دوران میں نہ میں عاجز ہوا نہ بزدلی دکھائی , نہ کسی قسم کی خیانت کی , اور نہ مجھ میں کمزوری ائی . خدا کی قسم ! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں گا .

خطبہ۳۰۱

اخر اللہ نے محمد کو بھیجا دراں حالیکہ وہ گواہی دینے والے , خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے . جو بچنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرف کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوخصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جو دوسخا میں ایر صفت برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاترا برسنے والے تھے .

دنیا اپنی لذّتوں میں اس وقت مہارے لیے شریں و خوشگوار ہوئی اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دودھ پینے پر قادر ہوئے جب اس کے پہلے اس کی مہارین جھول رہی تھیں اور اس کا تنگ (ڈھیلا ہو کر) ہل رہا تھا (یعنی . اس کا کوئی سوار اور دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا جو اس کی باگیں اٹھاتا اور اس کا تنگ کستا, کچھ قوموں کے لیے تو حرام اس بیری کے مانند (خوش گوار اور مزے دار) ہو

Presented by www.ziaraat.com

گیا تھا. جس کی شاخیں پھلوں کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں. اور حلال ان کے لیے (کوسوں) دور اورنایاب تھا. خدا کی قسم! یہ دنیا لمبی چھاؤں کی صورت میں ایک نضررہ وقت تک تمہارے پاس ہے . مگر اس وقت توزمین بغیر روک ٹوک کے تمہارے قبضے میں ہے تمہارے ہاتھ اس میں کھلے ہوئے ہیں اورپیشواؤں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں تمہاری تلواریں ان پر مسلط ہیں اوران کی تلواریں رد کی جا چکی ہیں. تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا, اور ہر حق کا کوئی طلب کرنے والاال اس حاکم کے مانند ہے جو اپنے ہی حق کے بارے میں فیصلہ کرے اوروہ اللہ ہے کہ جسے وہ تلاش کرے . وہ اسے بے بس نہیں بنا کستا . اور جو بھاگنے کی کوشش کرے , وہ اس کے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا. اے بنی امیہ ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلد ہی تم اپنی (دنیا اوراس کی) ثروتوں‌کو دوسروں کے ہاتھوں اور دشمنوں کے گھروں میں دیکھو گے سب انکھوں سے زیادہ دیکھنے والی وہ انکھ ہے . جس کی نظر نیکیوں میں اتر جائے اور سب کونوں سے بڑھ کر سننے والا وہ کان ہے . کہ جو نصیحت کی باتیں سنے اورانہیں قبول کرے اے لوگو! واعظ باعمل کے چراغ ہدایت کی لُو سے اپنے چراغ روشن کر لو, اوراس صاف و شفاف چشمہ سے پانی بھر لو, جو (شبہات کی) امیزشوں اور کُدورتوں سے نترھ چکا ہے . اے لااللہ کے بندو اپنی جہالتوں کی طرف نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو جاؤ. اس لیے کہ خواہشوں کی منزل میں اترنے والا ایسا ہے . جیسے کوئی سیلاب زدہ دیوار کے کنارے پر کھڑا ہو کر جو گرا چاہتی ہو. وہ ہلاکتوں کا پلندہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھا ہے کبھی اس کندھے پر. اپنی ان رایوں کی صورت میں‌جنہیں وہ بدلتا رہتا ہے اوریہ چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل (چسپاں کرے مگر جو چپکنے والی نہیں ہوتی اوراسے (ذہنوں سے) قریب کرنا چاہتا ہے , جو قریب ہونے کے قابل نہیں اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکائیتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ کہ جو (تمہاری خواہشوں کے مطابق) تمہارے شکووں کے قلق کو دور نہیں کرے گا ,اور نہ شریعت کے محکم و مضبوط احکام کو توڑے گا. امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام دے) وروہ یہ ہے کہ پندو نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے سمجھائے بجھانے میں‌پوری پوری کوشش کرے , سنت کو زندہ رکھے ,اور جن پر حد لگنا ہے ان پر حد جاری کرے اور (غصب کئے ہوئے) حصوں کو ان کے اصلی و ارثوں تک پہنچائے. تمہیں چاہئے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس کے کہ اس کا (ہرا بھرا (سبزہ خشک ہو جائے اور قبل اس کے کہ اہل علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفتیں حائل ہو جائیں. دوسروں کو برائیوں سے روکو اور خود بھی رکے رہو. اس لیے کہ تمہیں برائیوں سے رکنے کا حکم پہلے ہے , اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے.

خطبہ ۱۰۴

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اوراس (کے سرچشمہ) ہدایت پر اترنے والوں کے لیے اس کے قوانین کو اسان کیا, اوراس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں‌غلبہ و سرفرازی دی .چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اس کے لیے امن جو اس میں داخل ہو اس کیلئے صلح و اشتی , جو اس کی بات کرے اس کے لیے دلیل, جو اس کی مدد لے کر مقابلہ کرے اس لیے اسے گواہ قرار دیا ہے اوراس سے کسب ضیا کرنے والے کے لیے نور, سمجھنے بوجھنے اور سوچ بچار کرنے والے کے لیے فہم و

Presented by www.ziaraat.com

دانش , غور کرنے والے لیے (روشن) نشانی , ارادہ کرنے والے کے لیے بصیرت, نصیحت قبول کرنے والے کے لیے عبرت , تصدیق کرنے والے کے لیے نجات بھروسا کرنے والے کے لیے اطمینان , ہر چیز اسے سونپ دینے والے کے لیے راحت, صبر کرنے والے کے لیے سپر بنایا ہے . وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں میں زیادہ واضح ہے اس کے میانر بلند , راہیں درخشاں اور چراغ روشن ہیں. اس کا میدان (عمل) باوقار اور مقصد و غایت بلند ہے . اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے . اس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے . اس کے شاہسوار عزت والے , اور اس کا راستہ (اللہ و رسول کی) تصدیق ہے اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں .دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان اور موت پہنچنے کی حد, اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے کی جگہ اور جنت بڑھنے کا انعام ہے .

اس خطبہ کا یہ جزبنی کے متعلق ہے .:

یہاں تک کہ اپ نے روشنی ڈھونڈھنے والے کے لیے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھوکر) سواری کے روکنے والے کے لیے نشانات روشن کئے (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے . وہ تیرا نبی مرسل دررسول برحق ہے . جو) دنیا کے لیے) نعمت و رحمت ہے(خدایا) توانہیں اپنے عدل و انصاف سے ان کا حصہ عطا کر اور اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات اجر میں دے (اے اللہ!) ان کی عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر اور اپنے پاس ان کی عزت و ابرو سے مہمانی کر اور ان کے مرتبہ کو بلندی و شرف بخش, اور انہیں بلند درجہ دے اور نعمت و فضیلت عطا کر, اور ہمیں ان کی جماعت میں اس طرح محشور کر کہ نہ ہم ذلیل و رسوا ہوں, بہ نادم و پریشان نہ حق سے روگردان , نہ عہد شکن , نہ گمراہ , نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ .

سید رضی کہتے ہیں .:

یہ کلام اگرچہ پہلے گزرچکا ہے , مگر ہم نے پھر اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے .

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے .

جس میں اپنے اصحاب سے خطا ب فرمایا : . تم اپنے اللہ کے لطف و کرم کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ تمہاری کنیزیں بھی محترم سمجھی جانے لگیں, اور تمہارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جانے لگا . اور وہ لوگ بھی تمہاری تعظیم کرنے لگے جن پر تمہیں نہ کوئی فضیلت تھی, نہ تمہارا کوئی ان پر احسان تھا کہ اور وہ لوگ بھی تم سے دہشت کھانے لگے جنہیں تمہارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا, اور نہ تمہارا ان پر تسلط تھا. مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے عہد توڑے جارہے ہیں , اور تم غیظ میں نہیں اتے . حالانکہ اپنے اباؤ اجداد کے قائم کردہ رسم و ائیں کے توڑے جانے سے تمہارے رگ حمیت جنبش میں اجاتی ہے . حالانکہ اب تک اللہ کے معاملات تمہارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے اور تمہارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتارہے اور تمہاری ہی طرف ہرپھر کروتے ہیں. لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے , اور اپنی باگ ڈور انہیں تھمادی ہے اور اللہ

Presented by www.ziaraat.com

کے معاملات انہیں سونپ دیئے ہیں کہ وہ شبہوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں . خدا کی قسم! اگروہ تمہیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں, تو بھی اللہ تمہیں اس دن(ضرور) جمع کرے گا, جو ان کے لیے بہت بُرا دن ہوگا .

خطبہ ۵۰۱

میں نے تمہیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے وہوئے دیکھا(جب کہ) تمہیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے کے بدؤں نے اپنے گھرے میں لے لیا تھا. حالانکہ تم عرب کے جوانمرد شرف کے راس ورئیس (قوم میں (اونچی ناک والے اور چوٹی والے ہو. میرے سینے سے نکلنے والی کراپنے کی اوازیں اسی وقت دب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ اخر کا رجس طرح انہوں نے تمہیں گھیر رکھا ہے تم نے بھی انہیں اپنے نرغہ میں لے لیا ہو اور جس طرح انہوں نے تمہارے قدم اکھیڑ دیئے ہیں , اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگہوں سے اکھیڑ ڈالے ہوں. تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کی پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں. جیسے ہنکائے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنہیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو, اوران کے گھاٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو .

خطبہ ۶۰۱

یہ ان خطبوں میں سے ہے جن میں زمانہ کے حوادث دفتن کر تذکرہ ہے .:

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی ہمت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے اور اپنی ہمت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے . اس نے بغیر سوچ بچا ر میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا. اس لیے کہ غورو فکر اس کے مناسب ہوا کرتی ہے . جو دل و دماغ (جیسے اعضائی) رکھتا ہو. اوروہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اترا ہوا ہے .:

اس خطبہ کا یہ جُزنبی کے متعلق ہے .:

انہیں انبیائی کے شجرہ , روشنی کے مرکز(ال ابراہیمعلیہ السّلام) بلندی کی جبیں (قریش) بطحائی کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سر چشموں سے منتخب کیا .

اس خطبہ کا یہ حصہ بھی رسوُل ہی سے متعلق ہے .

وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت و طب کے لیے ہوئے چکر لگا رہا ہو. اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لیے ہوں اور داغنے کے الات تپالیے ہوں .وہ اندھے دلوں بہرے کانوں, گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے , ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو, اور دوا لیے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو. مگر لوگوں نے نہ تو حکمت کی تنویروں سے ضیاؤ نور کو حاصل کیا , اور نہ علوم درخشاں کے چقماق کو رگر کر نورانی شعلے پیدا کئے وہ اس معامہ میں چرنے والے حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں . اہل بسیرت کے لیے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو گئی ہیں اور بھٹکنے والوں

Presented by www.ziaraat.com

کے لیے حق کی راہ وضح ہو گئی اور انے والی ساعت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور غور سے دیکھنے والوں کے لیے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں لیکن تمہیں میں دیکھتا ہوں کہ پیکر بے روح اور روحِ بے قالب بنے ہوئے ہو، جعابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقویٰ کے اور تاجر بنے ویئے بگیر فائدوں کے بیدار ہو مگر سو رہے ہو، حاضر ہو مگر ایسے جیسے غائب ہوں دیکھنے والے ہو مگر اندھے سننے والے ہو مگر بہرے گونگے گمراہی کا بولنے والی ہو مگر اپنی سواریوں جھنڈہ تو اپنے مرکز پرچم چکا ہے، اور اس کی شاخیں (ہرسوُ) پھیل گئی ہیں۔ تمہیں (تباہ کرنے کے لیے) اپنے پیمانوں میں تول رہا ہے ، اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں ادھر ادھر بھٹکا رہا ہے اس کا پیشترو ملت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے ۔ اس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ مگر کچھ گرے پڑے لوگ جیسے دیگ کی کھرچن یا تھیلے کے جھاڑنے سے گرے ہوئے ریزے ۔ وہ گمراہی تمہیں اس طرح مسل ڈالے کی جس طرح چمڑے کو مسلا دجاتا ہے اور اس طرح روندے گی ۔ جیسے کٹی ہوئی زراعت کو روندا جاتا ہے اور مصیبت و ابتدا کے لیے) تم میں سے مومن (کامل) کو اس طرح چن لے گی جس طرح پرندے باریک دانوں میں سے موٹے دانہ کو چن لیتا ہے ۔ یہ (غلط) روشیں تمہیں کہا ں لیے جارہی ہیں اور یہ اندھیا ریاں تمہیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور جھوٹی امیدیں تمہیں کا ہے کہ فریب دے رہی ہیں کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشہ ہوتا ہے اور ہر غائب کو پلٹ کر اتا ہے اپنے اپنے عالم بانی سے سنو۔ اپنے دلوں کو حاضر کرو ، اگر تمہیں پکارے تو جاگ اٹھو قوم کے نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہیے اور اپنی پریشان خاطری میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے ذہن کو حاضر رکھنا چاہئے چنانچہ اس نے حقیقت کو اس طرح واشگاف کر دیا ہے جس طرح دھاگے میں پروئے جانے والے)مہرہ کو چیر دیا جاتا ہے اور اس طرح اسے (تہہ سے) چھیل ڈالا ہے ۔ جیسے درخت سے گوند ۔ باوجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر اگیا اور جہالت اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی ۔ اس کی طغیانیاں بڑھ گئی ہیں ۔ اور حق کی اواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے ۔ اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے ۔ لوگوں نے فسق و فجور پر اپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے ۔ اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پری ہوئی ہے ۔ جھوٹ پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے اور سچ کے معاملہ میں باہم کد رکھتے ہیں۔ (ایسے موقعہ پر) بیٹا (انکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب ہوگا۔ اور بارشیں گرمی و تپش کا کمینے پھیل جائیں گے ۔ اور شرف گھٹتے جائیں گے اس زمانہ کے لوگ بھڑیئے ہوں گے اور حکمران درندے درمیانی طبقہ کے لوگ کھاپی کر مست رہنےوالے اور فقیرو تادار بالکل مردہ ۔ سچائی دب جائے گی اور جھوٹ ابھر ائے گا محبت کی لفظیں) صرف زبانوں پر ائیں گے اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے نسب کا معیار زنا ہوگا ۔ عفت و پاکدامنی نرارلی چیز سمجھی جائے گی۔ اور اسلام کا لبادہ پوستیں کی طرح الٹا اوڑھا جائے گا ۔

خطبہ ۱۰۷

ہر چیز اس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اس کے سہارے وابستہ ہے وہ ہر فقیر کا سرمایہ ہر ذلیل کی ابرو ، ہر کمزور کی توانائی

Presented by www.ziaraat.com

اور ہر مظلوم کی پناہ گا ہے . جو کہے, اس کی بات بھی وہ سنتا ہے , اور جو چپ رہے اس کے بھید سے بھی وہ اگا ہے. جو زندہ ہے اس کے رزق کا ذمہ اس پر ہے , اور جو مرجائے اس کا پلٹنا اسی کی طرف ہے . (اے اللہ) انکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں, بلکہ تو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا. تو نے) تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیااور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر ان سے اعمال کرائے , جسے تو گرفت میں لانا چاہے وہ تجھ سے اگے بڑھ کر جا نہیں سکتا, اور سجے تو نے گرفت میں لے لیا پھر وہ نکل نہیں سکتا. جو تری مکالفت کرتا ہے . ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جر تیری اطاعت کرتا ہے , وہ ملک (کی وستوں) کو بڑھا نہیں دیتا اور جو تیری قضاؤ قدر پر بگڑا اتھے وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا اور جو تیرے حکم سے منہ مور لے , وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا. ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لیے ظاہر اور ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے . تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں اور تو ہی (سب کی) منزل منتہاہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ ن ہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں, مگر تیری ہی ذات , ہر راہ چلنے ولا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف ہے .سبحان اللہ ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں. کتنی عظیم الشان ہے . اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے . اور تیری پادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے , کتنی پر شکوہ ہے . لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر ہے . اور دنیا میں یہ تیری نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں مگر اخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں .

اسی خطبہ کا ایک جزُیہ ہے .:

تو نے فرشتوں کو امسانوں میں بسایا , اور انہیں زمین کی سطح سے بلند رکھا. وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں, اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں . اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں, نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے نہ شکموں میں رکھے گئے, نہ ذلیل پانی (نطفہ (سے ان کی پیدائش ہوئی , اور نہ زمانہ کے حوادث نے انہیں منتشر کیا وہ تیرے قرب میں اپنے مقام و منزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے رازہائے قدرت کی اس تہہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے , تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ انہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیااور نہ کما حقہ تیری اطاعت کی ہے . میں خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں. تیرے اس بہترین سلوک کی بنا پر , جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے . تو نے ایک ایسا گھر(جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کے لیے کھانے پینے کی چیزیں , حوریں, غلمان , محل , نہریں , کھیت اور پھل مہیا کئے ہیں. پھر تو نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے والا بھیجا, مگر نہ انہوں نے بلانے والے کی اواز پر لبیک کہی, اور نہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوئے جن کی تو نے رغبت پائی تھی اور نہ ان چیزوں کے مشتاق ہوئے جن کا تو نے اشتیاق دلایا تھا وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ کھانے میں اپنی عزت ابرو گنوار ہے تھے اور اس کی چاہت پر یکا کر لیا تھا ,جو شخص کسی شے سے بے تحاشا محبت کرتا ہے , تو وہ اس کی انکھوں کو اندھا , دل کو مریض کر دیتی ہے . وہ دیکھتا ہے تو بیمار انکھوں

Presented by www.ziaraat.com

سے سنتا ہے. تو نہ سننے والے کانوں سے شہوتوں نے اس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے, اور دنیا نے اس کے دل کو مردہ بنا دیا ہے. اور اس کا نفس اس پر مرمٹا ہے یہ دنیا کا اور ان لوگوں کا جن کے پاس کچھ بھی وہ دنیا ہے بندہ و غلام بن گیا ہے, جدھر وہ مڑتی ہے, ادھر یہ مڑتا ہے, جدھر اس کا رخ ہوتا ہے. ادھر ہی اس کا رخ ہوتا ہے. نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سننے سے وہ رکتا ہے, اور نہ ہی اس کے کسی وعظ و پند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے. حالانکہ وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے. کہ جنہیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کا موقعہ ہوتا ہے. اور کس طرح وہ چیزیں ان پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وہ بے خبر تھے, اور کسی طرح اس دنیا سے جدائی (کی گھڑی سامنے) اگئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے, اور کیونکر اخرت کی ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انہیں خبر دی گئی تھی اب جو مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں. انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا, موت کی سختیاں اور دنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انہیں گھیر لیتی ہیں. چنانچہ ان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑجاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی ہیں. پھر ان (کے اعضا) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں. کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اس کی زبان بند ہو جاتی ہے. درصوتیکہ اس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے ہیں. وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی انکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا ہے اور ان چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اس نے اپنی عمر گنوادی ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب کرنے میں (جائز و ناجائز سے) انکھیں بند کر لی تھیں ,اور جسے صاف اور مشکوک ہر طرح کی جگھوں سے حاصل کیا تھا. اس کا وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا وہ مال (اب) اس کے پچھلوں کے لیے رہ جائے گا کہ وہ اس سے عیز و ارام کریں, اور گلچھڑے اڑائیں. اس طرح وہ دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یونہی مل گیا, لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا. اور یہ اس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے سامنے اگئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا, اب ان سے کنارہ ڈھونڈتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وہی اس مال کو سمیٹتے نہ وہ اب موت کے تصرفات اس ک جسم میں اور بڑھے یہاں تک کہ زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی موت چھا گئی.

گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے نہ کانوں سے سن سکتا ہے انکھیں گھما گھما کر ان کے چہروں کو تکتا ہے. ان کی زبانوں کی جنبشوں کو دیکھتا ہے. لیکن بات چیت کی اوازیں نہیں سنُ پاتا. پھر اس سے موت اور لپٹ گئی کہ اس کی انکھوں کو بھی بند کر دیا. جس طرح اس کے کانوں کو بند کیا تھا اور روح اس کے جسم سے مفارقت کر گئی.

اب وہ گھر والوں کے سامنے ایک مردار کی صورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے انہیں وحشت ہوتی ہے, اور اس کے پاس پھٹکنے سے دور بھاگتے ہیں. وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد کر سکتا ہے, نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے. پھر اسے اٹھا کر زمین میں جہاں اس کی قبر بننا ہے, لے جاتے ہیں ور اسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اس کا کام, اور اس کی ملاقات سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیتے ہیں. یہاں تک کہ نوشتہ (تقدیر) اپنی میعاد کو اور حکمِ الٰہی اپنی مقررہ حد کو پہنچ

Presented by www.ziaraat.com

جائے گا اور پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا, اور فرمان قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا ارادہ لے کرائے گا, تو وہ اسمانوں کو جنبش میں‌لائے گا. اور انہیں‌پھاڑ دے گا. اور زمین کو ہلا ڈالے گا. اور انہیں پھاڑ دے گا .اور زمین کو ہلا ڈالے گا, اور اسکی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا اور پہاڑوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دے گا. اور وہ اس کے جلال کی ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے اپس میں ٹکرانے لگیں گے. وہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا. اور انہیں سڑگل جانے کے بعد پھر از سر نوتر و تازہ کرے گا اور متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے گا پھر ان کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کار گزاریوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لیے انہیں جدا جدا کرے گا اور انہیں دو حصوں میں بانٹ دے گا. ایک کو وہ انعام و اکرام دے گا, اور ایک سے انتقام لے گا جو فرمانبرادر تھے انہیں جزا دے گا. کہ وہ اس کے جوارِ رحمت میں رہیں اور اپنے گھر میں انہیں ہمیشہ کے لیے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اترنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ ان کے حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں. اور نہ انہیں گھڑی گھڑی خوف ستا تا ہے , نہ بیماریاں ان پر اتی ہیں, نہ انہیں خطرات درپیش ہوتے ہیں اور نہ انہیں سفرایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے ہیں, اور جو نافرمان ہوں گے انہیں ایک برے گھر میں پھینکے گا, اور ان کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اوران کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں سے جکڑ دے گا. اور انہیں تار کول کی قمیضیں اور اگے سے قطع کیے ہوئے کپڑے پہنائے گا(یعنی ان پر تیل چھڑک کر اگ میں جھونک دے گا) وہ ایسے عذاب میں ہوں گے کہ جس کی تپش بڑی سخت ہوگی , اور ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں ان پر دروازے بند کر دیئے جائیں گے , اور ایسی اگے میں‌ہوں گے کہ جس میں تیز شرارے , بھڑکنے کی اوازیں , اٹھتی ہوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہوں گی .اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا. اور نہ ہی اس کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا یا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں. اس گھر کی کوئی مدّت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹاجائے. نہ رہنے والوں کے لیے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیئے جائیں .:(.

اسی خطبہ کا یہ جز نبی کے متعلق ہے .:

انہوں نے اس دنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا اور جانتے تھے کہ اللہ نے ان کی شان کو بالا تر سمجھتے ہوئے دنیا کا رخ ان سے موڑا ہے , اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے. لہذا اپ نے دنیا سے دل ہٹا لیا اور اس کی یاد اپنے نفس سے مٹاڈالی اور یہ چاتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں, اور نہ اس میں قیام کی اس لگائیں انہوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچادیا اور ڈراتے ہوئے امت کو پندو نصیحت کی , اور خوشخبری سناتے ہوئے جنت کی طرف دعوت دی اور اشباہ کرتے ہوئے دوزخ سے خوف دلایا .

ہم نبوت کا شجرہ , رسالت کی منزل, ملائکہ کی فرودگاہ علم کا معدن اور حکمت کا سر چشمہ ہیں. ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کے لیے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو زہر) الٰہی) کا منتظر رہنا چاہئے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۱۰۸

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لیے بہترین وسیلہ اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لانا ہے اوراس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سر بلند چوٹی ہے . اور کلمہ توحید کی وہ فطرت (کی اواز) ہے اور نماز کی پابندی کی وہ عین دین ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وہ رفرض و واجب ہے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا , کہ وہ عذاب کی سپر ہیں اور خانہ کعبہ کا حج وعمرہ بجا لانا کہ وہ فقر کو دور کرتے اور گناہوں کو دھودیتے ہیں . اور عزیزوں سے حسن سلوک کرنا کہ وہ مال کی فروانی , اور عمر کی درازی کا سبب ہے . اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور کھلم کھلا خیرات کرنا کہ وہ بہری موت سے بچاتا ہے اور لوگوں پر احسانات کرنا کہ وہ ذلّت ورسوائی کے مواقع سے بچاتا ہے . اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو. اس لیے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے خواہشمند بنو, کہ جس کا للہ نے پرہیز گاروں سے وعدہ کیا ہے . اس لیے کہ اس کا وعدہ سب وعدوں سے زیادہ سچا ہے . نبی کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے . اوران کی سنت پر چلو, کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے , اور قران کا علم حاصل کرو, کہ وہ بہترین کلام ہے ! اوراس میں غورو فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اوراس کے نورسے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں) کے لیے شفا ہے . اوراس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں. وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں اتا, بلکہ اس پر (اللہ کی) حجت زیادہ ہے اور حسرت و افسوس اس کے لیے لازم و ضروری ہے اور حسرت و افسوس اس کے لیے لازم و ضروری ہے . اور اللہ کے نزدیک و زیادہ قابل ملامت ہے .

خطبہ ۱۰۹

میں‌تمہیں‌دنیا سے ڈراتا ہوں, اس لیے کہ یہ (بظاہر) شیریں و خوش گوار, تروتازہ و شاداب ہے نفسانی خواہشیں‌اس کے گرد گھیر ا ڈالے ہوئے ہیں. وہ اپنی جلد میسر اجانے والی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے اور اپنی تھوری سی (ارائشوں) سے مشتاق بنا لیتی ہے . وہ (جھوٹی) امیدوں سے سجی ہوئی . اور دھوکے اور فریب سے نبی سنوری ہوئی ہے . نہ اس کی مسرتیں دیر پا ہیں اور نہ اس کی ناگہائی مصیبتوں سے مطمئن رہا جا سکتا ہے . وہ دھوکے باز, نقصان رساں , ادلنے بدلنے والی اور فنا ہونے والی ہے , ختم ہونے والی , اور مٹ جانے ولی ہے , کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہے . جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کی انتہائی ارزؤں تک پہنچ جاتی ہے . تو بس وہی ہوتا ہے , جو اللہ سبحانہ نے بیان کیا ہے (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) »جیسے وہ پانی جسے ہم نے اسمان سے اتارا, تو زمین کا سبزہ اس سے گھل مل گیا اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہو گیا جسے ہوائیں (ادھر سے ادھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے . جو شخص اس دنیا کا عیش و ارام پاتا ہے تو اس کے بعد اس کے انسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی مسرتوں کا رخ دیکھتا ہے . وہ مصیبتوں میں دھکیل کر اس کو اپنی بے رخی بھی دکھاتی ہے . اور جس شخص پر راحت و ارام کی بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں اس پر مصیبت و بلا کی دھواں دھار بارشیں بھی ہوتی ہیں یہ دنیا ہی کے مناسب حال سہے کہ صبح کو کسی کی دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ

Presented by www.ziaraat.com

چکائے اور شام کویوں ہو جائے کہ گویا کوئی جان پہچان ہی نہ تھی. اگر اس کا یک جنبہ شیریں و خوشگوار ہے تو دوسرا حصہ تلخ اور بلانگیز جو شخص بھی دنیا کی توتازگی سے اپنی کوئی تمنا پوری کرتا ہے تو وہ اس پر مصیبتوں کی مشقتیں بھی لا دیتی ہے جسے امن و سلامتی کے پردبال پر شام ہوتی ہے , تو اسے صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے . وہ دھوکے باز ہے اور اس کی ہر چیز دھوکا دہ خود بھی فنا ہو جانے والی ہے . اور اس میں رہنے والا بھی فانی ہے . اس کے کسی زاد میں سوازا و تقویٰ کے جلالی نہیں ہے جو شخص کم حصہ لتا ہے وہ اپنے لیے راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے . اور جو دنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے , وہ اپنے لیے تباہ کن چیزوں کا اضافہ کر لیتا ہے .(حالانکہ) اسے اپنے مال و متاع سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے , کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا پر بھروسہ کیا, اور اس نے انہیں مصیبتوں میں ڈال دیا. اور کتنے ہی اس پر اطمینا کے لیے بیتھے تھے جنہیں اس نے پچھاڑ دیا اور کتنے ہی رعب و طبطنہ والے تھے , جنہیں حقیوپست بنا دیا , اور کتنے ہی نخوت و غرور والے تھے . جنہیں ذلیل کر کے چھوڑا. اس کی بادشاہی دست بدست منتقل ہونے والی چیز, اس کا سر چشمہ گندلا, اس کا خوش گوارپانی کھاری , اس کی حلاوتیں ایلوا(کے ماندن تلخ) , میں . اس کے کھانے زہر ہلاہل اور اس کے اسباب و ذروئع کے سلسلے بودے ہیں.زندہ رہنے والا معرض ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا سامنا ہے اس کی سلطنت چھن جانے والی , اس کا زبردست زیردست بننے ولا, مالدار بدبغیتیوں کا ستایا ہوا, اور ہمسار لُٹا لٹیا ہوا ہے . کیا تم انہیں سبابقہ لوگوں کے گھروں میں نہیں بستے جو لمبی عمروں والے , پائدار نشانیوں والے بڑی بڑی امیدیں باندھنے والی , زیادہ گنتی و شماروالے اور بڑے لاؤ لشکروالے تھے ? وہ دنیا کی کس کس طرح پرپرستش کرتے رہے , اور اسے اخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے رہے . پھر بغیر کسی ایسے زادو راحلہ کے جو انہیں راستہ طے کر کے منزل تک پہنچاتا, چل دیے. کیا تمہیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے . کہ دنیا نے ان کے بدلہ میں کسی فدیہ کی پیشکش کی ہو یا. انہیں کوئی مدد پہنچائی ہویا اچھی طرح ان کے ساتھ رہی سہی ہو? بلکہ اس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے افتوں سے انہیں عائزو در ماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ کر انے والی زحمتوں سے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل انہیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے کھروں سے کچل ڈالا, اور ان کے خلاف زمانہ کے حوادث کا ہاتھ بٹیا . تم نے تو دیکھا ہے کہ جو ذرا دنیا کی طرف جھکا ار اسے اختیار کیا اور اس ے لپٹا تو اس نے) اپنے تیور بدل کر ان سے کیسی) جنیت اختیار کر لی یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے جدا ہو کر چل دیے , اور اس نے انہیں بھوک کے سوا کچھ زادِ راہ نہ دیا, اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھرنے کا سامان نہ کیا, اور سوا گھپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا, تو کیا تم اسی دنیا کو ترجیح دیتے ہو , یااسی پر مطمئن ہو گئے ہو , یا اسی پر مرے جارہے ہو, جو دنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف و خطر ہو کر رہے , اس کے لیے یہ بتہ بُرا گھر ہے . جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو, کہ(ایک نہ ایک دن) تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے , اور یہاں سے کوچ کرنا ہے ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ » ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے . انہیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا . مگر اس طرح نہیں کہ انہیں سوار سمجھا جا ئے انہیں قبروں میں اتاردیا گیا مگروہ مہمان نہیں کہلاتے پتھروں سے ان کی قبریں چن دی گئیں اور اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیا گیا ہے . وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ جو پکارنے والے کے جواب نہیں دیتے . اور نہ

Presented by www.ziaraat.com

زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پروا کرتے ہیں. اگر بادل (جھوم کر) ان پر برسیں تو خوش نہیں ہوتے , اور قحط ائے تو ان پر مایوسی نہیں چھا جاتی . وہ ایک جگہ ہیں, مگر الگ الگ , وہ اپس میں ہمسائے ہیں مگر دور دور. پاس پاس ہیں. مگر میل ملاقات نہیں قریب قریب ہیں. مگر ایک دوسرے کے پاس نہیں پھٹکتے وہ برد بار بنے ہوئے بے خبر پڑے ہیں. ان کے بغض و عناد ختم ہو گئے اور کینے مٹ گئے نہ ان سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے , نہ کسی تکلیف کے دور کرنے کی توقع ہے انہوں نے زمیں کے اوپر کا حصہ اندر کے حصہ سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے اور گھر بار پر دیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہوئے تھے ویسے ہی زمین میں (پیوند خاک) ہو گئے اور اس دنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کوچ کر گئے . جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے , جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا . اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے . اس وعدہ کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے

.

خطبہ ۱۱۰

اس میں ملک الموت اور اس کے روح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے .

جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کبھی تم اس کی اہٹ محسوس کرتے ہو ? یا جب کسی کی روح قبض کرتا ہے , تو کیا تم اسے دیکھتے ہو) ! حیرت ہے) کہ وہ کس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کرلیتا ہے , کیا وہ ماں کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے یااللہ کے حکم سے روح اس کی اواز پر لبیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے . یا وہ بچہ کے ساتھ شکِم مادر میں ٹھہرا ہوا ہے ? جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے, وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے .:

خطبہ ۱۱۱

میں تمہیں دنیا سے خبر دار کئے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لئے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں اب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا. یہ اپنے باطل سے اراستہ ہے اور اپنی ارائشوں سے دھوکا دیتی ہے . یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے. چنانچہ اس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگیکے ساتھ موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں غلط ملط کر دی ہیں اور اپنے دوستوں کے لئے اسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے . اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں . اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود . اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملکچھن جانے والا ہے اور اس کی ابادیاں ویران ہو جانے والی ہیں. بھا اس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے . جو مسمار عمارت کی طرح گر جائے . اور اس عمر میں جو زاد راہ کی طرح ختم ہوا جائے اور اس مدت میں جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو

Presented by www.ziaraat.com

جائے جن چیزوں کی تمہیں طلب و تلاش رہنی ہے ان میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کرلو اور جو اللہ نے تم سے چاہا ہے اسے پورا کرنے کی توفیق بھی اس سے مانگو موت کا پیغام انے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنا دو. اس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں. اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں اور ان کا غم اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے اگرچہ ان) کے چہروں) سے مسرت ٹپک رہی ہو. اور انہیں اپنے نفسوں سے انتہائی بَیر ہوتا ہے .اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انہیں میسر ہے , ان پر رشک کیا جاتا ہو تمہارے دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی امیدیں (تمہارے اندر) موجود ہیں. اخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے. تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو. لیکن بد نیتی اور بد بختی نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے. نہ تم ایک دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو نہ باہم پندو نصیحت کرتے ہو. نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ کرتے ہو, نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے. تھوری سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو, اور اخرت کے پیشتر حصہ سے بھی محرومی تمہیں غم زدہ نہیں کرتی. ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے. یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے اشکارا ہو جاتی ہے. گویا یہ دنیا تمہارا(مستقبل) مقام ہے , اور دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے. تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے. صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا. تم نے اخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے. تو لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (ینعی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن (ہ و چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندول سے فارغ ہو گیا ہو, اور اپنے مالک کی رضا مندی حاصل کر لی ہو.

خطبہ ۲۱۱

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نتمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے. ہم اس کی نعمتوں پر اسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی ازمائشوں پر ثنائ و شکر بجالاتے ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجالانے میں سست قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھنے میں تیز گام ہیں. اور ان گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامئہ اعمال حاوی ہے. نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے. ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی انکھوں سے (دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے اگاہ ہو چکا ہو. ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یہ یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو, اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں . یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں. جس ترازو میں انہیں رکھ دیا جائے گا اس کا پلہ ہلکا نہیں ہو گا اور جس میزان سے انہیں الگ کر لیا جائے گا اس کا پلہ بھاری نہیں ہو سکتا .

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں. اس لیے کہ یہی تقویٰ زاد راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا ہے. یہ

Presented by www.ziaraat.com

زاد (منزل تک) پہنچا نے والا اوریہ پلٹنا کامیاب پلٹنا ہے . اس کی طرف سب سے بہتر سنا دینے والے نے دعوت دی , اور بہترین سننے والے نے اسے سن کر محفوظ کر لیا چنانچہ دعوت دینے والے نے سنا دیا , اور سننے والا بہرہ اندوز ہو گیا .اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے بچایا ہے اور ان کے دلوں میں خوف پیدا کیا ہے . یہاں تک کہ ان کی راتیں جاگتے اور تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرجاتی ہیں اور اس تعب و کلفت کے عوض راحت (دائمی) اور اس پیاس کے بدلہ میں)تسنیم و کوثر سے) سیرابی حاصل کرتے ہیں. انہوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور امیدوں کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا پھریہ دنیا تو فنا اور مشقت تغیر اور عبرت کی جگہ ہے چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ ہے کہ زمانہ اپنی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے تیر خطا نہیں کرتے اور نہ اس کے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا ہے , زندہ پر موت کے تندرست پر بیماری کے , اور محفوظ پر ہلاکت کے تیر چلاتا رہتا ہے . وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے کہ اس کی پیاس بجھتی ہی نہیں اور رنج و تعب کی صورت یہ ہے کہ انسان مال جمع کرتا ہے . لیکن اس میں سے کھانا اسے نصیب نہیں ہوتا. گھر بناتا ہے . مگر اسی میں رہنے نہیں‌پاتا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اٹھا کر لے جاسکتا ہے اوور نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے اور اس کے تغیر کی یہ حالت ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے اور وہ (دیکھتے ہی دیکھتے)اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر رشک کھایا جائے . اور قابل رشک ادمی کو دیکھتے ہو کہ (چند ہی دنوں‌میں (اس کی حالت پر ترش انے لگتا ہے . اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعمت جاتی رہی , اور اس پر فقرہ افلاس ٹوٹ پڑا. اس سے عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے سارے بندھن توڑ دیتی ہے اس طرح یہ امیدیں براتی ہیں اور نہ امیدیں باندھنے والا ہی باقی چھوڑا جاتا ہے . اللہ اکبر! اس دنیا کی مسرت کی فریب کاریاں اوراس کی سیرابی کی تشتہ کامیاں کتنی زیادہ ہیں اور اس کے سایہ میں دھوپ کی شرکت کتنی زیادہ ہیں اور اس کے سایہ میں دھوپ کی شرکت کتنی زیادہ ہے , نہ انے والی موت کو پلٹا یا جا سکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کرا سکتا ہے . سبحان اللہ! زندہ مردوں سے انہی میں مل جانے کی وجہ سے کتنا قریب ہے اور مردہ زندوں سے تمام تعلقات کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر دور ہے , بیشک کوئی بدی سے بدتر شے نہیں سوا اسی کے عذاب کے اور کوئی اچھائی سے اچھی چیز نہیں سوا اسی کے ثواب کے دنیا کی ہر چیز کا سننا اس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے . مگر اخرت کی ہر شئے کا دیکھنا سننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے . تم اسی سننے سے اس کی اصلی حالت کا , جو مشاہدہ میں ائے گی اندازہ اور خبر ہی سُن کر اس غیب کی تصدیق کر لو, تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا کی کمی اور اخرت کا اضافہ عقبیٰ کی کمی اور دنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے . بہت سے گھاٹا اٹھانے والے فائدہ میں برتے ہیں اور بہت سے سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں . جن چیزوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمہارے لیے جائز رکھی ہیں) ان کا دامن ان چیزوں سے کہیں وسیع ہے . جن سے روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں زیادہ ہیں. لہذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ دو, اور تنگنا ئے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں میں ا جاؤ. اس نے تمہارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اور تمہیں اعمال بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے لہذا جس چیز کا ذمہ

Presented by www.ziaraat.com

لیا جا چکا ہے اس کی تلاشو طلب اعمال و فرائض کے بجا لانے سے تمہاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہئے مگر خدا کی قسم ! تمہارا طرز عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہونے لگے. اور ایسا معلوم ہو کہ رزق کا حاصل کرنا تو تم پر فرض ہے اور جو واقعی تمہرا فریضہ ہے یعنی واجبات کا بجا لانا, وہ تم سے ساقط ہے. عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک اجانے سے ڈرو. اس لیے کہ عمر کے پلٹ کرانے کی اس نہیں لگائی جا سکتی. جب کہ رزق کے پلٹنے کی امید ہو سکتی ہے. جو رزق ہاتھ نہیں لگا, کل اس کی زیادتی کی توقع ہو سکتی ہے. اور امید نہیں کہ عمرو کا گزرا ہوا« .کل اج پلٹ ائے گا. امید تو انے والے کی ہو سکتی ہے. اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے اللہ سے ڈرو, جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت ائے , تو تم کو بہر صورت مسلمان ہونا چاہیئے.

خطبہ۱۱۳

طلبِ باراں کے لیے اپ کے دُعائیہ کلمات :.

بار الٰہا! (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اڑ رہی ہے ہمارے چو پائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپالوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز اگئے ہیں. پرورد گارا! چیخنے والی بکریوں اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے اونٹوں پر رحم کر. خدایا! تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ و پکار پر ترس کھا. بار خدایا ! جب کہ قحط سالی کے لاغر اور نڈھال اونٹ ہمارے طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں اکے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں. تو ہی دکھ درد کے ماروں کی اس ہے اور تو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے. جب کہ لوگ بے اس ہو گئے اور بادلوں کا اٹھنا بند ہو گیا اور مویشی بے جان ہو گئے تو ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں نہ دھرلے. اسے اللہ! تو دھواں دار بارشوں والے ابر اور چھاجوں پانی برسانے والی برکھارت اور نظروں میں کھب جانے والے ہریاول سے اپنے دامانِ رحمت کو ہم پر پھیلا دے وہ موسلا دھار اور لگاتار اس طرح برسیں کہ ان سے مری ہوئی چیزیں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہوئی بہاروں کو پلٹا دے. خدایا !ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی , سیراب بنانے والی , اور پا کیزہ و برابرکت اور خوشگوار و شاداب ہو, جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں. شاخیں بار اور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں اور جس سے تو اپنے عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اوپر اٹھائے اور اپنے مردہ شہروں کو زندگی بخش دے اے اللہ! ایسی سیرابی کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ نکلیں اور اس پاس کے اطراف سر سبزو شاداب ہو جائیں اور پھل نکل ائیں اور چو پائے جی اٹھیں اور دور کی زمینیں بھی تر بتر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی اس سے مدد پا سکین. اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں. ہم پر ایسی بارش ہو , جو پانی سے شرابور کر دینے والی , اور موسلا دھار اور لگاتار برسنے والی ہو. اس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندیں بوندوں کو تیزی سے دھکیلیں. (کہ تار بند جائے) اس کی

Presented by www.ziaraat.com

بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو. اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے سے ہوں اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بوندا باندی ہو کروہ جائے (یوں برسا کہ) قحط کے مارے ہوئے اس کی سر سبزوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی اٹھیں , اور تو ہی وہ ہے جو لوگوں کے نا امید ہو جانے کے بعد مینہ برستا ہے , اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے . اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی)صفتوں والا ہے .

سید رضی فرماتے ہیں .

کہ امیر المومنین علیہ السّلام کے اس ارشاد »انصاحت جبالنا کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں انصاح الثوب اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا پھٹ جائے اور انصاح النبت, صاح النبتٰ اور صوح النبت اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور بالکل سوُکھ جائے اور ہامت دوبنا کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں . ھیام کے معنی پیا س کے ہوتے ہیں اور حَدَ اِبِیرَ السِنِینَ میں میں حدا بیر , حد بار کی جمع ہے . جس کے معنی اس اونٹنی کے ہیں جس سفروں نے لاغر اور نڈھال کر دیا ہو. چنانچہ حضرت علیہ السّلام نے قحط زدہ سال کی اسی سفروں کی ماری ہوئی اونٹنی سے تشبیہ دی ہے .

)عرب کے شاعر« (ذوالرّمہ نے کہا ہے :.

یہ لاغر اور کمزور اونٹنیاں ہیں کہ جویا تو بس ہر سختی و صعوبت کو جھیل کر اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں اور پایہ کہ ہم انہیں کسی بے اب و گیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں اور قزع ربا بھا میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے ہیں اور شفا ن نھابھا میں شفاف کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں اور ہلکی ہلکی بوندا باندی کو کہتے ہیں . اس سے مراد یہ ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوہار. اور ذات کی لفظ جس کے معنی »والی ہوتے ہیں اس جگہ خدف فرما دی ہے . اس لیے کہ سننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے .

خطبہ ۲۱۱

اللہ نے اپ کو حق کی طرف بلانے والا اور اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا . چنانچہ اپ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا. نہ اس میں کچھ سستی کی نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا. جس میں نہ کمزوری دکھائی , نہ حیلے بہانے کئے , وہ پرہیز گاروں کے امام اور ہدایت پانے والے (کی انکھوں) کے لیے بصارت ہیں .

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے :.

جو چیزیں تم سے پردہ غیب میں لپیٹ دی گئی ہیں اگر تم بھی انہیں جان لیتے , جس طرح میں جانتا ہوں , تو بلا شبہ تم اپنی بداعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے ہوئے اور اپنے مال و متاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر کسی نگہداشت کرنے والے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے میدانوں میں نکل پڑتے , اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس کی پڑی ہوتی . کسی اور کی طرف متوجہ

Presented by www.ziaraat.com

ہی نہ ہوتا . لیکن جو تمہیں یاد دلایا گیا تھا اسے تم بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا تھا اسے تم بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا تھا ان سے تم نڈر ہو گئے اس طرح تمہارے خیالات بھٹک گئے , اور تمہارے سارے امور درہم برہم ہو گئے . میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے , اور مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو تم سے زیادہ میرے حقدار ہیں خدا کی قسم ! وہ ایسے لوگ ہیں جن کے خیالات مبارک اور عقلیں ٹھوس تھیں . وہ کھل کر حق بات کہنے والے اور سرکشی و بغاوت کو چھوڑنے والے تھے وہ قدم اگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لیے اور سیدھی راہ پر (بے کھٹکے) دوڑے چلے گئے . چنانچہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی اخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پالیا. تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تم پر بنی ثقیقف کا ایک لڑکا تسلط پا لے گا وہ دراز قد ہو گا, اور بل کھا کر چلے گا. وہ تمہارے تمام سبزہ زاروں کو چر جائے گا. اور تمہاری چربی (تک) پگھلا دے گا. ہاں اے ابو دوحہ کچھ اور!

سید رضی فرماتے ہی :.

کہ وذحہ کے معنی خنفسا کے ہیں. اپ نے اپنے ارشاد سے حجاج (ابن یوسف ثقفی) کی طرف اشارہ کیا ہے . اور اس کا خنفسائی سے متعلق ایک واقعہ ہے جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے .

شرح خطبہ

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے یہ حجاج ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا, تو خنفسائی اس کی طرف بڑھا حجاج نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکنا چاہا. مگر اس نے اسے کاٹ لیا. جس سے اس کے ہاتھ پر ورم اگیا اور اخر اس کے اثر سے اس کی موت واقع ہوئی.

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ وذحہ اس گوبر کو کہتے ہیں کہ کسی حیوان کی دم پر لگا رہ گیا ہو, اور اس کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے :.

خطبہ ۱۱۵

جس جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے ا سکی راہ میں تم اسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اس کے لیے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے . تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت و ابرو پائی .لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے اس کا احترام و اکرام نہیں کرتے . جن مکانات میں اگلے لوگ اباد تھے . ان میں اب تم مقیم ہوتے ہو, اور قریب سے قریب تر بھائی گزر جاتے , اور تم رہ جاتے ہو اور اس سے عبرت حاصل کرو .

خطبہ ۱۱۶

تم حق کے قائم کرنے میں(میرے) ناصرو مدد گار ہو) اور دین میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو اور سختیوں میں (میری) سپر ہو , اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے راز دار ہو, تمہاری مدد سے روگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی

Presented by www.ziaraat.com

کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں . ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو. کہ جس میں دھوکا فریب ذرا نہ ہو, اور شک و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو. اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ و مقدم ہوں .

خطبہ ۱۱۷

امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں جہاد پر امادہ کرنا چاہا تو وہ لگو دیر تک چپ رہے , تو اپ ع نے فرمایا , تمہیں کیا ہو گیا ہے . کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ تو ایک گروہ نے کہا کہ اے امیر المومنین علیہ السّلام اگر اپ چلیں , تو ہم بھی اپ کے ہمراہ چلیں گے . جس پر حضرت نے فرمایا :.

تمہیں کیا ہو گیا ہے . تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو . کیا ایسے حالات میں مَیں ہی نکلوں . اس وقت تو تمہارے جوانمردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں پسند کروں اسے جانا چاہیئے میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لشکر, شہر, بیت المال , زمین کے خراج کی فراہمی , مسلمانوں کے مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں اور لشکر لیے ہوئے دوسرے لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں . اور جس طرح خالی ترکش میں بے پیکاں کا تیر ہلتا جلتا ہے جنبش کھاتا رہوں . میں چکی کے اندر کا وہ قطب ہوں کہ جس پر وہ گھومتی ہے جب تک میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہوں اور اگر میں نے اپنا مقام چھوڑ دیا, تو اس کے گھومنے کا درئرہ متزلزل ہو جائے گا. اور اس کا نیچے والا پتھر بھی بے ٹھکانے ہو جائے گا. اور اس کا نیچے والا پتھر بھی بے ٹھکانے ہو جائے گا. خدا کی قسم!یہ بت بُرا مشورہ ہے . قسم بخدا ! اگر دشمن کا مقابلہ کرنے سے مجھے شہادت کی امید نہ ہو جب کہ وہ مقابلہ میرے لیے مقدر ہو چکا ہو, تو میں اپنی سواریوں کی و(سوار ہونے کے لیے) قریب کر لیتا اور تمہیں چھوڑ چھاڑ کر نکل جاتا اور جب تک جنوبی و شمالی ہوائیں چلتی رہتیں , تمہیں کبھی طلب نہ کرتا . تمہارے شمار میں زیادہ ہونے سے کیا فائدہ جب کہ تم ایک دل نہیں ہو پاتے . میں نے تمہیں صحیح راستے پر لگایا ہے کہ جس میں ایسا ہی شخص تباہ و برباد ہو گا جو خود اپنے لیے ہلاکت کا سامان کئے بیٹھا ہو؟ اور جو اس راہ پر جما رہے گا وہ جنت کی طرف , اور جو پھسل جائے گا. وہ دوزخ کی جانب بڑھے گا .

شرح خطبہ

جنگ صفین کے بعد جب معاویہ کی فوجوں نے اپ علیہ السّلام کے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیے تو ان کی روک تھام کے لیے اپ نے عراقیوں سے کہا لیکن انہوں نے ٹالنے کے لیے یہ عذر تراشا کہ اگر اپ فوج فکے ہمراہ چلیں تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں . جس پر حضرت نے یہ خطبہ ارشا د فرمایا , اور اپنی مجبوریوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں , تو مملکت کا نظم و ضبط برقرار نہیں رہ سکتا اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں . مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے . مگر ان لوگوں سے کیا تو توقع کی جا سکتی تھی جنہوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملون کا دروازہ کھول دیا

Presented by www.ziaraat.com

ہو.

....

خطبہ ۱۱۸

خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے, وعدوں کے پورا کرنے اورایتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیت علیہ السّلام (نبوت) کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں. اگاہ ہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اوراسی کی راہیں سیدھی ہیں جو ان پر ہو لیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہرا رہا وہ گمراہ ہو اور (اخر کار) نا دم و پشیمان ہوا. اس دن کے لیے عمل کرو کہ جس کے لیے ذخیرے فراہم کئے جاتے ہیں اور جس میں نیتوں کو جانچا جائے گا. جسے اپنی ہی عقل فائدہ نہ پہنچائے کہ جو اس کے پاس موجود ہے, تو (دوسروں کی) عقلیں کہ جو اس سے دور اور اوجھل ہیں. فائدہ رسانی سے بہت عاجز و قاصر ہوں گی (دوزخ کی اگ سے ڈرو کہ جس کی تپش تیز اور گہرائی بہت زیادہ ہے. اور (جہاں پہننے کو) لوہے کے زیور اور (پینے کو پیپ بھرا لہو ہے. ہاں! جس شخص کا ذکرِ خیر لوگوں میں خدا برقرار رکھے وہ اس کے لیے اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا ایسوں کو وارث بنا یا جاتا ہے جو اس کی سراہتے تک نہیں.

شرح خطبہ

اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اس کا احسان مند ہوتا ہے. لیکن جو مال مجوری سے چھن جائے, تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیر احسان نہیں سمجھتا اور نہ اسے سراہتا ہے یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے کہ اس کے ورثائی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ چھوڑا گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیئے تھا. اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے. لیکن اسی مال سے اگر وہ کوئی اچھا کام کر جاتا, تو دنیا میں اس کا نام بھی رہتا اور دنیا والے اس کی تحسین و افرین بھی کرتے#

خنک کے کہ پس ازدے حدیث خیر کنند   کہ جز حدیث نے مانداز بنی ادم!

خطبہ ۱۱۹

حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھ کر اپ علیہ السّلام کے سامنے ایا اور کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السّلام پہلے تو اپ نے ہمیں تحیکم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا. نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح ہے (یہ سنُ کر) حضرت علیہ السّلام نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا, اور فرمایا جس نے عہدو وفا کو توڑ دیا ہو, اس کی یہی پاداش ہوا کرتی ہے خدا کی قسم! جب میں نے تمہیں تحیکم کے مان لینے کا حکم دیا تھا اگر اسی امر نا گوار (جنگ پر تمہیں ٹہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمہارے لیے بہتری ہی کرتا چنانچہ تم اس پر جمے رہتے. تو تمہیں سیدھی راہ لے چلتا اور اگر ٹیڑے ہوئے ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

تمہیں سیدھا کر دیتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا تدارک کرتا تو بلاشبہ یہ ایک مضبوط طریق کا رہوتا لیکن کسی کی مدد سے ادرکس کے بھروسے پر, میں تم سے اپنا چارہ چاہتا تھا اورتم ہی میرا مرض نکلے. جیسے کانٹے کو کانٹے سے نکالنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا. خدایا اس موذی مرض سے چارہ گر عاجزا گئے ہیں اوراس کنوئیں کی رسیاں کھینچنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا. خدایا اس موذی مرض سے چارہ گر عاجزا گے ہیں اوراس کنوئیں کی رسیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے ہیں اوروہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی , توانہوں نے اسے قبول کر لیا اورقران کوپڑھا, تو اس پر عمل بھی کیا. جہاد کے لیے انہیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف انہوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا, اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابوپالیا. (ان میں سے کچھ مر گئے , کچھ بچ گئے . نہ زندہ رہنے والوں کے مFUدہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر ہوتے ہیں. رونے سے ان کی انکھیں سفید , روزوں سے ان کے پیٹ لاغر, دعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے ان کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنے والوں کی طرف ان کے چہرے خاک الود رہتے تھے. یہ میرے وہ بھائی تھے . جو دنیا سے) گزر گئے . اب ہم حق بجانب ہیں . اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں, اوران کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں . بے شک تمہارے لیے شیطان نے اپنی راہیں اسان کردی ہیں . وہ چاہتا ہے کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اورتم میں یکجائی کے بجائے پھوٹ ڈلوائے تم اس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک سے منہ موڑے رہو, اور نصیحت کی پیش کش کرنے والے کا ہدیہ قبول کرو. اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو .

شرح خطبہ

امیرالمومنین علیہ السّلام کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو اپ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے . مگر جن کی انکھوں میں انسو چہروں پر زردی , زبانوں پر قران نغمہ , دلوں میں ایمانی ولولہ, پیروں میں ثبات و قرار, روح میں عزم و ہمت اور نفس میں صبرو استقامت کا جوہر ہوتا تھا, انہی کو صحیح معنوں میں شیعان علی علیہ السّلام کہا جاتا ہے . اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیرالمومنین علیہ السّلام کے دل کی بے تابیاں اہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں , اور اتش فراق کے لو کے قلب و جگر کو پھونکے دے رہے ہیں . یہ وہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت ی طرف لپکتے تھے , اور بچ رہنے پر انہیں مسرت و شادمانی نہ ہوتی تھی. بلکہ ان کے دل کی اوازیہ ہوتی تھی, کہ

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرازندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی , وہی متبع الِ محمد (علیہ و علیہم الصّلٰوۃ والسلام) , اور شیعہ علی علیہ السلا م کہلا سکتا ہے. ورنہ ایک ایسی لفظ ہوگی , جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو, اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو. چنانچہ روایت میں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں ?قنبر نے کہا کہ یا امیرالمومنین علیہ السّلام یہ اپ بکے شیعہ ہیں . یہ سن کر حضرت کی پیشانی پر بَل ایا

Presented by www.ziaraat.com

اور فرمایا:

کیا وجہ سے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں , اوران میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں اتی. اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے ? تو حضرت نے جواب میں فرمایا:

بھوک سے ان کے پیٹ لاغر, پیاس سے ان کے ہونٹ خشک اور رونے سے ان کی انکھیں بے رونق ہو گئی ہوتی ہیں .

خطبہ ۰۲۱

جب خوارج تحکیم کے نہ ماننے پر اڑ گئے , تو حضرت ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اوران سے فرمایا :.

کیا تم سب کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے ? انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ. ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا تاکہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں . اور لوگوں سے پکار کر کہا: کہ بس اب (اپس میں) بات چیت نہ کرو ,اور خاموشی سے میری بات سنو اور دل سے توجہ کرو, اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مطابق (جوں کی توں) گواہی دے . پھر حضرت نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی.

منجملہ اس کے یہ فرمایا کہ جب ان لوگوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے قران (نیزوں پر) اٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ .

وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ (اسلام کی) دعوت قبول کرنے والے ہیں . اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ اٹھا لیں اور وہ اللہ سبحانہ , کی کتاب پر (سمجھوتہ کے لیے) ٹھہر گئے ہیں . صحیح رائے یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور ن کی گلو خلاصی کی جائے , تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد ہے . اس کی ابتدائ شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی ہے . لہذا تم اپنے رو یہ پر ٹھہرے رہو ,اور اپنی راہ پر مضبوطی سے جمے رہو. اور جہاد کے لیے اپنے دانتوں کو بھیچ لو اور اس چلانے والے کی طرف دھیان نہ کرو اگر اس کی اواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ کرے گا اور اگر اسے یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا (لیکن) جب تحکیم کی صورت انجام پا گئی تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ہی اس پر رضا مندی دینے والے تھے . خدا کی قسم اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھا تو اس صورت میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا چاہیئے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے . میں اس سے الگ نہیں ہوا. ہم (جنگوں میں) رسول کے ساتھ تھے اور قتلہونے والے وہی تھے . جو ایک دوسرے کے باپ , بیٹے , بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے .

لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے , چونکہ ان(ان کی وجہ سے) اس میں گمراہی , کجی , شبہات اور غلط سلط تاویلات داخل ہو گئے ہیں تو جب ہمیں کوئی

Presented by www.ziaraat.com

ایسا ذریعہ نظر ائے کہ جس سے (ممکن ہے) اللہ ہماری پریشانیوں کو دور کر دے , اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے . اس کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہشمند رہیں گے اور کسی دوسری صورت سے جو اس کے خلاف ہو ہاتھ روک لیں گے.

شرح خطبہ ꙮꙮꙮꙮꙮꙮꙮ شرح خطبہ

اے ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مرتبط ہیں . چونکہ علامہ سید رضی حضرت کے خطبوں کا کچھ حصہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلہ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور ربط برقرار نہ رہتا تھا . چنانچہ ایک ٹکڑا ان ترک پر اور دوسرا صبرو اعلی مفض الجراح پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا اخر کلام تک ہے .

اس سے معاویہ یا عمر بن عاص مراد ہے .

خطبہ ۱۲۱

جنک کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں حوصلہ و دلیری محسوس کرے اور اپنے کسی بھائی سے کمزوری کے اثار دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعہ سے جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس سے (دشمنوں کو) اسی طرح دور کرے , جیسے انہیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے . اسی لیے کہ اگر اللہ چاہے تو اسے بھی ویسا ہی کر دے . بیشک موت تیزی سے ڈھونڈھنے والی ہے نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور اور نہ بھاگنے والا اسے عاجز کر سکتا ہے . بلا شبہ قتل ہونا عزت کی موت ہے . اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزار وار کھانا مجھے اسان ہیں .

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم(شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی اوازیں نکال رہے ہو جس طرح سو سماروں کے FUدہان کے وقت ان کے جسموں کے رگڑ کھانے کی اواز ہوتی ہے . نہ تم اپنا حق لیتے ہو اور نہ توہین امیز زیادتیوں کی روک تھام کر سکتے ہو. تمہیں راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے . نجات اس کے لیے ہے . کہ جو اپنے کو جنگ میں جھونک دے اور جو سوچتا ہی رہ جائے اس کے لیے ہلاکت و تباہی ہے .

خطبہ ۲۲۱

اپنے اصحاب کو جنگ پر امادہ کرنے کے لیے فرمایا:

زرہ پوش کو اگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کی انیوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے ان کے رخ پلٹ جاتے ہیں انکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہین اور اوازوں کو بلند نہ کرو کہ اس سے بزدلی دور رہتی ہے اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اسے اکیلا

Presented by www.ziaraat.com

چھوڑو اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو, چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں اور اگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ (اسے) دشمنوں کے ہاتھوں میں سونپ دیں اور نہ اگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں . ہر شخص اپنے مد مقابل سے خود نپٹنے اور دل و جان سے اپنے بھائی کی بھی مدد کرلے اور اپنے حریف کو کسی اور بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے اس پر ٹوٹ پڑیں خدا کی قسم تم اگر دنیا کی تلوار سے بھاگے تو اخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے تم تو عرب کے جوانمرد ار سر بلند لوگ ہو (یاد رکھوکہ (بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رسوائی اور ہمیشہ کے لیے ننگ و عار ہے بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا نہیں لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے اللہ کی طرف جانے والا تو ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا پانی تک پہنچ جائے . جنت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے . اج حالات پرکھ لیے جائیں گے . خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے دو بدو ہر کر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں کو پٹنے کے مشتاق ہوں گے خداوند! اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں تو انکے جتھے کو توڑ دے اور انہیں ایک اواز پر جمع نہ ہونے دے اور ان کے گناہوں کی (پاداش میں انہیں تباہ و برباد کر یہ اپنے موقف (شروفساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تابڑ توڑ نیزوں کے ایسے وارنہ ہوں (کہ جس سے زخموں کے منہ اس طرح کھل جائیں کہ) ہوا کے جھونکے گزر سکیں اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سرون کو شگافتہ کر دیں اور ہڈیوں کے پرخچے اڑادیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے درپے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے) کممک کے لیے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک کہ ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو اخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگاہوں کو پامال کردیں .

سید رضی کہتے ہیں کہ دعق کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے ان کی زمینوں کو روند دیں اور نواحرار ضہم سے مراد وہ زمینین ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں . عرب اگریوں کہیں کہ منازل بنی فلاں تتناحر تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے انے سامنے ہیں .

شرح خطبہ

حضرت نے یہ خطبہ جنگِ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا. یہ جنگِ امیر المومنین علیہ السّلام اور امیر شاہ معاویہ کے درمیان ٣٧ئھ میں خون عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ امیرشام جو حضرت عمر کے عہد سے شام کا خود مختار حکمران چلا ارہا تھا. حضرت ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتل عثمان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا. جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاید ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خونِ عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلین عثمان کا نام نہ لیا. امیر المومنین کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہو گی. تاہم اس پر اتمام حجت کر دنیا ضروری تھا. اس لیے جب ٢١ رجب روز دو شنبہ ٣٦ئھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر وارد کوفہ ہوئے تو جویر ابن عبداللہ بجلی

Presented by www.ziaraat.com

کو خطہ دے کر معاویہ کے پاس ومشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لہذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدم میرے سامنے پیش کرو تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کروں مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمرو ابن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خون عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے س براوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلا دیا کہ حضرت

عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سرپر اوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلا دیا کہ حضرت

عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علی پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرز عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انہیں اپنے دامن میں‌پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون الودہ پیرا ہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں. جس کے گرد ستر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاصِ عثمان کے عہدو پیمان باندھتے تھے جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیئے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرتنے کے لیے امادہ ہو گئے تو خونِ عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و پیکار کے سرو سامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر کامران رخصت کر دیا .

جب امیر المومنین علیہ السّلام کو جریر ابنِ عبداللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو اپ اس کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب پر بوعی کو وادی نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق انے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسی ۸۰ہزار سے متجاوز ہو گئی. حضرت نے پہلے اٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیادہ بن نضر حارثی کی زیر قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیر سر کردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمۃ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہار شنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیئے جب حدود کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور دیر ابو موسلی , نہر نرس قبہ قین. بابل , دیر کعب , کربلا , ساباط , بُہر سیر, ابنار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقام رقہ پر پہنچے. یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہواہ خواہ تھے اور یہیں پر سماک ابن مخرمہ اسدی بن اسد کے اٹھ سو ادمیوں کے ساتھ مقیم تھا. یہ لوگ امیر المومنین علیہ السّلام سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کے لیے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے جب انہوں نے حضرت کی فوج کو دیکھا تو دریا ئے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تاکہ اپ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جا سکے مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور اپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرت اپنے لشکر شمیت گزر گئے. جب دریا کے اس پار اترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے. امیر المومنین علیہ السّلام کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے. جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرت نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انہیں اگے کی جانب روانہ کر دیا. جب یہ فصیل

Presented by www.ziaraat.com

روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابو الاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے. ان دونوں نے امیر المومنین علیہ السّلام کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انہیں تاکید فرما دی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انہیں سمجھانے بجھانے اور حقیقتِ حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں . چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا . جنگ تو ہر وقت شروع کی جا سکتی تھی . مگر انہوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا قدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی . مگر ابو الا عور نے اچانک رات کے وقت ان پر ہلہ بول دیا . جس پر انہوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان کی روک تھام کے لیے امادہ وہ گئے کچھ دیر تک اپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں . اخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا. جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی . صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں ا کھڑے ہوئے . ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کے لیے اترایا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے اخر مالک اشتر نے ابولاعور کو اپنے مقابلہ کے لیے للکارا . مگروہ ان کے مقابلہ میں انے کیجرأت نہ کرسکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر اگے کی طرف بڑھ گیا . دوسرے دن امیر المومنین علیہ السّلام بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہچن گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمرا ہ صفین کے رخ پر چل دیے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لیے تھے اور فرات کے تھاٹ پر پہرہ بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا حضرت نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھا لینے کے لیے کہلوایا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا. جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرت نے بشیر ابن عمرو انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شیث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کے لیے امادہ کریں . مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کس طرح عثمان کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی چنانچہ ذی الحجہ ۳۶ ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے مردان کا رزار اپنے حریف کے مقابلہ کے لیے میدان میں اترائے . حضرت کی طرف سے میدانِ مقابلہ میں انے والے حجر بن عدی کندی, شیث بن ربیع , خالکد بن معمرہ زیاد بن نصر . زیاد بن خصفہ تمیمی , سعید بن قیس, قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمٰن بن خالک مخزجومی , ابو الا عور سلمی حبیب بن مسلمہ فہری , عبداللہ ابن ذی الکلاع حمیری , عبیداللہ بن عمر بن خطاب , شرجیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے. جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی. اور دونوں فریق تلواروں , نیزوں, تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے سامنے صف ارا ہو گئے . حضرت کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشترا اور پیادوں پر معمار بن یاسر اور ہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر جیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے .

Presented by www.ziaraat.com

پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدان دغا میں ائے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کر لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خونریز جنگ شروع ہو گئی . اور دن بھر تواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبرو استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے .

تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نضر سوار و پیادے لے کر نکلے اور ادھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا زیاد نے فوج، مخالف کے سواروں پر اور عمار یا سر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کیے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے .

چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں ائے اور ادھر سے عبید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی .

پانچویں دن عبداللہ بن عباس اگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے ایا. عبداللہ بن عباس نے بڑی پا مردی و جرات سے حملے کئے اور اس طرح جوہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا .

چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذو الکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت دن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر انے لگے . اخر رات کے اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا .:

ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور ظہر تک معرکہ کا رزار گرم رہا.

اٹھویں دن خود امیر المومنین لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا میدان میں زلزلہ اگیا صفوں کو چیرتے اور تیرو سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان اکھڑے ہوئے اور معاویہ کو للکارا جس پر عمرو ابن عاص کر لیے ہوئے کچھ قریب ایا تو اپ نے فرمایا: ابزرالی فاینا قتل صاحبہ فالا مرلہ , تم خود میرے مقابلہ کے لیے نکلو, اور پھر جو اپنے حریف کو مارے و خلافت کو سنبھال لے . جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علی علیہ السّلام بات تو انصاف کی کہتے ہیں. ذرا جرات کرو اور مقابلہ کر دیکھو. معاویہ نے کہا کہ میں تمہارے تاننے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کے لیے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا . حضرت نے اسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ گیا .

امیر المومنین علیہ السّلام نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کئے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے چنانچہ جب اپ میدان میں للکارتے ہوئے نکلتے دشمن کی صفین ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی اپ کے مقابلہ میں انے سے ہچکچانے لگتے . اسی لیے حضرت بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں ائے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دو بدو ہو کر لڑنے کے لیے تیار ہو جائے . چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں ادھر سے غراز ابن ادہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا. چنانچہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور

Presented by www.ziaraat.com

جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیڑوالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سینہ کے اندر اتر گئی . لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلندی کیا . معاویہ اس اواز پر چونکا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ غراز مارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غراز کا بدلہ لے جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شمشیر زن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں للکارا , عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے اتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرت کے پاس اجازت طلب کرنے لیے ائے .

حضرت نے انہیں روک کر ان کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہر کر میدان میں ا گئے . لخمی اپ کے عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ کیا اپنے امیر سے اجازت لے ائے ہو. حضرت نے جواب میں اس ایت کی تلاوت فرمائی۔(ترجمہ) جن (مسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انہیں بھی جنگ کی اجازت ہے کیونکہ ان پر ظلم ہورہا ہے اور اللہ ان کی حدود پر یقینا قادر ہے .

اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور اپ پر حمل کیا مگر اپ نے اس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے لوگوں نے یہ سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اس کا گھوڑا اچھلا تو اس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے . اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا پھر حضرت نے دوسروں کو مقابلہ کے لیے للکارا مگر دشمن تلوار کے وارے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنین ہیں اس لیے کسی نے سامنے انے کی جراَت نہ کی .

نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیر کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المومنین رونقِ افزا تھے اور ادھر سے جیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کررہا تھا . جب دونوں صفین ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رن پر رَن پڑنے لگا. حضرت کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کررہا تھا . چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو رکر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اتھا لیتا. پہلے کریب ابن شریح نے علم سپاہ بلند کیا ان کے شہید ہونے پر شرجیل ابن شریح نے پھر مرثدابن شریح نے پھر ہیبرہ ابن شریح نے پھر ندیم ابن شریح نے ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھا لیا. اج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو ادمی رہ گئے . امیر المومنین علیہ السّلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا . ذرا انہیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جارہے ہو. اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکے ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضرور تھا اس لیے حضرت میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیر کر اگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرت سے کہا کہ خدا مجھے مارے اگر میں اج اپ کو قتل نہ کروں یہ سن کر حضرت کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا . حضرت نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامنِ زرہ سے پکڑ لیا اور اونچا لے جا کر اس طرح زمین پر ٹپکا کہ اس کے جوڑ بند الگ ہو گئے اور امام حسن علیہ السّلام اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے

Presented by www.ziaraat.com

دالبوار میں پہنچا دیا ۔ ادھر مالک اشتر کے للکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ دشمن کو دھکیلتے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں عبداللہ ابن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے تھے جب انہوں نے اپنے ادمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپلے مالک اشتر نے انہیں روکنا چاہا. مگر وہ نہ رکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے ۔ معاویہ نے جب انہیں بڑھتے دیکھا تو ان پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے اپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں نے ہجوم کر کے اپ کو شہید کر دیا ۔ مالک اشتر نے دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بن مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا ۔

ادھر میدان کا رزار میں عمار ابن یاسر ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھ ا. حضرت معار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے اپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا. معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں ۔ مگر اپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے اخر ابو عادیہ مری نے اپ پر نیزہ لگایا جس سے اپ سنبھل نہ سکے اور ابن جون نے اگے بڑھ کر اپ کو شہید کر دیا. عمار یاسر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی کیونکہ ان کے متعلق پیغمبر کا ارشاد تقتل عمار انفئتہ الباغیتہ : عمار ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے وہ سن چکے تھے.چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں جس پر عمرو نے یہ کہا تھا کہ اخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے مگر جب وہ امیر المومنین علیہ السّلام کی طرف جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علی ہیں ۔ چونکہ وہی انہیں مدیان جنگ میں لانے والے ہیں ۔ امیر المومنین علیہ السّلام نے یہ صر فریب حملہ سنا تو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ تھے جو نہیں میدان احد میں‌لائے تھے ۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عتبہ بھی کام ا گئے جو حارث ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علمِ لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا ۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرت نے قبیلہ ہمدان اور ربعیہ کے جوانمردوں سے کہا کہ تم میرے لیے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو. اٹھو اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچا ؤ. چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد ازما شمشیر بکف اٹھ کھڑ ہوئے علم لکشر حصین ابن منذر نے اٹھا لیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے ۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے ۔ مگر ان شمشیرزنوں کے حملے کس طرح رکنے میں نہ اتے تھے یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے ۔ اور وہ دہشت انگیز و

Presented by www.ziaraat.com

بلاخیزرات شروع ہونی جسے تاریخ میں »لیلتہ الریر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ , گھوڑوں کی ٹاپوں کی اواز اور شامیوں کی چیخ پکار کی وجہ سے کان پڑی اواز سنائی نہ دیتی تھی . امیر المومنین علیہ السّلام کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھی . اور دوسرے طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی . تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھی . صرف تواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پشتے لگتے رہے . یہاں تک کہ صبح ہونے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی . دسویں دن امیر المومنین کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے . میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کیے جا رہے تھے . شامیوں پر شکست کے اثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھور کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کپ پانچ سو ۵۰۰ قران نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا . چلتی ہوئی تواریں رک گئیں. فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کے لیے راستہ ہموار ہو گیا . اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے .

کتاب صفین (نصر ابن مزاحم المنقری المتوفی ۲۱۲ ئ ئھ) تاریخ طبری (

خطبہ ۱۲۳

تحکیم کے بارے میں فرمایا :.

ہم نے ادمیوں کو نہیں بلکہ قران کو حکم قرار دیا تھا چونکہ یہ قران دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی . اس لیے ضرورت تھے کہ اس کے لیے کوئی ترجمان ہو اور وہ ادمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں . جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قران کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے . جب کہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لیے) اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو. اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں . چنانچہ اگر کتابِ خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حق دار ہوں گے . اور اگر سنتِ رسول کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے اب رہا تمہارا یہ قول کہ اپ نے تحکیم کے لیے اپنے اور ان کے درمیان مہلت کیوں رکھی. تو یہ میں نے اس لیے کیا کہ (اس عرصہ میں) نہ جاننے والا تحقیق کر لے اور جاننے والا اپنے مسلک پرجم جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے اس امت کے حالات درست کر دے اور وہ (بیغبری میں) گلا گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے پہلے جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی کے پیچھے لگ جائے بلا شبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو حق پر عمل پیرا رہے چاہے وہ اس کے لیے باعث نقصان و مضرت ہو اور باطل کی طرف رخ نہ کرے چاہے وہ اس کے کچھ فائدہ کا باعث ہورہا ہو تمہیں تو بھٹکایا جا رہا ہے . اخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو. تم اس قوم کی طرف بڑھنے

Presented by www.ziaraat.com

کے لیے مستعد و امادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے منہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیئے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر انا نہیں چاہتے. یہ لوگ کتاب خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں. لیکن تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پر بھروسہ کیا جائے اور نہ عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے تم (دشمن کے لیے) جنگ کی اگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو تم پر افسوس ہے کہ مجھے تم سے کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں. میں کسی دن تم سے (جنگ کی)راز دارنہ باتیں کرتا ہوں, مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جوانمرد اور نہ راز کی باتوں کے لیے قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو.

خطبہ ۱۲۴

جب مال کی تقسیم میں اپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑا اٹھے تو اپ نے ارشاد فرمایا.

کیا تم مجھ پریہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کو حاکم کا حاکم ہوں ان پر ظلم و زیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل کروں تو خدا کی قسم جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا. اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے ہیں اس چیز کے قریب بھی نہیں نہیں بھٹکوں گا. اگرچہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا. چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے. دیکھو بغیر کسی حق کے دودودہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کردیتی ہے لیکن اخریت میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی. مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نا اہل افراد کو دے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گا اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں (یعنی فقرو تنگدستی اسے گھیر لے) اور ان کی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کے لیے بہت ہی بُرے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے.

خطبہ ۱۲۵

خوارج کے متعلق فرمایا :.

اگر تم اس خیال سے باز انے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں, تو میری گمراہی کی وجہ سے امت محمد کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی پاداش انہیں کیوں دیتے ہو, اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو ,تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پر وار کئے جا رہے ہو. اور بیخطاؤں کو خطا کاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو, حالانکہ جانتے ہو کہ رسول نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ میں اس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اسکی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی چور کے ہاتھ کاٹے اور فرمائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مالی غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انہوں نے (مسلمان ہونے کی حیثیت سے)

Presented by www.ziaraat.com

مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کئے. اس طرح رسول اللہ نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جوان کے بارے میں اللہ کا حق (حد شرعی)تھا اسے جاری کیا, مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کئے. اس کے بعد (ان شرانگیزیوںمعنی یہ ہیں کہ)تم ہو ہی شر پسند اوروہ کہ جنہیں شیطان نے اپنی مقصد براری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے (یاد رکھو کہ) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے, ایک حد سے زیادہ چاہنے والے جنہیں (محبت کی افراط) غلطِ راستے پر لگادے گی, اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنہیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا. میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ .چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز اجا جاؤ اس لیے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے. جس طرح گلے سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیئے کو مل جاتی ہے. خبر دار! جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے, اسے قبل کردو, اگرچہ وہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی میں خود کیوں نہ ہوں) اوروہ دونوں حکم (ابو موسیٰ و عمرو ابن عاص) تو صرف اس لیے ثالث مقرر کئے گئے تھے کہ وہ انھی چیزوں کوزندہ کریں. جنہیں قران نے زندہ کیا ہے اور انھی چیزوں کو نیست و نابود کریں جنہیں قران نے نیست و نابود کیا ہے کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یک جہتی کے ساتھ متحد ہوا جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے اب اگر قران ہمیں ان لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انہیں ہماری طرف لائے تو پھر انہیں ہمارا تباع کرنا چاہئے تمہارا بُرا ہ میں نے کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمہیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی ہے تمہاری جماعت ہی کی یہ رائے قرارپائی تھی کہ دو ادمی چن لیے جائیں جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قران سے تجاوز نہ کریں گے. لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قران سے مہک گئے اورحق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات لبے راہ روی کے مقتضی ہوئے. چنانچہ وہ اس روشن پر چل پڑے (حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کر لی تھی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اورحق کا مقصد پیش نظر رکھنے میں بد نیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے (اگر ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لیے قابل تسلیم نہ ہو گا (

خطبہ ۱۲۶

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونے والے ہنگاموں کا تذکرہ ہے. اے اخف! میں اس شخص کو اپنی انکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گردو غبار ہے نہ شرو غوغا, نہ لگاموں کی کھڑ کھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی اوازوہ لوگ زمین کو اپنے ؤیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں. روند رہے ہوں گے.

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے حبشیوں کے سردار کی طرف اشارہ کیا ہے. پھر اپ نے فرمایا: ان لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا. اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا تمہاری ان اباد گلیوں اور سجے سجائے

Presented by www.ziaraat.com

مکانوں کے لیے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں . میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اوراس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں .

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے :. میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو غریز رکھتے ہیں اوروہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہو گی . یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اوپر سے ہوکر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے ایسر ہونے والوں سے کم ہوں گے .

)اس موقع پر) اپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا . عرض کیا کہ یا امیرا لمومنین علیہ السّلام اپ کوتو علم غیب حاصل ہے . جس پر اپ ہنسے اور فرمایا اسے برادر کلبی ! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم) رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں .علم غیب تو قیامت کی گھڑی اوران چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ , نے اِنَّ اللہ عِندَہ عِلمُ السَّا عَتِہ عالی ایت میں شمار کیا ہے . چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے . نر ہے یا مادہ , بد صورت ہے یا خوبصورت سخی ہے یا بخیل بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہو گا. اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا. یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا . رہا دوری چیزوں کا علم تووہ اللہ نے اپنے نبی کو دیا اور نبی نے مجھے بتایا اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھےّ اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں .

شرح خطبہ

علی ابن محمدرسے کے مضافات میں ورزئین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا. خوارج کے فرقہ زارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مُدّعی بنتا تھا . مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اوراس کے باپ کا نام محمد احمد کے بجائے محمد ابنِ ابراہیم تحریری کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولّد ہوا تھا .

علی ابن محمد رے کے مضافات میں ورزئین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا. خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مُدعی بنتا تھا. مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اوراس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہواتھا.

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور ازادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور۱۷ شوال ۲۵۷ئ ھ میں مار دھاڑ کر تا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھی عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتاردیا اور ظلم و سفا کی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی ,مکانوں کو مسمار کر دیا اور مسجدوں میں اگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰

Presented by www.ziaraat.com

ئھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی.

امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی ان پیشنگوئیوں میں سے ہے جو اپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں . چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی اواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑا نے کی صدا ہو گی . ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے . جیسا کہ مُورخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اسے پیش کیا . مگر تلاش کے باوجود اس کے لیے لگام نہ مل سکی اخر ایک رسی کی لگام دے کر اس پر سوار ہوا. اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اس کے پاس اور ایک علی ابن مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعدمیں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا .

امیر المومنین کی پیشین گوئی تا تاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمالی مشرق کی جانب صحرائے منگو لیا کے رہنے والے تھے . ان تین و حشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گزرتی تھی اور اپس میں لڑتے بھڑتے اور گردو نواح پر حملے کرتے رہتے تھے . ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا. چنگیز خان جو انہی تاتاری قبائل کے کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرات مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لیے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسن تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا . اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے ۶۰۶ ئھ میں سیلاب کی طرح امنڈ اور شہروں کو غرق اور ابادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا .

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تا تاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لیے اتے جاتے رہیں گے . ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا جائے . چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے اتے جاتے رہے . مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر ان کا مال لوٹ لیا اور انہیں وائی اترار کے ذریعہ قتل کروا دیا .چنگیز خان کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اس کی انکھوں سے شرارلے برسنے لگے . غصہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤ الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والی اترار کو اس کے حوالے کرے, مگر علاؤ الدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدہوش تھا اس نے کوئی پروانہ کی اور ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خان کے ایلچی کو بھی مروا دیا اب چنگیز خان میں تابِ ضبط نہ رہی . اس کی انکھوں میں خون اتر ایا . شمشیر بکف اٹھ کھڑا ہو اور تاتاری جنگجو باورفتار گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے . علاؤلدین بھی چار لاکھ نبرد ازماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑ توڑ حملوں کو نہ روک سیا. اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہو کر جیحون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا .

تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجاد ی. مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھونک کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور بلا

Presented by www.ziaraat.com

امتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اگلے سال سمر قند پر یورش کی اور اسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا .:

علاؤ الدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا مگروہ دس برس تک ادھر سے ادھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور اخر دریا کو عبور کر کے اپنی مدد سلطنت سے باہر نکل گیا اس اثنا میں تاتاریوں نے اباد زمینوں کو ویران اور نسلِ انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا نہ کوئی شہر ان کی غارت گویں سے بچ سکا اور نہ کوئی ابادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی جدھر کا رخ کیا مملکتوں کو تہ و بالا کر دیا . حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیا کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا .

جب ۶۲۲ ئھ میں چنگیز خان کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خاں تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ ئھ میں جلال الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور اسے قتل کر دیا. اس کے بعد چنگیز خاں کے دوسرے لڑکے کے تولی خان کا بیٹا منکو خاں تخت حکومت پر بیٹھا, منکو خاں کے بعد قوبیلائی خان مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا. اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلا کو خاں کے حصہ میں ایا. جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراساں کے حقیوں نے شافیوں کی ضد میں اکر اسے خراساں پر حملہ کرنے کی دعوت دی . چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے . مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے ایا اسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر ابادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لیے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا .چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ ئھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی معتصم باللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب بلا کو روکنا ان کے بس میں نہ تھا. چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورا کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون اشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے . گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہادیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں ادمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوؤں اور تہ خانوں میں چھپ کر ان کی انکھوں سے اوجھل رہ سکے . یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرانہ نہ سکا .:

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتلِ عام اور محلہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہور کر نصیر الدین طوسی و زیر ہلاکو خان کو وساطت سے اسے بغداد پر حملہ اور ہونے کی دعوت دی. اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پرحملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ کر چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار دیا تو اس نے چنگیز خان کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لیے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یک جہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لیے ہلاکو خان کو بلا وا بھیجا تھا جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا

Presented by www.ziaraat.com

اور بغداد کی طرف پیشقدمی کرنے کے لیے انہیں راستہ مل گیا. ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقی کو ٹھہرانا اور الناصرلدین اللہ کیتحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے. جب کہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے. چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ اور ہو ورنہ محض ایک شخص کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر یلغار کرتا ہو پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی .:

ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی مر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے انبیائ و اولیائ کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے اگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ ہے. البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے.

وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا, مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے.

یونہی امیر المومنین علیہ السّلام کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسول و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لیے اپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انہیں پردہ خفائ میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی اگاہ نہیں ہو سکتا ,جیسا کہ قدرت کاارشاد ہے.

بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سر زمین پر مرے گا. بیشک اللہ (ان چیزوں سے) اگاہ اور باخبر ہے.

خطبہ ۱۲۶

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونے والے ہنگاموں کا تذکرہ ہے. اے اخف! میں اس شخص کو اپنی انکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گردو غبار ہے نہ شرو غوغا, نہ لگاموں کی کھڑ کھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی اواز وہ لوگ زمین کو اپنے ؤیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں. روند رہے ہوں گے.

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے حبشیوں کے سردار کی طرف اشارہ کیا ہے. پھر اپ نے فرمایا: ان لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا. اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا تمہاری ان اباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کے لیے تباہی ہے کہ جن کے چیجے گدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں. میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں.

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے .: میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں

Presented by www.ziaraat.com

کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہو گی . یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے او پر سے ہو کر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے ایسر ہونے والوں سے کم ہوں گے .

)اس موقع پر) اپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا . عرض کیا کہ یا امیرا لمومنین علیہ السّلام اپ کو تو علم غیب حاصل ہے . جس پر اپ ہنسے اور فرمایا اسے برادر کلبی ! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم) رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں .علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ , نے اِنَّ اللہَ عِندَہ عِلمُ السَّا عَۃِ عالی ایت میں شمار کیا ہے . چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے . نر ہے یا مادہ , بد صورت ہے یا خوبصورت سخی ہے یا بخیل بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہو گا. اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا. یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا . رہا دوری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبی کو دیا اور نبی نے مجھے بتایا اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں .

شرح خطبہ

علی ابن محمدرسے کے مضافات میں ورزئین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا. خوارج کے فرقہ زارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مُدّعی بنتا تھا . مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد احمد کے بجائے محمد ابنِ ابراہیم تحریری کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولّد ہوا تھا .

علی ابن محمد رے کے مضافات میں ورزئین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا. خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مُدعی بنتا تھا. مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا.

علی ابن محمد نے ۲۵۵ئھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور ازادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ شوال ۲۵۷ئ ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھی عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتاردیا اور ظلم و سفا کی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی ,مکانوں کو مسمار کر دیا اور مسجدوں میں اگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰ ئھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی.

امیرالمومنین کی یہ پیشین گوئی ان پیشنگوئیوں میں سے ہے جو اپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں . چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی اواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہو گی . ایک

Presented by www.ziaraat.com

تاریخی حیثیت رکھتی ہے. جیسا کہ مُورخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اسے پیش کیا. مگر تلاش کے باوجود اس کے لیے لگام نہ مل سکی اخر ایک رسی کی لگام دے کر اس پر سوار ہوا. اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اس کے پاس اور ایک علی ابن مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا.

امیر المومنین کی پیشین گوئی تا تاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمالی مشرق کی جانب صحرائے منگو لیا کے رہنے والے تھے. ان تین و حشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گزرتی تھی اور اپس میں لڑتے بھڑتے اور گردو نواح پر حملے کرتے رہتے تھے. ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا. چنگیز خان جو انہی تاتاری قبائل کے کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرآت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لیے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسن تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا. اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے ۶۰۶ ئھ میں سیلاب کی طرح امنڈ اور شہروں کو غرق اور ابادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا.

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تا تاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لیے اتے جاتے رہیں گے. ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا جائے. چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے اتے جاتے رہے. مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر ان کا مال لوٹ لیا اور انہیں وائی اترار کے ذریعہ قتل کروا دیا .چنگیز خان کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اس کی انکھوں سے شرارلے برسنے لگے. غصہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤ الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والی اترار کو اس کے حوالے کرے, مگر علاؤ الدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدہوش تھا اس نے کوئی پروانہ کی اور نا عاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خان کے ایلچی کو بھی مروا دیا اب چنگیز خان میں تابِ ضبط نہ رہی. اس کی انکھوں میں خون اتر ایا. شمشیر بکف اٹھ کھڑا ہو اور تاتاری جنگجو باورفتار گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے. علاؤلدین بھی چار لاکھ نبرد ازماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑ توڑ حملوں کو نہ روک سیا. اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہو کر جیحون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا.

تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجاد ی. مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھونک کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور بلا امتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اگلے سال سمر قند پر یورش کی اور اسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا .:

علاؤ الدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا مگر وہ دس برس تک ادھر سے ادھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور اخر دریا کو عبور کر کے اپنی مدد سلطنت

Presented by www.ziaraat.com

سے باہر نکل گیا اس اثنا میں تاتاریوں نے اباد زمینوں کو ویران اور نسلِ انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا نہ کوئی شہر ان کی غارت گویں سے بچ سکا اور نہ کوئی ابادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی جدھر کا رخ کیا مملکتوں کو تہ و بالا کر دیا . حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیا کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا .

جب ۲۲٦ ئھ میں چنگیزخان کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خاں تخت نشین ہوا جس نے ۸۲٦ ئھ میں جلال الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور اسے قتل کر دیا. اس کے بعد چنگیز خاں کے دوسرے لڑکے کے تولی خان کا بیٹا منکو خاں تخت حکومت پر بیٹھا, منکو خاں کے بعد قوبیلائی خان مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا. اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلا کو خاں کے حصہ میں ایا. جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراساں کے حقیوں نے شافیوں کی ضد میں اکر اسے خراساں پر حملہ کرنے کی دعوت دی . چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے . مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے ایا اسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر ابادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لیے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا .چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ٦٥٦ ئھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی معتصم باللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب بلا کو روکنا ان کے بس میں نہ تھا. چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورا کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون اشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے . گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہادیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں ادمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوؤں اور تہ خانوں میں چھِپ کر ان کی انکھوں سے اوجھل رہ سکے . یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرانہ نہ سکا .:

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتلِ عام اور محلہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہور کر نصیر الدین طوسی وزیر ہلاکو خان کو وساطت سے اسے بغداد پر حملہ اور ہونے کی دعوت دی. اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ کر چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار دیا تو اس نے چنگیز خان کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لیے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یک جہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لیے ہلاکو خان کو بلا وا بھیجا تھا جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیشقدمی کرنے کے لیے انہیں راستہ مل گیا. ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقی کو ٹھہرانا اور الناصرلدین اللہ کیتحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے . جب کہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے . چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا

Presented by www.ziaraat.com

حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ اور ہو ورنہ محض ایک شخص کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر یلغار کرتا ہو پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی .:
ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی مر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے انبیائ و اولیائ کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے اگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ ہے . البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے .

وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا, مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے .
یونہی امیر المومنین علیہ السّلام کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسول و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لیے اپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انہیں پردہ خفائ میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی اگاہ نہیں ہو سکتا ,جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے .
بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا. بیشک اللہ (ان چیزوں سے) اگاہ اور باخبر ہے .

خطبہ ۸۲۱
جس میں اپ نے پیمانوں اور ترازؤں کا ذکر فرمایا ہے.
اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرضدار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں . بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جارہے ہیں تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور برائی اگے بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے . چنانچہ یہی وہ وقت ہے کہ اس کے (ہتھکنڈوں) کا سروسامان مضبوط ہو چکا ہے . اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار اسانی سے پھنس رہے ہیں , جدھر چاہو لگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم یہی دیکھو گے کہایک طرف کوئی فقیر فقرو فاقہ بھیل رہا ہے اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت سے بدل رہا ہے اور کئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے اور کوئی سرکش پندو نصیحت سے کان بند کئے پڑا ہے . کہاں ہیں تمہارے نیک اور صالح افرد اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ اور کریم النفس لوگ. کہاں ہیں کاروبار میں (دغا وفریب سے) بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں پاک و پاکیزہ رہنے والے ? کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا کر کے کرکرا کرنے والی تیز رو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان کے بعد ایسے رذیل اور ادنیٰ لوگوں

Presented by www.ziaraat.com

میں نہیں رہ گئے کہ جن کے مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے ذکر سے پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا گوارا نہیں کرتے . اِنّاَ اللہِ وَاِنَّا اِلیہِ رَاجِعُونَ فسا دابھرایا ہے بُرائی کا وہ دور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی اثار نہیں اور نہ کوئی روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی بازرہے . کیا انہی کرتوتوں سے جنت میں اللہ کے پڑوس میں بسنے اور اس کا گھرا دوست بننے کا ارادہ ہے , ارے توبہ اللہ کو دھوکا دے کر اس سے جنت نہیں لی جا سکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اس کی رضا مندیاں حاصل نہیں ہو سکتیں . خدا ان لگوں پر لعنت کرے کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں اور دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور خود ان پر عمل کرتے رہیں .

خطبہ ۱۳۰

جب حضرت ابو ذر کو ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو ان سے خطاب کر کے فرمایا :.

اے ابو ذر! تم اللہ کے لیے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے امید بھی رکھو ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمہیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہذا جس چیز کے لیے انہیں تم سے کھٹکا ہے وہ انہیں کے ہاتھ میں چھوڑو اور جس شے کےلیے تمہیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے جھاگ نکلو. جس چیز سے تم انہیں محروم کر کے جارہے ہو. کاش کہ وہ سمجھتے کہ وہ اس کے کتنے حاجتمند ہیں اور جس چیز کو انہوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لو گے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں , اگر یہ اسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے زمین و اسمان کی راہیں کھول دے گا تمہیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہئے اور صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہئے . اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تمہیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لیے مقرر کر ا لیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے .

شرح خطبہ

ابو ذر غفاری کا نام جندب ابن خبادہ تھا .ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اذیتوں پہنچائیں . مگر اپ کے ثباتِ قدم میں لغزش نہ ائی . اسلام لانے والوں میں اپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقت اسلامی کے ساتھ اپ کے زہدو اتقائ کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ ابو ذرمی امتی شبیہ عیسیٰ ابن مریم نی زہدہ و درعہ میری امت میں ابو ذر زہدو ورع میں عیسیٰ ابن مریم کی مثال ہیں .

اپ حضرت عمر کے دور حکومت میں شام چلے گئے اور حجرت عثامن کے زمانہ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے .زندگی کے شب و روز ہدایت و تبلیغ کے فرائض سر انجام دیتے . اہل بیت رسول کی عظمت سے روشنا س کرنے اور جادئہ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے تھے . چنانچہ شام اور حبل عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں . وہ اپ ہی کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ اور اپ ہی کے بوئے ہوئے بیج کے برگ و بار ہیں امیر شام معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی چنانچہ وہ ان کے کھلم کھللا لے دے

Presented by www.ziaraat.com

کرنے اور حضرت عثمان کی زر اندوزی و بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے مگر کچھ بنائے بنتی تھی اخر اس نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اوریہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دیں گے . لہذا اس کا انسداد ہونا چاہئے جس پر انہوں نے لکھا کہ ابو ذر کو شتر بے پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا . جب اپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی . مسلمانوں کو پیغمبر کا عہد یاد دلاتے . کسر دی و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے . جس پر حضرت عثمان جُزیز ہوتے . ان کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے چنانچہ ایک دن انہیں بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبر نے فرمایا تھا کہ :. جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے شہروں کو اپنی جاگیر اور اس کے بندوں کو اپنا غلام اور اس کے دین کو فریب کاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے .

اپ نے کہا کہ بیشک میں نے پیغمبر اسلام کو یہ فرماتے سنا تھا . عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے . سب نے نفی میںجواب دیا . جس پر حضرت ابو ذر نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السّلام علی ابن ابی طالب سے دریافت کیا جائے . چنانچہ اپ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو اپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے اور ابو ذر سچ کہتے ہیں . عثمان نے کہا کہ اپ کس بنا پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں . حضرت نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر کو فرماتے سنا ہے کہ :.

«کسی بولنے والے پر اسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اسے نہیں اٹھایا جو ابو ذر سے زیادہ راست گو ہو .

اب حضرت عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبر کی تکذیب لازم اتی تھی . پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے . ادھر حضرت ابو ذر نے سرمایہ پرستی کے خلاف کُھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس ایت کی تلاوت فرماتے .

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو درد ناک عذاب کی خوشخبری سنادو جس دن کہ ان کا جمع کیا ہوا سونا چاندی دوزخ کی اگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں , پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے کہ یہ وہی ہے جسے تم نے اپنے لیے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب اس ذخیرہ اندوزی کا مزا چکھو .

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اس طائر ازاد کو سنہرے جال میں نہ جکڑ سکے . تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر ان کی زبان حق ترجمان کو بند نہ کر سکے اخر انہیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسول کے فرزند مردان کو اس پر ماموركیا کہ وہ انہیں مدینہ سے باہر نکا ل دے اور اس کے ساتھ یہ قربانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی ان سے کلام نہ کرے اور نہ انہیں الوداع کہے , مگر امیرا لمومنین علیہ السّلام , امام حسن علیہ السّلام , امام حسین علیہ السّلام عقیل , عبداللہ , ابن جعفر اور عماریا سر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے اور اسی رخصت کے موقعہ پر حضرت نے ان سے یہ کلمات فرمائے .

Presented by www.ziaraat.com

زبذہ میں حضرت ابو ذر کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں کٹی . یہیں پر اپ کے فرزند ذر اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارا کرنے کے لیے پال رکھی تھیں . وہ بھی ہلاک ہو گئیں . اولاد میں صرف ایک دختر رہ گئی جو فاقوں اور دکھوں میں برابر کی شریک تھی . جب سرو سامان زندگی ناپید ہو گئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو اس نے حضرت ابو ذر سے عرض کیا کہ بابا یہ زندگی کے دن کس طرح کٹیں گے کہیں انا جانا چاہئے اور رزق کی تلاش کرنا چاہئے . جس پر حضرت ابو ذر اسے ہمراہ لے کر صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے مگر گھا س پات بھی میسر نہ اسکا . اخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریب جمع کر کے اس کا ڈھیر بنایا اور اس پر وسر رکھ کر لیٹ گئے اسی عالم میں سانسیں اکھڑ گئیں پتلیاں او پر چڑھ گئیں نزع کی حالت طاری ہو گئی . جب دختر ابو ذر نے یہ حالت دیکھی تو سراسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ بابا اگر اپ نے اس لق و دق صحرا میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گا. اپ نے فرمایا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں پیغمبر اکرم مجھ سے فرما گئے تھے کہ اے ابو ذر تم عالم غربت میں مرو گے اور کچھ عراقی گزرے تو اس سے کہنا کہ پیغمبر کے صحابی ابو ذر نے انتقال کیا ہے . چنانچہ ان کی رحلت کے بعد وہ سر راہ جا کر بیٹھ گئی .کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزنی , احنف ابن قیس تمیمی صعصعہ ابن صومان عبدی , اسود ابنِ قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے . جب انہوں نے حضرتے ابو ذر کے انتقال کی خبر سنی تو اس بیکسی کی موت پر تڑپ اٹھے . سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کے لیے سفر ملتوی کر دیا. مالک اشتر نے ایک حلہ کفن کے لیے دیا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور تجہیزو تکفین کے فرائض سر انجام دے کر رخصت ہوئے . یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ ئھ کا ہے .

خطبہ ۱۳۱)الف(

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو کہ جن کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں میں تمہیں نرمی و شفقت سے حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک اٹھتے ہو جس طرح شیر کے ڈکار سے بھیڑ بکریاں , کتنا دشوار ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے عدل کو ظاہر کروں یا حق میں پدیا کی ہوئی کجیوں کو سیدھا کروں . بارالٰہا تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لیے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی بلکہ یہ اس لیے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو(پھر ان کی جگہ پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تاکہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے . اے اللہ ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہ کے علاوہ کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی .

)اے لوگ!) یہ معلوم ہے کہ ناموس , خون , مال غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو. کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ

Presented by www.ziaraat.com

سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ و ہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گاا ور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباو برباد کر دے گا .

....

خطبہ)١٣٠ ب(

وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن ازمائشوں میں ڈالے) سب پر) ہم اس کی حمدو ثنا کرتے ہیں وہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے اگاہ , اور ہر پوشیدہ شئے پر حاضر و ناظر ہے وہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور انکھوں کی چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے , ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے برگزیدہ (بندے) اور فرستادہ (رسول) ہیں . ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں .

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے . خدا کی قسم و ہ چیز جوسرا سر حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سرتاپا حق ہے جھوٹ نہیں وہ صرف موت ہے اس کے پکارنے والے نے اپنی اواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے یہ (زندہ) لوگوں کی کثرت تمہارے نفس کو دھوکانہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ) تم ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے . جنہوں نے مال و دولت کو سمیٹا تھا . جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت کی دوری کا (فریب کھا کر) نتائج سے بے خوف بن چکے تھے . دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت ان پر ٹو#ٹ پڑی کہ انہیں وطن سے نکال باہر کیا اور ان کی جائے امن سے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں) کے سہارے) سے روکے ہوئے تھے کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے . جنہوں نے مضبوط محل بنائے تھے اورڈھیروں مال جمع کیا تھا . کس طرح ان کے گھر قبروں میں بدل گئے اور جمع شدہ پونجی تباہ ہو گئی اور ان کا مال و ارثوں کا ہو گیا. اور ان کی بیوایں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں (اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی موقعہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کر کے) اللہ کی رضا مندیاں حاصل کر لیں جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنا لیا وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا. تقویٰ حاصل کرنے کا موقعہ غنیمت سمجھو اور جنت کے لیے جو عمل ہونا چاہئے اسے انجام دو. کیونکہ دنیا تمہاری قیام گاہ نہیں بنائی گئی . بلکہ یہ تو تمہارے لیے گزر گاہ ہے تاکہ تم اس سے اپنی مستقل قیام گاہ کے لیے زاد اکٹھا کر سکو. اس دنیا سے چل نکلنے کے لیے امادہ رہو ,اور کوچ کے لیے سواریاں اپنے سے قریب کر لو(کہ وقت انے پر باسانی سوار ہو سکو (

خطبہ ١٣١

دنیا اخرت اپنی باگ ڈور اللہ کو سونپے ہوئے اس کے زیر فرمان ہے اور اسمان و زمین نے اپنی کنجیاں اس کے اگے ڈال دی ہیں اور تروتازہ و شاداب درخت صبح و شام اس کے اگے سر بسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی اگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم سے (پھل پھول) کر پکے ہوئے میوؤں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں ,

Presented by www.ziaraat.com

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے . اللہ کی کتاب تمہارے جسامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جس کے کھمبے سر نگوں نہیں ہوتے اور ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے .:
اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا. اللہ نے اپ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھااور لوگوں میں جتنے منہ تھے . اتنی باتیں تھیں . چنانچہ اپ کو سب رسولوں سے اخر میں بھیجا اور اپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا اپ نے اللہ راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھے پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے .:
اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے . (دل کے) اندھے کا منتہائے نظر یہی دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں اتا اور نظر رکھنے والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے نگاہ رکھنے والا اس سے نکلنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظریں جمائے رہتا ہے با بصیرت اس سے) اخرت کے لیے) زاد حاصل کرتا ہے اور بے بصیرت اسی کے سرو سمانا میں لگا رہتا ہے .
اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے تمہیں جاننا چاہئے کہ ہر شے سے ادمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے سوار زندگی کے وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور یہ اس حکمت کی طرح ہے کہ جو قلب مردہ کے لیے حیات , اندھی انکھوں کے لیے بینائی بہرے کانوں کے لیے شنوائی ار تشنہ کام کے لیے سیرابی ہے , اور اسی میںپورا پورا سامان کفایت و سروسامان حفاظت ہے . یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمہیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی اتی ہے اور(حق کی اواز) سنتے ہو. اس کے کچھ حصے کچھ حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی صداقت کی) گواہی دیتے ہیں یہ ذات الٰہی کے متعلق الگ الگ نظریئے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اس کی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے . (مگر) تم نے دلی کدورتوں اور گھورے پر اُگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایکا کر لیا ہے . امیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو تمہیں (شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے میرے اور تمہارے نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مدد گار ہے

خطبہ ۱۳۳

اپ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو میرہ ابن اخنس نے عثمان سے کہا میں تمہاری طرف سے نبیٹے لیتا ہوں ,

جس پر اپ نے مغیرہ سے کہا .:

اے بے اولاد دلعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپتے گا . خدا کی قسم

جس کا تجھ ایسا مدد گار ہو, اللہ اسے غلبہ و سرفرازنی نہیں دیتا اور جس کا تجھ ایسا ابھارنے والا ہو) وہ اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں

ہو سکتا . ہم سے دور ہو خدا تیری منزل کو دور ہی رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا

تجھ پر رحم نہ کرے .

شرح خطبہ

مغیرہ ابن اقس عثمان کے ہوا خواہوں میں سے تھا . اس کا بھائی ابو الحکم ابن اخنس احد میں امیر المومنین علیہ السّلام کے

ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حضرت کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا. اس کا باپ ان لوگوں میں سے تھا

جو فتح مکہ کے موقع پر بظاہر ایمان لے ائے . مگر دلوں میں کفر و نفاق لیے ہوئے تھے. اس لیے اسے لعین فرمایا ہے اور ابتر اس لیے

کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے .

خطبہ ۱۳۴

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمہیں اللہ کے لیے چاہتا

Presented by www.ziaraat.com

ہوں اورتم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لیے چاہتے ہو. اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو. خدا کی قسم میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے سر چشمہ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا. اگرچہ اسے یہ ناگوار کیوں نہ گزرے.

خطبہ ۱۳۵

طلحہ و زبیر کے متعلق ارشاد فرمایا :.

خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ اہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برا وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں. جسے انہوں نے خود بہایا ہے. اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہئے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصریت کی جلوہ گری ہے, نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا اور بلا شبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنگ (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبھے ہیں (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے اچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شرر انگیزی سے اس کی زبان بندی ہو چکی ہے خدا کی قسم! میں ان کے لیے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹنا ان کے امکان میں ہو گا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے :.

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے: تم اس طرح (شوق و رغبت سے) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انہیں اپنی جانب پھیلا دیا. میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا. مگر تم نے انہیں کھیچا. خدایا ان دونوں نے میرے حقو کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے. اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے, لہذا تو جو انہوں نے گرہیں لگائی ہیں انہیں کھول دے اور جو انہوں نے بٹاہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور اور انہیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا بُرا نتیجہ دکھا. میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انہیں ڈھیل دیتا رہا. لیکن انہوں‌نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا.

خطبہ ۱۳۶

اس میں انے والے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے.

وہ خواہشوں کو ہدایت کی طرف موڑے گا جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہو گا اور ان کی رایوں‌کو قران کی طرف پھیرے گا جب کہ انہوں نے قران کو (توڑ مروڑ کر) قیاس و رائے کے ڈھرے پر لگا لیا ہو گا.

Presented by www.ziaraat.com

اس خطبه کا ایک جزیه ہے . (اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی که جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی . دانت نکالے ہوئے اورتھن بھر سے ہوئے جن کا دودھ شیریں و خوش گوار معلوم ہوگا. لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہو گا. ہاں کل اور یه کل بہت نزدیک ہے که ایسی چیزوں کو لے کر اجائے جنہیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے حاکم ووالی جو اس جماعت میں سے نہیں ہو گا. تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجه سے مواخذه کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی اور اپنی کنجیاں بسہولت اس کے اگے ڈال دے گی , چنانچه وه تمہیں دکھائے گا که حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وه دم توڑ چکنے والی کتاب و سنت کو پھر سے زنده کر دے گا .

اسی خطبه کا ایک جزیه ہے گویا یه منظر میں اپنی انکھوں سے دیکھ رہا ہوں که وه (داعی باطل (شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور کوفه کے اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے اور کاٹ کھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر(حمله کرنے کے لیے) جھکا ہوا ہے اور اس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے اس کا منه (پھاڑ کھانے کے لیے) کھل چکا ہے اور زمین میں اس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وه دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شدو مد سے حمله کرنے والا ہے بخدا وه تمہیں اطراف زمین میں بکھیر دے گا) یہاں تک که تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے انکھ میں سُرمه تم اسی سراسیمگی کے عالم ین رہو گے . یہاں تک که عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر اجائیں تم مضبوط طریقوں , روشن نشانیوں اور اسی قریب کے عہد پر جمے رہو که جس میں نبوت کے پائیدار اثار ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے که شیطان اپنے قدم بقدم چلانے کے لیے راہیں اسان کرتا رہتا ہے .

شرح خطبه

امیر المومنین علیه السّلام کی یه پشین گائی حضرت حجت کے ظہور کے سلسله میں ہے .

یه عبدالملک ابن مردان کی طرف اشاره ہے که جو مردان کے بعد شام میں بر سر اقتدار ایا اور پھر مصعب کے مقابله میں مختار ابن ابی عبیده کے مارے جانے پر یه اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطراف کوفه میں دیر جا ثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد ازما ہوا . اور اسے شکست دینے کے بعد فتحمندانه کوفه میں داخل ہوا, اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبداللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لیے مکه روانه کیا چنانچه اس نے مکه کا محاصره کر کے خانه کعبه پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرف بہایا. ابن زبیر کو قتل کر کے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور خلق خدا پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے که جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں .

خطبه ۱۳۷

شوریٰ کے موقع پر فرمایا :.

مجھ سے پہلے تبلیغ حق صله رحم اور جو دو کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا, لہذا تم میرے قول کو سنو اور

Presented by www.ziaraat.com

میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھ لو گے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کے لیے تلواریں سونت لی جائیں اور عہد و پیمان توڑ کر رکھ دیئے جائیں گے یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کے کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیرو کار ہو جائیں گے .

خطبہ ۱۳۸

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے .

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں . انہیں چاہئے کہ وہ گناہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ الہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور دوسروں کے عیب اچھالنے) سے مانع رہے چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے یہ اخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیونکر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اس کی بُرائی کرتا ہے جب کہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہٖ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے . خدا کی قسم ! اگر اس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا. تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے .

اسے خدا کے بدنے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا, شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو, اور اپنے کسی چھوٹے (سے چھوتے) گناہ کے لیے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو. لہذا تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو. اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہئے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں کسی اور طرف سے متوجہ نہ ہونے دے .:

شرح خطبہ

عیب جوئی و خوردہ گیری کا مشغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی برائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ خواص کی زبانیں بند ہیں . نہ عوام کی نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس . بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں گے . موضوع سخن اور دلچسپ مشغلہ یہی ہو گا .کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ امیزیوں سے بیان کئے جائیں اور کان دھر کر ذوق سماعت کا مظاہرہ کیا جائے . حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن ان الودگیوں سے خود الودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں کے لیے کرتا ہے مگر وہ اپنے لیے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے عیوب اشکارا ہوں تو پرھ اسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس لحاظ کرتے ہوئے . ان کی عیب گیری و دل ازاری سے احتراز کرنا چاہئے اور انچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگر الم پسند پر عمل پیرا ہونا چاہیئے.

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادر مومن کے عیب کو بغرض تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کے لیے دل ازاری کا

Presented by www.ziaraat.com

باعث ہو چاہے یہ اظہارزبان سے ہویا محاکات سے اشارہ سے ہویا کنایہ و تعریض سے بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور خلاف واقع ہو. اور جو دیکھا اور سنا ہوا سے جوں کا توں بیان کر دینا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اوروہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت نہیں کرتے بلکہ جو دیکھایا سنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر جھوٹ ہو تو وہ افترائ و بہتان ہے . چنانچہ پیغمبر سے مروی ہے کہ:

اپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے . اپ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اسی کے لیے نگواری کا باعث ہو. کہنے والے نے کہا کہ اگر میں وہی بات کہوں جو واقعاً اس میں پائی جاتی ہو ؟اپ نے فرمایا کہ اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اس پر افترا باندھا ہے .

غیبت میں مبتلا ہونے کے بہت سے وجود اسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کہین دانستہ اور کہیں نا دانستہ اس کا مرتکب ہوتا ہے . امام غزالی XSنے احیائ العلوم میں ان وجوہ و اسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے . ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں .:

کسی کی ہنسی اڑانے اور اسے پست و سبک دکھانے کے لیے لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی و خوشی طبعی کا مظاہرہ کرنے کے لیے غیظ و غضب کے تقاضوں سے متاFUر ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکلانے کے لیے کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتلانے کے لیے اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہوئی ہے کسی بزم میں‌بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کے لیے تاکہ اس سے اخبیت نہ برتی جائے کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کے لیے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کو بے نقاب کر دے گا. اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سرد بازاری کے لیے کسی رئیسوں کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لیے اظہار رنج و تاسف کے لیے یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بُری بات میں مبتلا ہو گیا ہے اظہار تعجب کے لیے مثلاً اس طرح کہنا کہ مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے کسی امر قبیح پر غم و غصہ کا اظہار کرنے کے لیے اس کے مرتکب کا نام لے دینا .

البتہ چند صورتوں میں عیب گیزی و نکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں ہوتی .:

مظلوم اگر دادرسی کے لیے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے . جیسا کہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے .

اللہ برائی کے اچھالنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو.

مشورہ دینے کے موقعہ پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے . کیونکہ مشورہ میں غل و غش جائز نہیں ہے .

اگر استفتائ کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورۃ اس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہو گا کسی مسلمان کو ضرر سے بچانے کے لیے کسی خائن و بددیانت کی بدیانتی سے اگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی برائی کرنا کہ جو اسے برائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے روایت کے سلسلہ میں رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہنچوانے کے لیے اس کا ذکر

Presented by www.ziaraat.com

کرنا غیبت نہ ہو گا جیسے بہرا گونگا, گنجا, لنگڑا وغیرہ بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسے عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے اگر کوئی غلط نسب کا مدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیب نہ ہوگا اگر کسی کی جان و مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اسے کسی عیب سے روشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے اگر دو شخص اپس میں کسی کی ایسی برائی کا ذکر کریں کہ جو انہیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگر چہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھول چکا ہو جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو, اس کی برائی کرنا غیبت نہیں جیسا کہ روایت میں وراد ہوا ہے . من القی جلباب الحیافلا غیبته له . جو حیائی کی چادر اتار ڈالے اس کی غیبت. غیبت نہیں .

خطبہ ۱۳۹

اے لوگو! اگر تمہیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو تو پھر اس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو . دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیرِ خطا کر جاتا ہے اور بات ذرا میں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہو گی . وہ خود ہی نیست و نابود ہوجائے گی. اللہ ہر چیز کا سننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے . معلوم ہونا چاہئے کہ سچ اور جھوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے . جب اپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو اپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور انکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھوٹ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے سنا اور سچ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے دیکھا

خطبہ ۱۴۰

جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک برتتا ہے . تا اہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے , اس کے پلے یہی پڑتا ہے کہ کمینے اور شریر اس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وہ دیتا دلاتا رہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے .
حالانکہ اللہ کے معاملہ میں وہ بخل کرتا ہے چاہیئے یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے . خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے . قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو ازاد کرائے محتاجوں اور قرضداروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو اپنے نفس برداشت کرے اس لیے کہ ان خصائل و عادات سے اراستہ ہونا دنیا کی بزرگیوں سے شرفیاب ہونا اور اخرت کی فضیلتوں کو پالینا ہے , انشائ اللہ

خطبہ ۱۴۱

طلب باراں کے سلسلہ ہیں :.

دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ اسمان جو تم پر سایہ گتبہ ہے, دونوں تمہارے پروردگار کے زیر فرمان ہیں. یہ اپنی برکتوں سے اس لیے تمہیں مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے یا تمہارا تقرب چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں . بلکہ یہ تو تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجالاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں .

)البتہ (اللہ سبحانہ, بندوں کو ان کی بد اعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے , برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند

Presented by www.ziaraat.com

کر دینے سے ازماتا ہے تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے (انکار و سرکشی سے) باز انے والا باز اجائے . نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا نصیحت و بصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے رکنے والا رک جائے . اللہ سبحانہ, نے توبہ و استغفار کو روزی کے اترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا. چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ اپنے پروردگا سے توبہ و استغفار کرو. بلا شبہ وہ بہت بخشنے والا ہے . وہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال و اولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے . خدا اس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت سے پہلے نیک اعمال کرے .:

بار الٰہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب و غضب سے ڈرتے ہوئے ہم پر دوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں . اس وقت جب کہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں . خدا یا ہمیں بارش سے سیراب کر دے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے , اے رحم کرنے والوں میں بہت رحم کرنے والے , خدایا! جب ہمیں شخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کردیا اور قحط سالیوں نے بے بس بنا دیا اور شدید حاجتمندیوں نے لاچار بنا ڈالا اور منہ زور فتنوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں . اے اللہ ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں بنائی پر ہم سے (عتاب امیز) خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خدا وند ! تو ہم پر باران و برکت اور رزق و رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی اور گھا س پات اگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گذری ہوئی (کھیتیوں میں پھر سے) روئیدگی لے ائے اور مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے . وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تروتازگی (سر تاسر) فائدہ مند اور اپنے ہوئے پھلوں کے انبار لیے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سر سبز کر دے اور نرخوں کو سستا کر دے بلا شبہ تو جو چاہے اس پر قادر ہے .

خطبہ ۲۴۱

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا ا رانہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی . چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی (یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنہیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں (پھر یہ حکم و احکام اس لیے دیئے ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو ازما کر ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی (بداعمالیوں) کی پاداش ہو کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم . چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں گرایا ہے اور ہمیں منصبِ امامت دیا ہے اور انہیں محروم رکھا ہے . ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے بلا شبہ امام قریش میں

Presented by www.ziaraat.com

سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے. نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے .

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے. ان لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور عقبیٰ کو پیچھے ڈال دیا ہے. صاف پانی چھوڑ دیا ہے اور گندا پانی پینے لگے ہیں گویا میں ان کے فاسق کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ برائیوں میں رہا اتنا کہ انہی برائیوں سے اسے محبت ہو گئی اور ان سے مانوس ہوا اور ان سے اتفاق کرتا رہا. یہاں تک کہ (انہی برائیوں میں) اس کے سر کے بال سفید ہو گئے اور اسی رنگ میں اس کی طبیعت رنگ گئی پھر یہ کہ وہ (منہ سے) کف دیتا ہوا متلاطم دریا کی طرح اگے بڑھا بغیر اس کا کچھ خیال کئے کہ کس کو ڈبو رہا ہے اور بھوسے میں لگی ہوئی اگ کی طرح پھیلا بغیر اس کی پروا کئے ہوئے کہ کونسی چیزیں بلا رہا ہے. کہاں ہیں ہدایت کے چراغوں سے روشن ہونے والی عقلیں اور کہاں ہیں تقویٰ کے روشن مینار کی طرف دیکھنے والی انکھیں اور کہں ہیں اللہ کے ہو جانے والے قلوب اور اس کی اطاعت پر جم جانے والے دل وہ تو مال دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور (مال) حرام پر جھگڑ رہے ہیں. ان کے سامنے جنت اور دوزخ کے جھنڈے بلند ہیں , لیکن انہوں نے جنت سے اپنے منہ موڑ لیے ہیں اور اپنے اعملا کی وجہ سے دوزخ کی طرف بڑھ نکلے ہیں. اللہ نے ان لوگوں کو بلایا تو یہ بھڑک اٹھے اور پیٹھ پھرا کر چل دیئے اور شیطان نے ان کو دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف لپک پڑے .

شرح خطبہ

اس سے عبدالملک ابن مردا ن مراد ہے کہ جس نے اپنے عامل حجاج ابن یوسف کے ذریعہ ظلم و سفا کی کی انتہا کر دی تھی .

خطبہ ۱۴۳

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیر اندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمئہ میں گلو گیر پھندا ہے . جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے . اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں‌قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدتِ حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش ابھرتا نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہوجائے دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی اباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہین کی شاخین ہیں جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں .
اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے . کوئی بدعت وجود میں نہیں اتی. مگر یہ کہ اس کی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑتا ہے . بدعتی لوگوں سے بچوروشن طریقہ پر جمے رہو. صرانی باتیں ہی اچھی ہیں اور (دین میں (پیدا اکی ہوئی نئی چیزین بد ترین ہیں.

خطبہ ۱۴۵

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش کی طرف اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں ہٹ دھرمیا ور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں. اللہ ان کے سامنے بغیر اس کے کہ اسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے کہ جو اس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اسے مٹانا تھا. انہیں کس طرح

Presented by www.ziaraat.com

اس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنہیں تہس نہس کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا. میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور اللہ و رسول پر افترابہ پروازیکا زورۃوگا. اس زمانہ والوں کے نزیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی. اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ (ان کے (شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی ہوگی. چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کریں گے اور حفظ کرنے والے اس کی (تعلیم (بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے (اہلبیت) بے گھر اور بے ور ہوں گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے انہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا. وہ) بظاہر) لوگوں میں ہوں گے. مگر ان سے الگ تھلگ ان کے ساتھ ہوں گے مگر بے تعلق اس لیے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہوسکتی اگرچہ وہ یک جاہلوں لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کرلیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں. گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوانہیں. ان کے پاس تو صرف قران کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں. اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں بری سزائیں دی ہوں گی.

تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ امیدوں کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے اوجھل سمجھا کیے- یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت) آ گئی تو ان کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اٹھا لی گئی اور مصیبت و بلا ان پر ٹوٹ پڑی.

اے لوگو) جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو اس کے ارشادات کو رہنما بنائے وہ سیدھے راستہ پر ہولیتا ہے اس لیے کہ اللہ کی ہمسائیگی میں رہنے والا امن و سلامتی میں ہے اور اس کا دشمن خوف و ہراس میں جو اللہ کی عظمت و جلالت کو پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش کرے چونکہ جو اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے پیچھے جھک جائیں اور جو اس کی قدرت کو جان چکے ہیں. ان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیں حق سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح و سالم خارش زدہ سے یا تندرست بیمار سے تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک کہ اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو اور اس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اسے دور پھینکنے والی کی شناخت نہ کرلو جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں. وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے. وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں. دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۱۴۶

ان دونوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لیے خلافت کا امیدوار ہے اور اسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے. نہ اپنے ساتھی کی طرف وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈھتے اورنہ کوئی ذریعہ لے کر اس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں. وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے (دلوں میں کینہ) لیے ہوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہوجائیں گے. خدا کی قسم اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوجائیں تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کرکے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جب کہ حق کی راہیں مقرر ہوچکی ہیں اور یہ خبر انہیں پہلے سے دی جاچکی ہے. ہر گمراہی کیلئے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن (دوسروں) کو اشتباہ میں ڈالنے کیلئے کوئی نہ کوئی بات بنایا کرتا ہے خدا کی قسم! میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے. موت کی سنائی دینے والے کی آواز سنے اور رونے والے کے پاس (پرسے کیلئے) بھی جائے اور پھر عبرت حاصل نہ کرے .

خطبہ ۱۴۷

مرنے سے پہلے فرمایا:

اے لوگو !ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وہی حیات کی منزل منتہا ہے موت سے بھاگنا اسے پا لینا ہے. میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی نہ مانا گزارا مگر مشیت ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں. اس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو. ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو. جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی برائی نہیں آئے گی. تم میں سے ہر شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے. نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا دین سیدھا (کہ جس میں کوئیاالجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے .میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا. خدامجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے.

اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمے رہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم بھی انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں ہوا کی گزرگاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن) اس کے تہ بہ تہ جمے ہوئے لکے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے. میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسد بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد خاموش ہوگیا تاکہ میرا یہ سکون اور ٹھہراؤ اور آنکھوں کا مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمہیں پند و نصیحت کرے. کیونکہ عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے یہ (منظر) بلیغ کلموں اور کان میں پڑنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے- میں تم سےاس طرح رخصت ہو رہا ہوں جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کیلئے چشم براہ ہو. کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے آجائیں گی اور

Presented by www.ziaraat.com

میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمہیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہوگی.

#۱ یعنی انسان موت سے بچنے کیلئے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات ہی ہے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں وقت گزرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے.

#۲ خلا کم ذم (تم پر کوئی برائی عائد نہ ہوگی) یہ جملکہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے. جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیر نے استعمال کیا تھا.

#۳ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں. یقینا انہیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے لہذا میرے جام حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا.

خطبہ ۱۴۸

) وہ لوگ (گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لیے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو اس کیلئے جلدی نہ مچاؤ اور جسے »کل اپنے ساتھ لیے آرہا ہے. اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو. بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کیلئے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پالیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتی تو اچھا تھا »آج آنے والی »کل کے اجالوں سے کتنا قریب ہے. اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہوکر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو دیکھو! ہم (اہلبیت) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہوگا. کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے- اس وقت ایک قوم کو) حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے .قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے-

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کرلیں. یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آگئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کیلئے کھڑی ہوگئی تو اس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے .یہاں تک کہ جب حکم قضائے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھا لیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے اٹھایا تو ایک گروہ الٹے پاؤں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے

Presented by www.ziaraat.com

غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودت کا حکم دیا گیا تھا. انہیں چھوڑ بیٹھا اور) خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا جو اس کی جگہ نہ تھی یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں. وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں‌مدہوش پڑے تھے. کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے .

خطبہ ۱۴۷

مرنے سے پہلے فرمایا:

اے لوگو !ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وہی حیات کی منزل منتہا ہے موت سے بھاگنا اسے پا لینا ہے. میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی نہ مانا گزارا مگر مشیت ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں. اس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو. ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو. جب تک منتشر و پراگندہ نہیں‌ہوتے تم میں کوئی برائی نہیں آئے گی. تم میں سے ہر شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے. نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا دین سیدھا (کہ جس میں کوئیالجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے .میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا. خدامجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے.

اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمےرہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم بھی انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں ہوا کی گزرگاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن) اس کے تہ بہ تہ جمے ہوئے لکے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے. میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسد بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد خاموش ہوگیا تاکہ میرا یہ سکون اور ٹھہراؤ اور آنکھوں کا مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمہیں پند و نصیحت کرے. کیونکہ عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے یہ (منظر) بلیغ کلموں اور کان میں پڑنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے- میں تم سےاس طرح رخصت ہورہا ہوں جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کیلئے چشم براہ ہو. کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے آجائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمہیں میریقدر و منزلت کی پہچان ہوگی.

#۱ یعنی انسان موت سے بچنے کیلئے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات ہی ہے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں وقت گزرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے.

Presented by www.ziaraat.com

#۲ خلا کم ذم (تم پر کوئی برائی عائد نہ ہوگی) یہ جملکہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے. جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیر نے استعمال کیا تھا.

#۳ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں. یقینا انہیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے لہذا میرے جام حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا.

خطبہ ۱۴۸

) وہ لوگ (گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لیے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو اس کیلئے جلدی نہ مچاؤ اور جسے »کل اپنے ساتھ لیے آرہا ہے. اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو. بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کیلئے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پالیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتی تو اچھا تھا »آج آنے والی »کل کے اجالوں سے کتنا قریب ہے. اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہوکر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو دیکھو! ہم (اہلبیت) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہوگا. کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے-اس وقت ایک قوم کو) حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے .قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے-

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کرلیں. یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آگئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کیلئے کھڑی ہوگئی تو اس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے .یہاں تک کہ جب حکم قضائے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھا لیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیاسے اٹھایا تو ایک گروہ الٹے پاؤں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودت کا حکم دیا گیا تھا. انہیں چھوڑ بیٹھا اور) خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا جو اس کی جگہ نہ تھی یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں. وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل

Presented by www.ziaraat.com

فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے. کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے .

خطبہ۱۴۹

میں اللہ کی حمد و ثنائی کرتا ہوں اور ان چیزوں کیلئے اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پانہ میں رکھنے والی ہیں. میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عہد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں.نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہوسکتی ہے. تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہوگئے جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے .نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کیحالت میں مر جاتے تھے پھر یہ کہ اے گروہ عرب تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب کی تباہ کاریوں سے ڈرو. شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں میں اپنے قدموں کو روک لو جبکہ اس کا چھپا ہوا خدشہ سر اٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آجائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے. فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار ان کی کھلم کھلا برائیوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے اور ان کی اٹھان ایسی ہوتی ہے. جیسے نوخیز بچے کی اور ان کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے ظالم آپس کے عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں. اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے. وہ اسی رذیل دنیا پر مر مٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑے ہیں جلد ہی پیرو کار اپنے پیشترو رہنماؤں سے اظہار بیزاری کریں گے اور ایک دوسرے کی دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کرلیں گے اور سامنے ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے- اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلق خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہوگا تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانوا ڈول اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہوجائے گے اس کےحملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں بٹ جائیں گی اور اس کے ابھرنے کے وقت رائیں مشتبہہ ہوجائیں گی جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اسے تباہ کر دے گا. اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اسے جڑ بنیاد سے اکھیڑ دے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایکدوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں. اسلام کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل جائیں گے. صحیح طریق کار چھپ جائے گا. حکمت کا پانی خشک ہوجائے گا اور ظالموں کی زبان کھل جائے گی وہ فتنہ باویہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کچل دے گا اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا. اس کے گرد و غبار میں اکیلے دو کیلے تباہ و برباد ہوجائیں گے اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہوجائیں گے. وہ حکم الہٰی کی تلخیاں لے کر آئے گا اور (دودھ کے بجائے) خالص خون دوہے گا. دین کے میناروں کو ڈھا دے گا اور یقین کے اصولوں کو توڑ دے گا. عقلمند اس سے بھاگیں گے اور شر پسند اس کے کرتا دھرتا ہونگے وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا. سب رشتے ناطے اس میں توڑ دئیےجائیں گے اور اسلام سے علیحدگی اختیار

Presented by www.ziaraat.com

کرلیجائے گی. اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا اوراس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو ان میں سے شہیدہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جاسکے گا اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لیے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے انہیں قسموں اور) ظاہری) زبان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا. تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان ا ور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو تم (ایمان والی) جماعت کے اصولوں اور ان کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو. اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ ظالم بن کر نہ جاؤ. شیطان کی راہوں اور نمرود سرکشی کے مقاموں سے بچو. اپنے پیٹ میںحرام کے لقمے نہ ڈالو. اس لیے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت اور خطا کو تمہارے لیے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں .

خطبہ ۱۵۰

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے کہ جو خلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں. چونکہ بنانے والے اور بننے والے گھیرنے والے اور گھرنے والے پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے. وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں پھیلائے. وہ حاضر ہے لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جاسکے وہ جدا ہے نہ اس طرح کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو. وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا. وہ ذاتا پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بنا پر. وہ سب چیزوں سے اس لیے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اس لیے اس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف پلٹنے والی ہیں. جس نے (ذات کے علاوہ) اس کے لیے صفات تجویز کئے اسنے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے لیے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا. اور جس نے یہ کہا کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میںمحدود سمجھ لیا وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا جب کہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جب کہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : ابھرنے والا ابھر آیا. چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا ٹیڑھے معاملے سیدھے ہوگئے. اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے. ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا بلاشبہ آئمہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں. جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں. اللہ نے

Presented by www.ziaraat.com

تمہیں اسلام کیلئے مخصوص کرلیا ہے اور اس کیلئے تمہیں چھانٹ لیا ہے اوریہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت انسانی کا سرمایہ ہے. اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لیے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دئیے ہیں. نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں. اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں. اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے. خدانے اس کے ممنوعہ مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے. شفا چاہنے والے کیلئے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لیے اس میں بے نیاز ہے.

اس خطبہ کا پہلا جز علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال فرماتے ہوئے اس کی ازلیت و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے. چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر موثر کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا. یہاں تک کہ چند دنوں کا بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے .جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون و مکاں کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جاسکتا ہے.

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اسے موجود بالذات ہونا چاہیے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتدا سے اس کیلئے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو. تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجود کے لیے سوال ہوگا کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کیلئے علتہ العلل ہو عقل علت و معلول کے نامتناہی سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصور بھی نہ کرسکے گی اور تسلسل کے چکر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیاجائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں‌ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود. اگر معدوم ہوگا تو معدوم کسی کو موجد نہیں بنا سکتا اور اگر موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں‌ہوتے. لہذا اسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اوریہی احتیاج کائنات اس سرچشمہ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیر پذیر ہی محل و مکان کی محتاج ہے اور عوارض و صفات میں ایک دوسرے کے مشابہہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لیے کوئی چیز اس کی مثل و نظیر نہیں ہوسکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا. کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے وہ ان تمام چیزوں سے منزہ و مبرا ہے جو جسم و جسمانیات میں پائی جاتی ہیں. کیونکہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل و مکان میں محدود ہے. اس لیے انسان اپنے حواس و مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک و مشاہدہ نہیں کرسکتا کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کرسکتے ہیں جو زمان و مکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں .لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جاسکتا ہے اس کیلئے

Presented by www.ziaraat.com

جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت و مکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہوجاتی ہیں اور آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں. جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے لیکن آلات سماعت و بصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کیلئے اعضا کا محتاج ہوگا تو اس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دست نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس کا کوئی کمال اس کی ذات سے الگ نہیں کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہوگی اور کچھ صفتیں اور اس ذات کے مجموعہ کا نام ہوگا خدا اور جو چیز اجزا سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں اجزائ کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزائ کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہیے تو جب اجزائ اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزائ سے متاخر ہے حالانکہ وہ اس وقت بھی علم و قدرت و ربوبیت لیے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی. کیونکہ اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ جو صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے اس لیے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہو لے تو پھر وہ جانے کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اس کی قدرت کیلئے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے کیونکہ قادر اسے کہتے ہیں جو ترک و فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور اس کیلئے مقدور کا ہونا ضروری نہیں اور یونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے- اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے .

خطبہ ۱۵۱

اسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے. وہ غفلت شعاروں کے ساتھ (تباہیوں میں) گرتا ہے بغیر سیدھی راہ اختیار کئے اور بغیر کسی ہادی و رہبر کے ساتھ دئیے صبح سویرے ہی گنہگاروں کے ساتھ ہو لیتا ہے.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: آخر کار جب اللہ ان کے گناہوں کے نتیجہ ان کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے انہیں نکال باہر کرے گا تو پھر اس چیز کی طرف بڑھیں گے جسے پیٹھ دکھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف ان کا رخ رہتا تھا. انہوں نے اپنے مطلوبہ سروسامان کو پاکر اور خواہشوں کو پورا کرکے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا. میں تمہیں اور خود اپنے کو اس مرحلہ سی متنبہ کرتا ہوں. انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے اس لیے کہ آنکھوں والا وہ ہے جو سنے تو غور کرے اور نظر اٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور عبرتوں سے فائدہ اٹھائے پھر واضح راستہ اختیار کرے جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھتک جانے سے بچتا رہے اور حق سے بے راہ ہونے اور بات میں رد و بدل کرنے اور سچائی میں خوف کھانے سے گمراہوں کی مدد کرکے زیان کار نہ بنے. اے سننے والو! اپنی سرمستیوں سے ہوش میں آؤ غفلت سے آنکھیں

Presented by www.ziaraat.com

کھولو .اس دنیا کی دوڑ دھوپ کو کم کرو اور جو باتیں نبیا می صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان (مبارک) سے پہنچی ہیں. ان میں اچھی طرح غور و فکر کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی گریز کی راہ. جو ان کے خلاف ورزی کرے تم اس سے دوسری طرف رخ پھیر لو اور اسے چھوڑو کہ وہ اپنے نفس کی مرضی پر چلتا رہے. فخر کے پاس نہ جاؤ اور بڑائی) کے سر) کو نیچا کرو اپنی قبر کو یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وہی ہے اور جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے جو آج آگے بھیجو گے وہی کل پا لو گے آگے کیلئے کچھ تہیہ کرو اور اس دن کیلئے سروسامان تیار رکھو.

اے سننے والو! ڈرو ڈرو اور اے غفلت کرنے والو! کوشش کرو. کوشش کرو تمہیں خبر رکھنے والا جو بتائے گا وہ دوسرا نہیں بتا سکتا. قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے. یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا. جبکہ وہ ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے توبہ کئے بغیر مر جائے ایک یہ کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو یا کسی کو ہلاک کرکے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو یا دوسرے کے کئے پر عیب لگایا ہو. یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو یا لوگوں سے دوزخی چال چلتا ہو یا دو زبانوں سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو. اس بات کو سمجھو اس لئے کہ ایک نظیر دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے.

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ (بھرنا) اور درندوں کا مقصد دوسروں پر حملہ آور ہونا اور عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا سنوارنا اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے. مومن وہ ہیں جو تکبر و غرور سے دور ہوں مومن وہ ہیں جو خائف و ترسان ہوں.مومن وہ ہیں جو ہراساں ہو.

#١ مقصد یہ کہ تمام شر و مفاسد کا سرچشمہ قوت شہویہ و قوت غضبیہ ہوتی ہے .اگر انسان قوت شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا مقصد بنا لے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اگر قوت غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت و تباہ کاری شروع کر دے تو اسمیں اور درندے میں کوئیفرق نہ رہے گا کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کارفرما ہوں تو پھر عورت کے مانند ہے کیونکہ عورت میں یہ دونوں قوتیں کار فرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ وفساد کو ہوا دینے میں اپنی کوششوں کو برسر کار رکھتی ہے.

البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے . یوں کہ نہ وہ غرور خود پسندی کو اپنے پاس پھٹکنے دیتا ہے اور نہ خوف خدا کی وجہ سے فتنہ و شر کو ہوا دیتا ہے.

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک عورت کے ابھارنے کا نتیجہ تھا اس لیے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل قرار دیا ہے چنانچہ انہی کے نتیجہ میں بصرہ کی خونریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاکت و تباہی کی لپیٹ میں آگئے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۲۵۱

عقلمندوں کی آنکھوں سے اپنا مال کار دیکھتا ہے اور اپنی اونچ نیچ (اچھی بری راہوں) کو پہچانتا ہے دعوت دینے والے نے پکارا اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو.

کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں‌اترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں. ایمان والے دبکے پڑے ہیں اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں. ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں‌ا ور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے (آل محمد) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں‌اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے‌ہیں اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق‌نہیں پیشرو کو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ بیان کرنا چاہیے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت میں سے بنے اس لیے کہ وہ ادھر ہی سے آیا ہے ا ور ادھر ہی اسے پلٹ کر جانا ہے دل (کی آنکھوں) سے دیکھنے والے اور بصیرت کے ساتھ عمل کرنے‌والے کے عمل کی ا بتدا یوں ہوتی ہے کہ وہ (پہلے) پہجان لیتاہے کہ یہ عمل اس کیلئے فائدہ مندہے یا نقصان رساں اگر مفید ہوتا ہے تو آگے بڑھتا ہے مضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اس لیے کہ بے جانے بوجھے ہوئے بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غلط راستے پر چل نکلے تو جتنا وہ اس راہ پر بڑھتا جائے گا اتنا ہی مقصد سے دور ہوتا جائے گا اور علم کی (روشنی میں) عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل رہا ہو (تو اب) دیکھنے والے کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی طرف بڑھ رہا ہے یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے. تمہیں جاننا چاہیے کہ ہر ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتاہے جس کا ظاہر اچھا ہوتا ہے. اس کا باطن بھی اچھا ہوتا ہے جس کا ظاہر برا ہوتا ہے. اس کا باطن بھی برا ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے‌فرمایا ہے کہ اللہ ایک بندے کو (ایمان کی وجہ سے) دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل کو برا سمجھتا ہے ا ور (کہیں) عمل کو دوست رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات سے نفرت کرتا ہے .دیکھو ہر عمل ایک اگنے والا سبزہ ہے ا ور سبزہ کیلئے پانی کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے جہاں پانی اچھا دیا جائے گا. وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس کا پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی برا دیا جائے گا وہاں کھیتی بھی بری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا .

خطبہ ۲۵۱

اس میں چمگاڈر کی عجیب و غریب خلقت کا ذکر فرمایاہے.

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اس کی عظمت و بلندی نے عقلوں کو روک دیا ہے جس سے وہ اس کی سرحد فرمانروائی تک تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں. وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور) سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر (ثابت وآشکارا ہے کہ جنہیں آنکھیں دیکھتی ہیں عقلیں اس کی حد بندی کرکے اس تک نہیں پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہہ ہو جائے اور نہ ہم اس کا اندازہ

Presented by www.ziaraat.com

لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند ہو جائے. اس نے بغیر کسی نمونہ و مثال کے اور بغیر کسی مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد کے مخلوقات پیدا کیا. اس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اس کی اطاعت کیلئے جھک گئی اور بلاتوقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اس کی مطیع ہوگئی. اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیبو غریب کارفرمائیوں میں کیا کیا. گہری حکمتیں ہیں کہ جو اس نے ہمیں چمگادڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو (دن کا) اجالا سکیڑ دیتا ہے حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں (روشنی) پھیلانے والا ہے اور اندھیرا ان کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے.حالانکہ وہ ہرزندہ شے کی آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکر چمکتے ہوئے سورج میں ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں کہ وہ اس کی نور پاش شعاعوں سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آ جاسکیں اور نور آفتاب کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں. اس نے تو اپنی ضو پاشیوں کی تابش سے انہیں نور کی تجلیوں میں بڑھنے سے روک دیا ہے اور ان کے پوشیدہ ٹھکانوں میں انہیں چھپا دیا ہے کہ وہ ا س کی روشنی کے اجالوں میں آسکیں. دن کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ ان کی پلکیں جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں،اور تاریکی شب کو اپنا چراغ بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں. رات کی تاریکیاں ان کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اس کی گھٹا ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں. مگر جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے اور دن کے اجالے ابھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ اپنی پلکوں کو آنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش حاصل کی ہے. اسی پر اپنا وقت پورا کرلیتی ہیں.

سبحان اللہ کہ جس نے رات ان کے کسب معاش کیلئے اور دن آرام و سکون کیلئے بنایا ہے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہی پروں سے اونچی ہوتی ہیں گویا کہ وہ کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پرو بال ہیں اور نہ کریاں،مگر تم ان کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر ہیں اور ا س میں دو پر سے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہوجائیں (کہ اڑا نہ جاسکے) وہ اڑتی ہیں تو بچے ان سے چمٹے رہتے ہیں جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں،تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک ان کے اعضائ میں مضبوطی نہ آجائے اور بلند ہونے کیلئے ان کے پر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہوجائیں وہ اپنی زندگی کی راہوں اور اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے.

چمگاڈر ایک عجیب و غریب پرندہ ہے جو انڈے دینے کے بجائے بچے دیتا ہے دانہ بھرانے کے بجائے دودھ پلاتا اور بغیر پردوں کے پرواز کرتا ہے. اس کی انگلیاں جھلی دار ہوتی ہیں جن سے پروں کا کام لیتا ہے. ان پروں کا پھیلاؤ ڈیڑھ انچ سے پانچ فٹ تک ہوتاہے.یہ اپنے پیروں کے بل چل پھر نہیں سکتا اس لیے اڑ کر روزی حاصل کرتا اور درختوں اور چھتوں میں الٹا لٹکا رہتا ہے. دن کی روشنی میں اسے کچھ نظر نہیں آتا اس لیے غروب آفتاب کے بعد ہی پرواز کرتا ہے اور کیڑے مکوڑے اور رات کو اڑنے والے پروانے کھاتا ہے. چمگاڈروں کی ایک قسم پھل کھاتی ہے اور بعض گوشت خوار ہوتی ہیں جو مچھلی کا شکار کرتی ہیں. شمالی امریکہ کے

Presented by www.ziaraat.com

تاریک غاروں میں خونخوار چمگاڈریں بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں یہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوتی ہیں. ان کی خوراک انسانی و حیوانی خون ہے. جب یہ کسی انسان کا خون چوستی ہیں تو انسانی خون میں زہر سرایت کر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پہلے ہلکا سا بخار اور درد سر ہوتا ہے پھر سانس کی نالی متورم ہوجاتی ہے. کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے. جسم کا نیچے والا حصہ بے حس و حرکت ہوجاتا ہے. آخر سانس کی آمد و شد رک جاتی ہے اور وہ دم توڑ دیتا ہے.یہ خوں آشام چمگاڈریں اس وقت حملہ کرتی ہیں جب آدمی بے ہوش ہو یا سو رہا ہو. جاگتے میں حملہ کم ہوتا ہے اور خون چوستے وقت درد کا احساس تک نہیں ہوتا.

چمگاڈر کی آنکھ خاص قسم کی ہوتی ہے جو صرف تاریکی ہی میں کام کرسکتی ہے اور دن کے اجالے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی. اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کی وسعت کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے اور تیز روشنی میں سمٹ جاتا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی. یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی طاقت کے کیمرہ سے کھلی روشنی میں تصویر اتاری جائے تو روشنی کی چھوٹ سے تصویر دھندلی اترتی ہے. اسی لیے کیمرہ کے شیشہ کا سائز جو بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے چھوٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ روشنی کی چکاچوند کم ہوجائے اور تصویر صاف اترے. اگر چمگاڈر کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کے مقابلہ میں کم ہوتا تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح دن کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی .

خطبہ ۱۵۴

اس میں اہل بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے.

جو شخص ان فتنہانگیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کیا طاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے. اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں انشائ اللہ تمہیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا. اگرچہ وہ سفر کٹھن دشواریوں اور تلخ مزوں کو لیے ہوئے ہے. رہیں۱# فلاں تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آ گئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں.اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں. ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے.

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے : (ایمان کی راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نورانی ہے. ایمان سے نیکیوں سے استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے ایمان سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور موت سے دنیا کے سارے جھنجھٹ ختم ہوجاتے ہیں اور دنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے. مخلوقات کیلئے قیامت سے ادھر کوئی منزل نہیں. وہ اسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ لگانے والی ہے.

اس خظبہ کا ایک جزیہ ہے : وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ پڑے ہر گھر کے لیے اس کے اہل ہیں کہ نہ وہ اسے تبدیل کرسکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہوسکیں گے. نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں نہ ان کی وجہ سے موت قبل ازوقت آسکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہوسکتی ہے. تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ ایک مضبوط رسی روشن و واضح نور نفع

Presented by www.ziaraat.com

بخش شفا پیاس بجھانے والی سیرابی تمسک کرنے والے کیلئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کیلئے نجات ہے- اس میں خجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑآ جائے. کثرت سے دھرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اسے پرانا نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت لے جانے والا ہے.

) اسی اثنائی میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہ سے دریافت کیا تھا! آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ » کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنون سے دوچار نہیں ہوں گے تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں چنانچہ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے علی! میرے بعد میری امت جلدی فتنوں میں پڑ جائے گی. تو میں نے کہا یا رسول اللہ (احد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہوچکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ شہادت تمہیں پیش آنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ یونہی ہو کر رہے گا. (یہ کہو) کہ اس وقت تمہارے صبر کی کیا حالت ہوگی تو میں نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ اللہ یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے یہ تو (میرے لیے (مFUدہ اور شکر کا مقام ہوگا. تو آپ نے فرمایا کہ یا علی حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائے گے اور دین اختیار کرلینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے. اس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہوجائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبھوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کرلیں گے شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کانام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے (پھر) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں انہیں اسموقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہوگئے ہیں یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ فتنہ کے مرتبہ پر.

#١ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرتر عائشہ کا روایہ امیرالمومنینعلیہ السّلام سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر ان کے دل کی کدورت ان کے چھرے پر کھل جاتی اور طرز عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی. یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آجاتا تو ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ تھیں. چنانچہ عبیداللہ ابن عبداللہ نے حضرت عائشہ کی روایت کا کہ پیغمبر حالت مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخض کا سہارا لے کر ان کے ہاں چلے آئے. حضرت عبداللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انہوں‌نے فرمایا.

کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخض کون تھا اس نے کہا کہ نہیں کہ وہ علی ابن ابی طالب تھے مگر حضرت عائشہ کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وہ علی کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کرتیں.

اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمہ الزہرائی کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت و توقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور سوتاپے کی جلن یہ گوارا نہ کرسکتی تھی کہ پیغمبر سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اسے دیکھتے ہی

Presented by www.ziaraat.com

تعظیم کیلئے کھڑے ہوجائیں اور اپنی مسند پر جگہ دیں اور سیدۃ نسائی العالمین کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک دوست رکھیں کہ انہیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں. یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوتی تو وہ پیغمبر کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسن و حسین کے وہ ان کی محبت کا مرکز بنتے مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ کر پورا کرلیا. غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیاجس کے تقاضے سے مجبور ہوکر جناب سیدہ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں. مگر پیغمبر کی توجہات ان سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکیں .اس رنجش و کشیدگی کا تذکرہ حضرت ابوبکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا. جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے مگر ان کے کئے بھی کچھ نہ ہوسکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں. یہاں تک کہ پیغمبر اکرم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آگئی. اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدد چاہتے روا رکھتے. چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیدہ کو محروم الارث قرار دینے کیلئے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے. بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے. جس سے سیدہ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئیں. حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا. ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کرتیں. چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ

جب حضرت فاطمۃ الزہرائ علیہ السّلام نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کیلئے پہنچ گئیں سوا عائشہ کے کہ وہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علی تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن سے ان کی مسرت و شادمانی کا پتہ چلتا تھا.

جب جناب سیدہ سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہوگا وہ کس طرح ان کی دشمنی و عناد سے بچ سکتا ہے جب کہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبہ نفرت کو ابھارتے ہوں جیسے واقعہ افک کے سلسلہ میں امیرالمومنینعلیہ السّلام کا پیغمبر سے یہ کہنا کہ ان ہی الاشسع نعلک. یہ تو آپ کی جوتی کا تسمہ ہے اسے چھوڑئیے اور طلاق دے کر الگ کیجئے- جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہوگا تو یقینا بے قرار کے بستر پر کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرت کے خلاف جذبہ نفرت انتہائی شدت سے ابھرا ہوگا. پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حصرت ابوبکر کے مقابلہ میں حضرت کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کرکے دکھایا گیا. جیسے تبلیغ سورئہ برات کے سلسلہ میں پیغمبر کا انہیں معزول کرکے واپس پلٹا لینا اور یہ خدمت حضرت علی XS کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ »انی امرت ان ابلغہ. انا او رجل من اھل بیتی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود سے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو اسی طرح مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابوبکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا چنوا دئیے اور صرف امیرالمومنین

Presented by www.ziaraat.com

علیہ السّلام کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا.

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرت کا تفوق گوارا نہ کرسکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیداہوتی تھی تو اسے مٹانے کی کوشش اٹھا نہ رکھتی تھیں. چنانچہ جب پیغمبر نے آخروقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر کو بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازواج پیغمبر کے ذریعہ انہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر کی حالت نازک ہے. لشکر کو آگے بڑھنے کے بجائے پلٹ آنا چاہیے. چونکہ ان دور رس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ رحلت نبی کے بعد امیرالمومنین علیہ السّلام سے کوئی مزاحم نہ ہو اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپ منصب خلافت پر فائز ہوجائیں. چنانچہ لشکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا. جب پیغمبر نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اوریہ تک فرمایا لعن اللہ علی من تخلف عن جیش اسامۃ جو شخص لشکر اسامہ سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت ہو. جس پر وہ پھر روانہ ہوئے مگر پھر انہیں واپس بلایا جاتا ہے. یہاں تک کہ پیغمبر کے مرض نے شدت اختیار کرلی اور لشکر کو روانہ ہونا تھا نہ ہوا. اس کاروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابوبکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سرانجام دیں تاکہ ان کی خلافت کیلئے راستہ ہموار ہوجائے. چنانچہ اسی کے پیش نظر انہیں خلیفۃ رسول اللہ علی الصلواۃ کہہ کر علی الاطلاق مان لیا گیا اورپھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیرالمومنین علیہ السّلام تک نہ پہنچ سکے لیکن دور ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے مجبور ہوگئے. حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انہیںجب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے. غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کرلی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں. اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا .جس کے نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سرزمین کشتوں کے خون سے رنگین ہوگئی. اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کیلئے کھل گیا .

خطبہ ۱۵۵

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اوراپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیاہے. اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گزر جانے والے کے ساتھ تھی جتنا زمانہ گزر چکا ہے وہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں آخر میں بھی اس کی مصیبتیں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتی ہیں اوراس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کہ وہ تمہیں دھکیل کر اس طرح لیے جا رہی ہے جس طرح للکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے اور چیزوں میں پڑ جاتا ہے وہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اسے سرکشیوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اوراس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے سج دیتے ہیں آگے بڑھنے والوں کی آخری منزل

Presented by www.ziaraat.com

جنت ہے اور عمداً کوتاہیاں کرنے والوں کی حد جہنم ہے ۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والے سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کرسکتی ہے. دیکھو تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اوریقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں.

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو تمہیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو اس نے تو تمہارے لیے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کی راہیں اجاگر کر دی ہیں. اب یا تو امٹ بدبختی ہوگی یا دائمی خوش بختی و سعادت دار فانی سے عالم باقی کیلئے توشہ مہیا کر لو تمہیں زاد راہ کا پتہ دیا جاچکا ہے اور کوچ کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کیلئے جلدی مچائی جا رہی ہے. تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیاجائے گا. بھلا وہ دنیا کو لے کرکیا کرے گا جو آخرت کیلئے پیداکیا گیا ہو اور اس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اس سے چھن جانے والا ہے اور اس کا مظلمہ و حساب اس کے ذمہ رہنے والا ہے.

اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیاہے اسے چھوڑانہیں جاسکتا اور جس برائی سے روکا ہے اس کی خواہش نہیں کی جاسکتی.

اللہ کے بندو! اس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں کی جانچ پڑتال اورزلزلوں کی بہتات ہوگی اور بچے تک اس میں بوڑھے ہوجائیں گے.

اے اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمہارا ضمیر تمہارا نگہبان اور خود تمہارے اعضائ و جوارح تمہارے نگران ہیں اور تمہارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح صحیح یاد رکھنے والے (کراماً کاتبین) ہیں ان سے نہ اندھیری رات کی اندھیاریاں چھپا سکتی ہیں اور نہ بند دروازے تمہیں اوجھل رکھ سکتے ہیں. بلاشبہ آنے والا کل »آج کے دن سے قریب ہے.

«آج کا دن اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا. اور» کل اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے. گویا تم میں سے ہر شخص زمین کےاس حصہ پر کہ جہاں تنہائی کی منزل اور گڑھے کا نشان (قبر) ہے پہنچ چکا ہے. اس تنہائی کے گھر وحشت کی منزل اور مسافرت کے عالم تنہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیاجائے. گویا کہ صور کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اورآخری فیصلہ سننے کے لیے تم) قبروں سے) نکل آئے ہو باطل کے پردے تمہارے آنکھوں سے ہٹا دئیے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لیے ثابت ہوگئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں. عبرتوں سے پند و نصیحت اور زمانہ کے الٹ پھیر سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ .

خطبہ ۱۵۶

) اللہ نے) آپ کو اس وقت رسولبنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور امتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور) دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے. چنانچہ آپ ان کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق) کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر

Presented by www.ziaraat.com

آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اوروہ قرآن ہے. اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آئندہ کے معلومات گذشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے.

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے : اس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اونی خےمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظالم غم و حزن کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اس کے اندر نہ پہنچائیں وہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمہارا کوئی عذر خواہ اور زمین می کوئی تمہارا مدد گار نہ رہے گا. تم نے امر (خلافت) کیلئے نااہلوں کو چن لیا اور اسی جگہ پر سے لااتارا کہ جو اس کے اترنے کی جگہ نہ تھی. عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا. کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا یوں کہ انہیں کھانے کیلئے حنظل اور پینے کے لیے ایلوا اور زہریلا ہل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس خوف اور بیرونی پہناوا تلوار ہوگا. وہ گناہوں کیسواریاں اور خطاؤں کے باربردار اونٹ ہیں .میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد بنی امیہ کویہ خلافت اس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح بلغم تھوکا جاتا ہے. پھر جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وہ اس کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزا اٹھا سکیں گے .

خطبہ ۱۵۷

میں تمہارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمہاری نگہداشت و حفاظت کرتا رہا اور تمہیں ذلت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا (یہ صرف) تمہاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمہاری بہت سی ایسی برائیوں سے چشم پوشی برتنے کیلئے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں .

خطبہ ۱۵۸

اس کا حکم فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے عفو کرتا ہے. بارالٰہا! تو جو کچھ (دے کر) لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن) مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لیے حمد و ثنا ہے ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو. ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے. ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے کوئی حجاب ہے اور نہ اس کیلئے کوئی بندش ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اورنہ اس کا سلسلہ ختم ہو ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے نہ تجھے غنودگی ہوئی ہے اور نہ نیند آتی ہے نہ تار نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں تو نے نظروں کو پالیاہے اور عمروں کا احاطہ کرلیاہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات)جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان عیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کر کے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر پہچاننا چاہے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وہ اپنے خیال میں اس کا دعوے دار بنتا ہے کہ اس کا دامن امید اللہ سے وابستہ ہے. خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے (اگر ایسا ہی ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی جبکہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہوجایا کرتی ہے. سوائے اس امید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے .مگر اللہ کا خوف غیر یقینی ہے وہ اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا امیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے. وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں کیا جاتا جتنا بندوں کے لیے کیا جاتا ہے کیا تمہیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان امیدوں (کے دعوؤں) میں جھوٹے تو نہیں؟ یا یہ کہ تم اسے محل امید ہی نہیں سمجھتے یوں ہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی صورت اس کے لیے اختیار کرتا ہے اللہ کیلئے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا انسانوں کا خوف تو اس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط) وعدے یوں ہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پالیتی ہے اور اس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے. تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لیے کافی ہے اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کیلئے رہنما ہے. اس لیے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کیلئے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں ور اس (زال دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپ کا رخ موڑ دیا گیا. اگر دوسرا نمونہ چاہو تو موسیٰ کلیم اللہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ: پروردگارا! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اس کا محتاج ہوں خدا کی قسم انہوں نے صرف کھانے کے لیے روٹی کا سوال کیا تھا. چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور) جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں. وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انہیں بیچ کر میری دستگیری کرے) پھر) جو اس کی قیمت ملتی اس سے جو کی روٹی کھا لیتے تھے. اگر چاہو تو عیسیٰ ابن مریم کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے

Presented by www.ziaraat.com

سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لیے اگاتی تھی وہ ان کے لیے پھل پھول کی جگہ تھی نہ ان کی بیوی تھیں جو انہیں دنیا (کے جھنجٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لیے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انہیں رسوا کرتی. ان کی سواری ان کے دونوں پاہوں اور خادم ان کے دونوں ہاتھ تھے. تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنےوالے کے لیے ڈھارس ہے. ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پرچلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جنہوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے. ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو برا جانا ہے تو آپنے بھی اسے برا ہی جانا اور اللہ نے ان چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپ نے بھی اسے پست ہی قرار دیا . اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسول برا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو برا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کیلئے یہی بہت ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے. اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے. گھر کا دروازہ پر) ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں.تو آپ نے اپنے ازواج میں سے ایک کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو. جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آجاتی ہیں. آپنے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اسے اوجھل رکھا تھا. یونہی جو شخص کسی شے کو برا سمجھتا ہے تو نہ اسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے عادات و خصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی. جبکہ آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قرب منزلت کے اس کی آرائشیں ان سے دور رکھی گئیں چاہیے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انہیں دنیا نہ دے کر ان کی عزت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہاہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کہ عزت بڑھائی ہے تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ نے دوسروں کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انہیں دنیا کی زیادہ سے زیادہ وسعت دے دی اور اس کا رخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ رکھا. پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ ان کی پیروی کرے اور ان کے نشان قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا. کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے. دنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے. آپ

Presented by www.ziaraat.com

نے تعمیر کیلئے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا. یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دئیے اور اللہ کی طرف بلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی. یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک پیشرو و پیشوا جیسی نعمت عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بہ قدم چلتے ہیں (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم میں نے اپنی اس قمیض میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے.مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ اسے اتاریں گے نہیں؟ تو میں نے سے کہا کہ میری (نظروں سے) دور ہو کر صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اس طرح کی مدح کرتے ہیں .

خطبہ ۱۵۹

اللہ نے اپنے رسول کو چمکتے ہوئے نورروشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے کہ جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں. ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپ کا آوازہ (چار سو) پھیلا اللہ نے آپ کو مکمل دلیل شفا بخش نصیحت اور (پہلی حالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آسکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور) قرآنو سنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے تو اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو اس کی بدبختی مسلم اس کا شیرازہ درہم و برہم اور اس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگزیر) اور انجام طویل حزن اور مہلک عذاب ہے. میں اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں ایسا بھروسا کہ جس میں ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہے اور ایسے راستے کی ہدایت چاہتا ہوں کہ جو اس کی جنت تک پہنچانے والا اور منزل مطلوب کی طرف بڑھنے والا ہے.

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی کل رستگاری (کا وسیلہ) اور نجات کی منزل دائمی ہوگا. اس نے اپنے عذاب سے ڈرایا تو سب کو خبردار کر دیا اور جنت کی رغبت دلائی تو اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی دنیا اور اس کے فنا و زوال اور اس کے پلٹ جانے کو کھول کر بیان کیا .جو چیزیں اس دنیا سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں ان سے پہلو بچائے رکھو. کیونکہ ان میں سے ساتھ جانے والی تو بہت ہی تھوڑی ہیں. دنیا کی منزل اللہ کی ناراضگیوں سے قریب اور اس کی رضامندیوں سے دور ہے. اللہ کے بندوں اس کی فکروں اور اس کے دھندوں سے آنکھیں بند کرلو اس لیے کہ تمہیں یقین ہے کہ آخر یہ جدا ہو جانے والی ہے اور اس کے حالات پلٹا کھانے والے ہیں. اس دنیا سے اس طرح خوف کھاؤ جس طرح کوئی ڈرنے والا اور اپنے نفس کا خیر خواہ اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا ڈرتا ہے. تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کے جو گرنے کی جگہیں دیکھی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو کہ ان کے جوڑ بند الگ الگ ہوگئے. نہ ان کی آنکھیں رہیں،اور نہ کان. ان کا شرف و وقار مٹ گیا ان کی مسرتیں اور نعمتیں جاتی رہیں اور بال بچوں کے قرب کے بجائے علیحدگی اور بیویوں سے ہم نشینی کے بجائے ان سے جدائی ہوگئی. اب نہ وہ فخر کرتے ہیں اور نہ انکے اولاد ہوتی ہے. نہ ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمسایہ بن کر رہتے ہیں. اے اللہ کے بندو! ڈرو جس طرح اپنے نفس پر قابو پالینے والا اور اپنی خواہشوں کو دبانے والا اور چشم بصیرت سے دیکھنے والا ڈرتا ہے کیونکہ (ہر) چیز واضح ہوچکی ہے. نشانات قائم ہیں راستہ ہموار ہے اور راہ سیدھی ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۰۶۱

حضرت کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ کو منصب سے الگ رکھا. حالانکہ آپ اس کے زیادہ حقدار تھے.

تو آپ نے فرمایا : کہ اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو اور بے راہ ہو کر چل نکلے ہو. (اسکے باوجود) چونکہ ہمیں تمہاری قرابت کا پاس و لحاظ ہے اور تمہیں سوال کرنے کا حق بھی ہے تو اب دریافت کیا ہے تو پھر جان لو کہ (ان لوگوں کا) اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے. (اس کے بعد حضرت نے بطور تمثیل یہ مصرع پڑھا) ۱# چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو کہ جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا. اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابو سفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم! کوئی تعجب نہیں ہے. اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہوگئی ہے. اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے. کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور اس کے سرچشمہ (ہدایت کے) فوارے کو بند کرنے کے درپے ہوئے اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی. اگر اس ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو میں انہیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور صورت ہوگئی تو پھر ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا دم نہ نکلے. اس لیے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے.

۱ #یہ عرب کے مشہور شاعر امرا ئ القیس کے ایک شعر کا مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے« .و ھات حدیثا ما حدیث الرواحل اس شعر کا واقعہ یہ ہے کہ جب امرائ القیس کا باپ حجر کندی مارا گیا تو وہ قبائل FUعرب میں چکر لگاتا تھا تاکہ ان کی مدد سے اپنے باپ کا قصاص لے سکے. چنانچہ بنی جدیلہ کے ایک شخص طریف کے یہاں چند دن ٹھہرا اور پھر وہاں سے اپنے کو غیر محفوظ سمجھ کر چل دیا اور خالد ابن سدوس کے ہاں جا اترا اس دوران میں بنی جدیلہ کا ایک شخص باعث ابن خویص اس کا اونٹ ہنکا لایا. امرائ القیس نے اپنے میزبان سے اس کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی اونٹنیاں میرے ساتھ کر دو میں تمہارے اونٹ ان سے واپس لائے دیتا ہوں. چنانچہ خالد ان کے ہاں گیا اور ان سے کہا کہ تم نے میرے مہمان کے اونٹوں کو لوٹ لیا ہے. تمہیں ان اونٹوں کو واپس کر دینا چاہیے. ان لوگوں نے کہا کہ وہ نہ تمہارا مہمان ہے اور نہ تمہاری زیر حمایت ہے خالد نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی میرا مہمان ہے اور یہ اس کی اونٹنیاں میرے ساتھ ہیں. ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم وہ اونٹ واپس کر دئیے دیتے ہیں کہا تو یہ لیکن ان اونٹوں کو واپس کرنے کے بجائے ان اونٹنیوں کو بھی ہنکا کر لے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے وہ اونٹ خالد کے روانہ کر دئیے تھے اور اس نے امرائ القیس کو دینے کے بجائے خود ان پر قبضہ کرلیا تھا. جب امرائ القیس کو اس کا پتہ چلا تو اس نے چند اشعار کہے جن کا ایک شعر یہ تھا. اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اونٹوں کا ذکر چھوڑو جنہیں لوٹا

Presented by www.ziaraat.com

جاچکا ہے. اب ان اونٹنیوں کی بات کرو جو ہاتھ سے جاتی رہی ہے.

حضرت کے اس شعر کو بطور تمثیل پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ معاویہ برسر پیکار ہے اس کی بات کرو اور ان لوگوں کی غارت گریوں کا ذکر رہنے دو کہ جنہوں نے پیغمبر کے بعد میرے حق پر چھاپہ مارا. وہ دور گزر چکا ہے اب اس دور کے فتنوں سے نپٹنے کا وقت ہے .لہذا وقت کی بات کرو اور بے وقت کی راگنی نہ چھیڑو. یہ اس لیے فرمایا کہ سائل نے یہ سوال جنگ صفین کے موقع پر کیا تھا. جب جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور کشت و خون کی گرم بازاری تھی .

خطبہ ۱۶۱

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا فرش زمین کا بچھانے والا ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے. نہ اس کی اولیت کی کوئی ابتدائی اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے وہ ایسا اول ہے جو ہمیشہ ہے اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں اس نے تمام چیزوں کو ان کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جدا گانہ صورتوں اور شکلوں میں محدود کر دیا تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ رکھے. تصورات اسے حدود و حرکات اور اعضائی و حواس کے ساتھ متعین نہیں کرسکتے. اس کے لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کب سے ہے اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے کہ وہ » کب تک ہے. وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ » کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ (کس میں) وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے. وہ چیزوں سے اس طرح قریب نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی طور پر ان سے الگ ہو کر دور ہوا ہے. اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ باندھ کر دیکھنا کسی لفظکا دہرایا جانا کسی بلندی کا دور سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع و غرب) کے چکروں) میں اور زمانہ کی ان کی گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد و شد سے (پیدا) ہوتی ہے وہ ہر مدت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار سے پ ہلے ہے- اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے. حدیں تو اس کی. مخلوق کیلئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے. اس نے اشیائ کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں بلکہ اس نے جو چیز پیدا کی اسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل و صورت دی. کوئی شے اس کے (حکم سے) سرتابی نہیں کرسکتی نہ اس کو کسی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے. اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے. ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے : اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیاریوں اور

Presented by www.ziaraat.com

دوہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے ان کی نگہداشت کی گئی ہے. تیری ابتدا مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا نہ تو کسی پکار کا جوابدیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا. پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائیں. بھلا جو شخص ایک صورت و اعضائی والی کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اسے پالینے سے دور نہ ہوگا .

خطبہ ۱۶۱

جب امیرالمومنین علیہ السّلام کے پاس لوگ جمع ہوکر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں انہیں بری معلوم ہوئی تھیں ان کا گلہ کیا اور چاہا کہ حضرت ان کی طرف سے بات چیت کریں اور لوگوں کو رضا مند کرنے کا ان سے مطالبہ کریں.چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ لوگ میرے پیچھے (منتظر (ہیں اور مجھے اس مقصد سے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جب کہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو اور نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس کا تمہیں علم نہ ہو جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں. تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہنچائیں جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے سنا تم نے بھی سنا. جس طرح ہم رسول اللہ کی صحبت میں رہے. تم بھی رہے اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہیے اور تم رسول سے خاندانی قرابت کی بنائی پر ان دونوں سے قریب تر بھی ہو اور ان کیا یک طرح کی دامادی بھی تمہیں حاصل ہے کہ جو انہیں حاصل نہ تھی کچھ اپنے دل میں اللہ کا بھی خوف کرو. خدا کی قسم اس لیے تمہیں سمجھایا نہیں جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر آ نہ سکتا ہو اور نہ اس لیے یہ چیزیں تمہیں بتائی جا رہی ہیں کہ تمہیں علم نہ ہو اور (لا علمی کے کیا معنی) جب کہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں. یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی ہوئی سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے. سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑا رہے اور دوسرے بھی اس کیوجہ سے گمراہی میں پڑیں اور (رسول سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کرے. میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن ظالم کو اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ اور اسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اسے جہنم کے گہراؤ میں جکڑ دیا جائے گا. میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا

Presented by www.ziaraat.com

ہوں کہ تم اس امت کے وہ سربراہ نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے. چونکہ کہا گیا ہے کہ اس امت میں ایک ایسا حاکم مارا جائے گا جو اس کے لیے قیامت تک قتل و خون ریزی کا دروازہ کھول دے گا اور اس کے تمام امور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اس میں فتنوں کو پھیلائے کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کرکے نہ دیکھ سکیں گے اور وہ فتنوں میں (دریا کی) موجوں کی طرح الٹے پلٹے کھائیں گے اور انہی میں تہ و بالا ہوتے رہیں گے. تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے اورجب کہ تم سن رسیدہ بھی ہوکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے.

) عثمان نے کہا) : کہ آپ ان لوگوں سے بات کریں کہ وہ مجھے (کچھ عرصہ کیلئے) مہلت دیں کہ میں ان کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہوسکوں تو آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا تعلق مدینہ سے ہے ان میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں. البتہ وہ جگہیں نگاہوں سے اوجھل (اوردور) ہیں ان کیلئے اتنی مہلت ہوسکتی ہے کہ تمہارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے.

#۱ حضرت عثمان کے دورخلافت میں جب حکومت اوراس کے کارندوں کے ستائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہنچانے کیلئے مدینہ میں سمٹ آئے تو پرامن طریق کار اختیار کرتے ہوئے امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انہیں سمجھائیں بجھائیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اوران فتنوں کا سدباب کریں جورعیت کیلئے تباہی کا باعث بن رہے ہیں. جس پر حضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اوراس موقع پریہ کلام ارشاد فرمایا:

امیرالمومنین علیہ السّلام نے موعظت کی تلخیوں کو خوشگوار بنانے کیلئے تمہید میں وہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے جو اشتعال دلانے کے بجائے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے وار فرائض کی جانب متوجہ کرے. چنانچہ ان کی صحابیت شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ ان کی مدح سرائی کا نہ تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کرکے اسے قصیدئہ شرف سمجھ لیا جائے جبکہ تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان بوجھ کر کرتے تھے. ایسا نہ تھا کہ انہیں علم و اطلاع نہ ہو اور لاعلمی پر ان کی لغزشوں کو قابل مواخذہ نہ سمجھا جائے ہاں اگر رسول اللہ کی صحبت میں رہنے ان کی تعلیمات کو سننے ان کے طرز عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دنیائے اسلام چیخ اٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریف کو بھی مدح سمجھا جاسکتا ہے. اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح نہیں کہا جاسکتا حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کیلئے ہیں کیونکہ بے خبر یو لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے.جرم کا ارتکاب اس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے. چنانچہ اگر راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص گھپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے اجالے میں ٹھوکر کھائے تو اسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو. راستے کی اونچ نیچ سے بھی واقف ہو تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت علمی و روشنی

Presented by www.ziaraat.com

چشم کو سراہا جا رہا ہے. بلکہ مطلب یہہوتا ہے کہ اس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا. لہذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر اور جاننا نہ جاننا کیسا ہے.

اس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ و ام کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے ان سے کیا .اس کی وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ دامادی عثمان کو نوعیت کیا ہے .تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں اولیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا بلکہ ان سے قبل رقیہ و ام کلثوم ابو لہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ سے منسوب تھیں. مگر ان کو باوجود پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبان شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جوہر ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بنا پر سرمایہ افتخار سمجھا جاسکتا ہے جب کہ اس رشتہ کی اہمیت کے متعلق نہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ یہ کہا جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دائر تھا . پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے. یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو تاریخ و حدیث و سیر میں کسی کرداری شخصیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو. جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کیلئے طرہ امتیاز قرار دیا جائے. اگر قبل بعثت عتبہ و عتیبہ سے ان کا بیاہا جانا اس بنائی پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حرمت کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا تو یہاں پر بھی صحت عقد کیلئے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور ااس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے زبان سے اقرار شہادتین بھی کیا اور بظاہر ایمان بھی لائے. لہذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جاسکتا ہے. اس کے علاوہ اور کسی امتیاز کو اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جاسکتا. پھر یہی کہاں مسلم ہے کہ وہ رسول اللہ کی صلبی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلب رسول سے ہونے سے انکار کرتا ہے اور وہ انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ کی بہن ہالہ کی اولاد یا ان کے پہلے شوہر کی اولاد قرار دیتا ہے. چنانچہ ابوالقاسم الکوفی متوفی ۲۵۳ھج تحریر فرماتے ہیں.

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہوگیا اور اس نے دو لڑکیاں چھوڑیں ایک کا نام زینب تھا اور ایک کا نام رقیہ اور ان دونوں نے پیغمبر علیہ السّلام اور خدیجہ کو گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم بچہ کسی کی گود میں پرورش پاتاتھا تو اسے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا.

اور ابن ہشام نے حضڑت خدیجہ کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

حضرت خدیجہ رسول اللہ کے حبالہ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عتیق ابن عائذ کے عقد میں تھیں. جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی.

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ کی دو لڑکیاں عقد رسول میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسب ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیاہی جائیں گی وہ پیغمبرکے داماد ہی کہلائیں گے. لیکن دامادی کی حیثیت وہی ہوگی جو ان لڑکیوں کے بیٹی ہونے کی ہوسکتی ہے. لہذا اسے محل افتخار میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی

Presented by www.ziaraat.com

حیثیت کو دیکھ لینا چاہیے اور حضرت عثمان کے رویہ پر بھی ایک نظر کرلینا چاہیے. چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں.

انس ابن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم دختر رسول کے دفن کی موقع پر موجود تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں. آپ نے فرمایا؟ کہ کون تم میں ایسا ہے جو آج کی رات ہم بستر نہ ہوا ہو. ابو طلحہ نے کہا کہ میں حضرت نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اترو. چنانچہ وہ قبر میں اترے.

اس موقع پر پیغمبر اکرم نے حضرت عثمان کے راز درون پردہ کو بے نقاب کرکے انہیں قبر میں اترنے سے روک دیا. حالانکہ پیغمبر کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر تھا. کہ وہ کسی کے اندرونی حالات کو طشت ازبام کرکے اس کی ہتک و اہانت گوارا نہ کرتے تھے اور دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوشی فرما جاتے تھے مگر یہ کردار کا گھنونا پن کچھ ایسا تھا کہ بھرے مجمع میں انہیں رسوا کرنا ضروری سمجھا گیا .

خطبہ ۱۶۳

جس میں مور کی عجیب و غریب آفرینش کا تذکرہ فرمایا ہے.

قدرت نے ہر قسم کی مخلوق کو وہ جاندار ہویا بے جان ساکن ہویا متحرک عجیب و غریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جن کے سامنے عقلیں اس کی ہستی کا اعتراف اور اس کی (فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سر اطاعت خم کرچکی ہیں اور اس کی یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہوئی اور (اس کے خالق بے مثال ہونے پر) مختلف شکل و صورت کے پرندوں کی آفرینش سے ابھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں. وہ پرندے جن کو اس نے زمین کے گڑھوں دروں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے جو مختلف طرح کے پرو بال اور جداگانہ شکل و صورت والے ہیں. جنہیں تسلط (الٰہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کشادہ ہوا کی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں. انہیں جبکہ یہ موجود نہ تھے عجیب و غریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کرکے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت قائم کی. ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں ان کے جسموں کے بوجھل ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہو کر تیز پروازی سے روک دیا ہے اور انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے ہی اونچے ہوکر پرواز کرسکیں. اس نی اپنی لطیف قدرت اور باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں سے ترتیب دیا ہے- چنانچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں .یوں کہ جس رنگ میں انہیں ڈبو دیا گیا ہے اس کے علاوہ کسی اور رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انہیں پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا جس سے خود رنگین ہیں. ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقت مور ہے کہ (اللہ نے) جس کے (اعضائ کو) موزونیت کے محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے رنگوں کو ایک حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے. یہ (حسن و توازن) ایسے پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے

Presented by www.ziaraat.com

سے) جوڑ دیا ہے اور ایسی دم سے ہی جو دور تک کھنچتی چلی جاتی ہے جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے تو اپنی لپٹی ہوئی دم کو پھیلا دیتا ہے اور اسے اس طرح اونچا لے جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ افگن ہو کر پھیل جاتی ہے. گویا وہ (مقام) دارین کیاس کشتی کا بادبان ہے جسے اس کا ملاح ادھر ادھر موڑ رہا ہو. وہ اس کے رنگوں پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو) حاملہ کرنے کیلئے جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے نروں کی طرح جوڑ کھاتا ہے. میں اس (بیان) کیلئے مشاہدہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں. اس شخص کی طرح نہیں کہتا جو کسی کمزور سند کا حوالہ دے رہا ہو .گمان کرنے والوں کا یہ صرف وہم و گمان ہے کہ وہا پنے گوشہ ہائے چشم کی بہائے ہوئے اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اس کی پلکوں کے دونوں کناروں میں میں آ کر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اسے پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دینے لگتی ہے. اور اس پھوٹ کر نکلنے والے آنسو کے علاوہ یوں نر اس سے جفتی نہیں کھاتا. اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوے کے اپنی مادہ کو (پوٹے سے دانا پانی) بھرا کر انڈوں پر لانے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے (تم اگر بغور دیکھو گے) تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلائیاں تصور کرو گے اوران پر جو عجیب و غریب ہالے بنے ہوئے ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پرو بال) اگے ہوئے ہیں (انہیں زردی میں (خالص سونا اور (سبزی میں) زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے اگر تم اسے زمین کی اگائی ہوئی چیزوں‌سے تشبیہہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم بہار کے چنے ہوئے شگوفوں کا گلدستہ ہے اور اگر کپڑوں سے تشبیہہ دو گے تو وہ منقش حلول یا خوشنما یمنی چادروں کے مانند ہے اور اگر زیوراتگ سے تشبیہہ دو گے تو وہ رنگ برنگ کے ان نگینوں کی طرح ہے جو مرصع بجواہر چاندی میں دائروں کی صورت میں پھیلا دئیے گئے ہوں وہ اس طرح چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر محو خرام ہوتا ہے اور اپنی دم اور پرو بال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے پیراہن کے حسن و جمال اور اپنے گلوبند کی رنگتوں کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس طرح اونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد کو ظاہر کر رہا ہے اور اپنے سچے درد (دل) کی گواہی دے رہا ہے. کیونکہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دوغلے مرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کانٹا نمایاں ہوتا ہے اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے صراحی (کی گردن) اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصہ کہ جہاں اس کا پیٹ ہے یمنی دسمہ کے رنگ کی طرح (گہرا سبز) ہے یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کئے ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو. گویا کہ وہ سیاہ رنگ کیاوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک دمک کی بہتات سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تروتازہ سبزی کی (الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے اس کے کانوں کے شگاف سے ملی ہوئی بابونہ کے پھولوں جیسی ایک سفید چمکیلی لکیر ہوتی ہے. جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے وہ (لکیر) اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں جگمگاتی ہے. کم ہی ایسے رنگ ہوں گے جس نے سفید دھاری کا کچھ حصہ نہ لیا ہو اور وہ ان رنگوں پر اپنی آب و تاب کی زیادتی اپنے پیکر ریشمیں کی چمک دمک اور زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے. وہ ان بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنہیں

Presented by www.ziaraat.com

نہ فصل بہار کی بارشوں نے پروان چڑھایا ہو اور نہ گرمیوں کے سورج نے پرورش کیا ہو وہ کبھی اپنے پروبال سے برہنہ اور اپنے رنگین لباس سے عریاں ہو جاتا ہے. اس کے بال و پر لگاتار جھڑتے ہیں اور پھر پے در پے اگنے لگتے ہیں. وہ اس کے بازوؤں سے اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے. یہاں تک کہ جھڑنے سے پہلے جو شکل و صورت تھی اسی کی طرف پلٹ آتا ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سر مو ادھر سے ادھر نہیں ہوتا اور نہ کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے. جب اس کے پروں کے ریشوں میں سے کسی ریشے کو تم غور سے دیکھو گے تو وہ تمہیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سرخی اور کبھی زمرد جیسی سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائیے گا (غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفتوں تک فکروں کی گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں یا عقلوں کی طبع آزمائیاں کس طرح وہاں تک رسائی پاسکتی ہیں. یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیوں کر اس کے وصفوں کو ترتیب دے سکتے ہیں کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جز نے واہموں کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہو تو پاک ہے. وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت بیان کرنے سے بھی عقلوں کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان آنکھوں نے اس کو ایک حد میں گھرا ہوا اور (اجزائی (سے مرکب اور (مختلف رنگوں سے) رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس) مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی صفتوں کے بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے اور پاک ہے وہ خدا کہ جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور اپنی ذات پر لازم کرلیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اس نی روح داخل کی ہے. جنبش نہیں کھائے گا مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ اور فنا کو اس کی حد آخر قرار دے گا.

اس خطبہ کا یہ حصہ جنت کے بیان میں ہے. اگر تم دیدہ دل سے جنت کی ان کیفیتوں پر نظر کرو جو تم سے بیان کی جاتی ہیں تو تمہارا نفس دنیا میں پیش کی ہوئی عمدہ سے عمدہ خواہشوں اور لذتوں اور اس کے مناظر کی زیبائشوں سے نفرت کرنے لگے گا اور وہ ان درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آوازوں میں کہ جن کی جڑیں جنت کی نہروں کے کناروں پر مشک کے ٹیلوں میں ڈوبی ہوئی ہیں کھو جائے گا اور ان کی بڑی اور چھوٹی ٹہنیوں میں تروتازہ موتیوں کے گچھوں کے لٹکنے اور سبز پتیوں کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھلوں کے نکلنے کے) نظاروں) میں محو ہو جائے گا. ایسے پھل کہ جو بغیر کسی زحمت کے چنے جاسکتے ہیں اور چننے والے کی خواہش کے مطابق آگے بڑھ آتے ہیں وہاں کے بلند ایوانوں کے صحنوں میں‌اترنے والے مہمانوں کے گرد پاک صاف شہد اور صاف ستھری شراب (کے جام) گردش میں لائے جائیں گے وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کی بخشش و عنایت ہمیشہ ان کے شامل حال رہی یہاں تک کہ وہ اپنی جائے قیام میں اتر پڑے اور سفروں کی نقل و حرکت سے آسودہ ہوگئے -اے سننے والے اگر تو ان دلکش مناظر تک پہنچنے کیلئے اپنے نفس کو متوجہ کرے جو تیری طرف ایک دم آنے والے ہیں تو اس کے اشتیاق میں تیری جان ہی نکل جائے گی اور اسے جلد سے جلد اپ لینے کیلئے میری اس مجلس سے اٹھ کر قبروں میں‌رہنے والوں کی ہمسائیگی اختیار کرنے کیلئے آمادہ ہو جائے گا. اللہ سبحانہ اپنی رحمت سے ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جو نیک بندوں

Presented by www.ziaraat.com

کی منزل تک پہنچنے کی (سرتوڑ) کوشش کرتے ہیں.

سید رضی اس خطبہ کے بعص مشکل الفاظ کی توضیح و تشریح کے سلسلہ مین فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد یئور بملاقحۃ میں لفظ ارسے مباشرت کی طرف کنایہ ہے. یوں کہا جاتا ہے کہ ارالمراۃ یورھا یعنی اس نے عورت سے مباشرت کی اور آپ کے اس ارشاد کا نہ قلع داری عنجہ نوتیہ میں قلع کے معنی کشتی کے بادبان کے ہیں اور لفظ داری دارین کی طرف منسوب ہے اور دارین سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے کہ جہاں سے خوشبو دار چیزیں لائی جاتی ہیں اور عنجہ کے معنی ہیں اس کو موڑا اور استعمال یوں ہوتا ہے عنجت الناقۃ (عنجت بروزن نصرت) یعنی میں نے اونٹنی کے رخ کو موڑا اور اعنجھا عنجا اس وقت کھو گے کہ جب تم اس کے رخ کو موڑو گے اور نوتی کے معنی ملاح کے ہیں اور آپ کے ارشاد ضفتی جفونہ سے مراد مور کی پلکوں کے دونوں کنارے ہیں اور یوں ضفتان کے معنی دو کناروں کے ہوتے ہیں اور آپ کے قول فلذا لزبرجد میں فلذ فلذۃ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں اور آپ کے قول کبائس اللئو لئوا الرطب میں کبائس کباسہ کی جمع ہے جس کے معنی کھجور کے خوشے کے ہیں اور عسالیج عسلوج کی جمع ہے جس کے معنی ٹہنی کے ہیں.

#۱ مور ایک خوبصورت دلکش اور انتہائی چوکنا رہنے والا پرندہ ہے جو برما جاوا ہندو پاکستان اور مشرقی ایشیا کے ممالک میں پایا جاتا ہے اس کے پروں کی رنگینی دم کا پھیلاؤ اور رقص انتہائی جاذب نظر ہوتا ہے جب یہ اپنی دم کو جو ۵ انچ سے ۲۷ انچ تک لمبی ہوتی ہے. پھیلا کر چکر کاٹتا ہے تو نظروں میں مختلف رنگوں کی دنیا آباد ہو جاتی ہے جس طرح خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے اور بہار میں اُگتے ہیں. اسی طرح اس کے پر خزاں میں جھڑجاتے ہیں اور بہارمیں دوبارہ اگ آتے ہیں. بہار کا موسم اس کے حسن کے نکھار کا زمانہ ہوتا ہے. اسی موسم میں جوڑ کھاتا ہے مورنی تین سال کی عمر سے انڈے دینے لگتی ہے اور اس کی اوسط عمر پینتیس برس ہوتی ہے ایک سال میں کم و بیش بارہ انڈے دیتی اور ایک مہینہ تک انہیں سیتی ہے. مور اکثر انڈوں کو توڑ دیتا ہے. اس لیے اس کے انڈے مرغی کے نیچے بھی بٹھا دئیے جاتے ہیں مگر مرغی کے سینے سے بچوں کی خوبصورتی اور جسمانی ہیئت میں فرق آجاتا ہے. مور اپنی دلکشی و خوبصورتی کے باوجود منحوس تصور ہوتا ہے اور گھروں میں رکھنا برا سمجھا جاتا ہے .

خطبہ ۱۶۴

تمہارے چھوٹوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں. اور بڑوں کو چاہئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش ائیں. زمانہ جاہلیت کے ان اُجڈ ادمیوں کے مانند نہ ہو جاؤ کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و فہم سے کام لیتے تھے. وہ ان انڈوں کے چھلکوں کی طرح ہیں جو شتر مرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے. مگر انہیں سینے کے لیے چھوڑ دینا ایذارساں بچوں کے نکالنے کا سبب ہوتا ہے.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے: وہ الفت و یکجانی کے بعد الگ الگ اور اپنے مرکز سے منتشر ہوگئے ہوں گے البتہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے. جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ جدھر یہ جھکے ادھر وہ جھکیں گے یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن کے

Presented by www.ziaraat.com

لیے کہ جو بنی امیہ کے لیے بدترین دن ہو گا. انہیں اس طرح جمع کرے گا . جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں اللہ ان کے درمیان محبت و دوستی پیدا کرے گا اور پھر ان کا تہہ بہ تہہ جمے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا دے گا. اوران کے لیے دروازوں کو کھول دے گا کہ وہ اپنے ابھرنے کے مقام سے شہر بسا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہ نکلیں گے . جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ اس کے سامنےBX ک سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوطی اور نہ زمین کی اونچائی اس کا دھارا موڑ سکتی تھی . اللہ سبحانہ, انہیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دے گا. پھر انہیں چشموں (کے بہاؤ) کی طرح زمین میں پھیلا دے گا, اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کے حقوق کچھ لوگوں سے لے گا. اور ایک قوم کو دوسری قوم کے شہروں پر متمکن کر دے گا .خدا کی قسم ان کی سر بلندی و اقتدار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہو گا. اس طرح پگھل جائے گا. جس طرح اگ پر چربی . اے لوگو! اگر تم حق کی نُصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمہارا ہم پایہ ن تھا, وہ تم پر دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پر قابو پا لیا وہ تم پر قابو نہ پاتا . لیکن تم تو بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے اور پنی جان کی قسم میرے بعد تمہاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی. کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کر لیا اور دور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے . یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمہیں رسُول اللہ کے راستہ پر لے چلتا اور تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اتار پھینکتے .

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ظاہری اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان پر تشدد نہ کیا جائے . مگر اس طرح انہیں چھوڑدینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شرو مفاسد پھیلاتے ہیں .

خطبہ ۱۶۵

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے . تم بھلائی کی جانب سے رخ موڑ لوتا کہ سیدھی راہ پر چل سکو, فرائض کو پیشِ نظر رکھو اور انہیں اللہ کے بجا لاؤ, تا کہ یہ تمہیں جنت تک پہنچائیں . اللہ سبحانہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے . جو انجانی نہیں ہیں. اور ان چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں کوئی عیب و نقص نہیں پایا جاتا . اس نے مسلمانوں کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کے موقع و محل پر اخلاص و توحید کے دامن سے باندھ دیا ہے . چنانچہ مسلمان وہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان چبے رہیں . مگر یہ کہ کسی حق کی بنائی پر ان پر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ایذا پہنچانا جائز نہیں, مگر جہاں واجب ہو جائے ک اس چیز کی طرف بڑھو کہ جو ہمہ گیر اور تم میں سے ہر ایک کے لیے مخصوس ہے اور وہ موت ہے . چونکہ (گزر جانے والے) لوگو تمہارے سامنے ہیں اور (موت کی) گھڑی تمہیں پیچھے سے اگے کی طرف ہنکائے لیے جارہی ہے , ہلکے پھلکے رہو تا کہ اگے بڑھ جانے والوں کو پاسکو. تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جارہا ہے . اللہ سے اس کے بندوں اور اس کے شہروں کے بارے میں ڈرتے رہو. اس

Presented by www.ziaraat.com

لیے کہ تم سے) ہر چیز کے متعلق) سوال کیا جائے گا. یہاں تک کہ زمینوں اور چوپاؤں کے متعلق بھی اللہ کی اطاعت کرو, اس سے سرتابی نہ کرو. جب بھلائی کو دیکھو تو اسے حاصل کرو اور جب بُرائی کو دیکھو تو اس سے منہ پھیر لو .

خطبہ ۱۶۶

اپ کی بیعت ہو چکنے کے بعد صحابہ کی ایک جماعت نے اپ سے کہا کہ بہتر ہے کہ اپ ان لوگوں کو جنہوں نے عثمان پو فوج کشی کی تھی سزا دیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ .

اے بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اس سے بے خبر نہیں ہوں. لیکن میرے پاس(اس کی) قوت و طاقت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر ہیں وہ (اس وقت) ہم پر مسلط ہیں ہم ان پر مسلط نہیں اور عالم یہ ہے کہ تمہارے غالم بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور صحرائی عرب بھی ان سے مل جل گئے ہیں . اور اس وقت بھی وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ جیسا چاہیں تمہیں گزند پہنچا سکتے ہیں . کیا تم جو چاہتے ہو اس پر قابو پانے کی کوئی صورت تمہیں نظر اتی ہے؟ بلاشبہ یہ جہالت و نادانی کا مطالبہ ہے . ان لوگوں کی پشت پر مدد کا ایک ذخیرہ ہے. جب یہ قصہ چھڑنے لگا تو اس معاملہ میں لوگوں کے مختلف خیالاتہوں گے . کچھ لوگوں کی رائے تو وہی ہوگی جو تمہاری ہے اور کچھ لوگوں کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہو گی اور کچھ لوگوں کی رائے نہ ادھر ہوگی. نہ ادھر. اتنا صبر کرو کہ لوگ سکون سے بیٹھ لیں اور دل اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور اسانی سے حقوق حاصل کئے جا سکیں , تم میری طرف سے مطمئن رہو اور دیکھتے رہو کہ میرا فرمان تم تک کیا اتاہے . کوئی ایسی حرکت نہ کرو, جو طاقت کو متزلزل اور قوت کو پامال کردے اور کمزوری و ذلت کا باعث بن جائے . میں اس جنگ کو جہاں تک رک سکے گی, روکوں گا. اور جب کوئی چارہ نہ پاؤں گا تو پڑھ اخری علاج داغنا تو ہے ہی .

خطبہ ۱۶۷

جب جمل والوں نے بصرہ کا رخ کیا, تو اپ نے ارشاد فرمایا:

بیش اللہ نے اپنے رسوُل کو ہادی بنا کر بولنے والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا . اور (حق سے) مشابہہ ہو جانے والی بدعیتں ہی تباہ کای کرتی ہیں. مگر وہ کہ جن میں (مبتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھے. بلاشبہ حجت خدا کی (مبتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھئے . بلاشبہ حجت خدا کی (اطاعت میں) تمہارے لیے سامانِ حفاظت ہے . لہذا تم اس کی ایسی اطاعت کرو کہ جو نہ لائق سرزنش ہو, اور نہ بددلی سے بجا لائی گئی ہو. خدا کی قسم یاتو تمہیں (یہاطاعت) کرنا ہو گی . یااللہ اسلامی اقتدار تم سے منتقل کردے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف نہیں پلٹائے گا. یہاں تک کہ یہ اقتدار دوسروں کی طرف رخ موڑ لے گا .

یہ لوگو جہاں تک میری خلافت سے نارضا مندی کا تعلق ہے اپس میں متفق ہو چکے ہیں اور مجھے بھی جب تک تمہاری پراگندگی کا اندیشہ نہ ہو گا صبر کئے رہوں گا اگروہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس میں کامیاب ہو گئے تو مسلمان کا (رشتہ) نظم و نسق ٹوٹ جائے گا . یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے . اس دنیا کے طلب گار بن

Presented by www.ziaraat.com

گئے ہیں. اوریہ چاہتے ہیں کہ تمام امور(شریعت) کو پلٹا کر(دور جاہلیت) کی طرف لے جائیں. (اگر تم ثابت قدم رہے تو (تمہارا ہم پریہ حق ہوگا کہ ہم تمہارے امور کے تصفیہ کے لیے (کتاب) خدا اور سیرت پیغمبر پر عمل پیرا ہوں اور ان کے حق کو برپا اور ان کی سنت کو بلند کریں .

خطبہ ۱٦۸

جب امیرالمومنین علیہ السّلام بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کی ایک جماعت نے ایک شخص کو اس مقصد سے اپ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان کے لیے اہل جمل کے متعلق حضرت کے موقف کو دریافت کرے تاکہ ان کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں چنانچہ حضرت نے اس کے سامنے جمل والوں کے ساتھ اپنے رویہ کی وضاحت فرمائی جس سے اسے معلوم ہو گیا. کہ حضرت حق پر ہیں تو اپ نے اس سے فرمایا کہ (جب حق تم پر واضح ہو گیا ہے تو اب) بیعت کرو. اس نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور جب تک ان کے پاس پلٹ کر نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اٹھا سکتا تو حضرت نے فرمایا کہ) دیکھو) اگر وہی لوگو جو تمہارے پیچھے ہیں اس مقصد سے تمہیں کہیں پیشرو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کے لیے ایسی جگہ تلاش کرو, جہاں بارش ہوئی ہو اور تم (تلاش کے بعد (ان کے پاس پلٹ کر جاؤ, اور انہیں خبر دو کہ سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمہاری مخالفت کرتے ہوئے خشک اور ویران جگہ کا رخ رکیں تو تم اس موقعہ پر کیا کرو گے. اس نے کہا کہ میں ان کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھاس اور پانی کی طرف چل دُوں گا, تو حضرت نے فرمایا کہ (جب ایسا ہی کرنا ہے) تو پھر) بیعت کے لیے ہاتھ بڑھاؤ. وہ شخص کہتا ہے کہ خدا کی قسم حجت کے قائم ہو جانے کے بعد میرے بس میں نہ تھا کہ میں بیعت سے انکار کر دیتا. چنانچہ میں نے بیعت کر لی. (یہ شخص کلیب جرمی کے نام سے موسوم ہے .(

خطبہ ۱٦۹

جب صفین میں دشمن سے دو بدو ہر کر لڑنے کا ارادہ کیا تو فرمایا .

اے اللہ ! اے اس بلند اسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار جسے تو نے شب و روز کے سر چھپانے چاند اور سورج کے گردش کرنے اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی امدورفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے. جو تیری عبادت سے اکتاتا نہیں. اے اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لاتعداد دیکھی اور ان دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے اے مضبوط پہاڑوں کے پروردگار جنہیں تو نے زمین کے لیے میخ اور مخلوقات کے لیے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے. (اے اللہ) اگر تونے ہمیں دشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا, اور فریب حیات سے بچائے رکھنا. کہاں ہیں عزت و ابرو کے پاسبان؟ اور کہاں ہیں مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت ننگ و نام کی حفاظت کرنے والے با غیرت (اگر بھاگے تو)ننگ و عار تمہارے عقب میں ہے اور (اگر جمے رہے تو) جنت تمہارے سامنے ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۱۷۰

تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس سے ایک اسمان دوسرے اسمان کو اور ایک زمین دوسری زمین کو نہیں چھپاتی۔ اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا: مجھسے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے ابنِ ابی طالب اپ تو اس خلافت پر للچائے ہوئے ہیں. تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور (اس منصب کی اہلیت سے) دور ہو, اور میں ا س کا اہل اور (پیغمبر سے) نزدیک توہوں۔ میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے۔ اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو اور جب اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رخ موڑ دیتے ہو. چنانچہ جب بھری محفل میں مَیں نے اس دلیل سے اس (کے کان کے پردوں) کو کھٹکھٹایا تو چوکنا ہوا, اور اس طرح مبہُوت ہو کر رہ گیا کہ اسے کوئی جواب نہ سوجھتا تھا۔

خدایا! میں قریش اور ان کے مدد گاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس (خلافت) پر کہ جو میرے لیے مخصوص تھی ٹکرانے کے لیے ایکا کر لیا ہے۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ حق حق تو یہی ہے کہ اپ اسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ اپ اس سے دستبردار ہو جائیں۔

اس خطبہ کا یہ جزا صحاب جمل کے متعلق ہے : وہ لوگ(مکہ سے) بصرہ کا رُخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسُول اللہ کی حُرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے۔ جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لیے(شہر بشہر) پھرایا جاتا ہے۔ ان دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا تھا اور رسوُل اللہ کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے ائے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھا اور برضائی و رغبت میری بیعت کر چکا تھا یہ لوگ بصرہ میں میرے (مقررہ کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا. خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک نا کردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لیے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کردوں کیوں کہ وہ موجود تھے اور انہوں نے نہ تو اسے بُرا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی چہ جائیکہ انہوں نے مسلمانوں کے اتنے ادمی قتل کر دیئے۔ جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی جسے لے کر ان پر چڑھ دوڑے تھے۔

شرح خطبہ

حضرت عمر نے اپنے اخر وقت میں امیر المومنین علیہ السّلام کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا تھا اسی کو سعد ابن ابی وقاص نے شوریٰ کے موقعہ پر دہراتے ہوئے حضرت سے کہا کہ اے علی علیہ السّلام اپ اس منصب, خلافت کے بہت حریض ہیں جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جو اپنا حق طلب کرے اسے حریص نہیں کہا جا سکتا. بلکہ حریص وہ ہے جو اس حق تک پہنچنے سے مانع اور سدِ راہ ہو, اورنا اہلیت کے باوجود اسے حاصل کرنے کے درپے ہو.

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین علیہ السّلام اپنے حق دار سمجھتے تھے اور اپنا حق طلب کرتے تھے لیکن اس حق طلبی سے حق ساقط نہیں ہو جاتا کہ اسے خلافت کے نہ دینے کے لیے وجہ جواز قرار دے لیا جائے اور اسے حرص سے تعبیر کیا جائے اور اگر یہ

Presented by www.ziaraat.com

حرص ہے تو پھر کون ایسا تھا جو حرص کے پھندوں میں جکڑا ہوا نہ تھا . کیا انصار کے مقابلہ میں مہارجرین کی زور ازمائی ارکانِ شوریٰ کی باہمی کش مکش اور طلحہ و زبیر کی ہنگامہ ارائی اسی حرص کا نتیجہ نہ تھی؟ اگر امیر المومنین علیہ السّلام کو منصب کا لالچ ہوتا تو جب ابن عباس اور ابو سفیان نے بیعت قبول کرنے کے لیے زور دیا تھا. تو اپ نتائج و عواقب سے انکھیں بند کر کے ان کے کہنے پر اٹھ کھڑے ہوتے اور جب دور ثالث کے بعد لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ رہے تھے تو اپ بگڑے ہوئے حالات کا خیال کئے بغیر ان کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیتے . مگر اپ نے کسی موقعہ پر بھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایاجس سے یہ ظاہر ہو کہ اپ منصب کو منصب کی حیثیت سے چاہتے ہیں بلکہ خلافت کی طلب تھی تو صرف اس لیے کہ شریعت کے خدوخال بگڑنے نہ پائیں اور دین دوسروں کی خواہشوں کی اماجگاہ نہ بنے, نہ یہ کہ دنیا کی کامرانیوں سے بہرہ اندوز ہوں کہ جسے حرص کہا جا سکے .

مقصد یہ ہے کہ اگر وہ یہ نہ کہتے کہ میرا خلافت سے الگ رہنا بھی حق ہے تو میرے لیے اس پر صبر کرنا اسان ہوتا اس خیال سے کہ کم از کم میرے حق کا اعتراف تو ہے . اگر چہ اسے ادا کرنے کے لیے تیار نہیں .

خطبہ ۱۷۱

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار اس کے رسولوں کی اخری فرد, اس کی رحمت کا مFUدہ سُنا نے والے اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے .

اے لگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت و (صلاحیت) رکھتا ہو اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو. اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے تو(پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لیے کہا جائے گا اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا. اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام افراد امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں بلکہ (اس کی صورت تو انہوں نے یہ رکھی تھی کہ اس کے کرتادھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو) بیعت کے وقت موجود نہ ہوں گے . پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہو گا وہ (بیعت سے (انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے دیکھو! میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا , ایک وہ جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو, اور دوسرا جو اپنے معاہدہ کا پابند نہ رہے .

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے ! اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کرتا ہوں . کیوں کہ بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں ان میں تقویٰ سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک تمام چیزوں کے نتائج سے بہتر و برتر ہے . تمہارے اور دوسرے اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے. اور اس (جنگ) کے جھنڈے کو وہی اٹھائے گاجو نظر رکھنے والا(مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو پہچاننے والا ہو. تمہیں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو. اور جس چیز سے روکا جائے. اس سے بازرہو, اور کسی بات میں جلدی نہ کرو. جب تک اسے خوب سوچ سمجھ نہ لو, ہمیں ان اُمور میں کہ جن پر تم

Presented by www.ziaraat.com

ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو, غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے . دیکھو! یہ دنیا جس کی تم تمنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و رغبت سے بڑھتے ہو. جو کبھی تم کو غصہ دلاتی ہے اور کبھی تمہیں خوش کر دیتی ہے . تمہارا (اصلی) گھر نہیں ہے اور نہ وہ منزل ہے جس کے لیے تم پیدا کئے گئے ہو اور نہ وہ جگہ ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے . دیکھو! یہ تمہارے لیے باقی رہنے والی نہیں اور نہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو) اگر اس نے تمہیں(اپنی ارائیشوں سے) فریب دیا ہے تو اپنی بُرائیوں سے خوف بھی دلایا ہے . لہذا تم اس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ کھاؤ, اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بنائی پر اس کے طمع دلانے میں نہ اؤ. اس گھر کی طرف بڑھو جس کی تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اس دنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو تم میں سے کوئی شخص دنیا کی کسی چیز کے روک لیے جانے پر لونڈیوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے .ا طاعت خدا پر صبر کر کے اور جن چیزوں کی اس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی. ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو. دیکھو! اگر تُم نے دین کے اصول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کو کھو دینا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمہیں دنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچائے گی جسے تو نے محفوظ کر لیا ہو. خدا وند عالم ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اور تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے .

شرح خطبہ ○○○○○○○○○○○ شرح خطبہ

جب سقیفہ نبی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے دیا گیا کہ جو انتخاب کے موقع پر موجود ہوا سے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا, اور جو موجود نہ ہو وہ طے شدہ فیصلہ کے اگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا. لیکن جب امیر المومنین علیہ السّلام کے ہاتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کی تو امیر شام نے اس بنیاد پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چونکہ انتخاب کے موقع پر موجود نہ تھا لہذا اس پر اس فیصلہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی جس پر امیر المومنینعلیہ السّلام نے ان مسلمات اور مقررہ اصول و شرائط کے مطابق اس خطبہ میں جواب دیا کہ جو ان لوگوں میں طے پا کر ناقابل انکار بن چکے تھے اور وہ یہ کہ جو اہل مدینہ اور انصار و مہاجرین میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو معاویہ کو اس بنائی پر کہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھا . بیعت سے انحراف کا حق نہیں پہنچتا اور نہ طلحہ و زبیر بعیت کرنے کے عہد شکنی کے مجاز ہو سکتے ہیں .

حضرت نے اس موقع پر پیغمبر کے کسی ارشاد کو کہ جو اپ کی خلافت پر لض قطعی کی حیثیت رکھتا ہو. استدلال میں پیش نہیں فرمایا. اس لیے کہ انکار کی وجہ اصول انتخاب کے طریق کار کی بنا پر تھی. لہذا موقع و محل کے لحاظ سے انہی کے مسلمات کی رو سے جواب دینا ہی فریق مخالف کے لیے مسکت ہو سکتا تھا اور اگر نص رسول سے استدلال فرماتے تو اسے مختلف تاویلوں کی زد پر رکھ لیا جاتا اور بات سمٹنے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی اور پھر رحلت پیغمبر کے فوراً بعد اپ دیکھ چکے تھے کہ باوجود قرب عہد کے تمام نصوص وارشادات نظر انداز کر دیئے گئے , تو اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے گا, جبکہ قولِ رسول کے سامنے من مانی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی .

Presented by www.ziaraat.com

خطبه۱۷۲

طلحه ابن عبید اللہ کے متعلق فرمایا .

مجھے تو کبھی بھی حرب و ضرب سے دھمکایا اورڈرایا نہیں جا سکا ہے . میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدئہ نصرت پر مطمئن ہوں. خدا کی قسم وہ خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے کھنچی ہوئی تلوار کی طرح اس لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اسی سے ان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے . کیوں کہ (لوگوں‌کا) ظن غالب اس کے متعلق یہی ہے اوریہ حقیقت ہے کہ (قتل کرنے والی) جماعت میں اس سے بڑھ کر ان کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا. چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے کے سلسلے میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے اور اس میں شک پڑجائے خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملہ میں ان تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی عمل نہیں کیا. اگر ابن عفان جیسا کہ اس کا خیال تھا ظالم تھے تو (اس صورت میں) اسے چاہئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مدد گاروں سے علٰیحدگی اختیار کر لیتا اور اگر وہ مظلوم تھے تو اس صورت میں اس کے لیے مناسب تھا کہ ان کے قتل سے روکنے والوں اور ان کی طرف سے عذرو معذرت کرنے والوں میں ہوتا اور اگر ان دونوں باتوں میں اسے شبہہ تھا تو اس صورت میں اسے یہ چاہئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا) کہ وہ جانیں) اور ان کا کام) لیکن اس نے ان باتوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے اگیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کو کوئی عذر درست ہے .

شرح خطبہ

مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو ان کے قتل ہونے کے بعد ان کے قاتلوں سے امادہ قصاص ہونے کے بجائے ان کی مدد کرنا چاہیئے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہئے تھا . یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کی مدد کرنا چاہیئے تھی . کیونکہ ان کی مدد و ہمت افزائی تو وہ کرتے ہی رہے تھے .

خطبہ نمبر۱۷۳

اے غا فلو!جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جارہی اور ا ے چھوڑدینے والو کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا تعجب ہے کہ تمہیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دور ہٹتے جارہے ہو اور دوسروں کی طرف سے شوق سے بڑھ رہے ہو.گویا تم و ہ اونٹ ہو جن کا چرواہا انہیں‌ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لایا ہو.یہ ان چوپاؤں کی مانند ہیں جنہیں چھریوں سے ذبح کیا جارہا ہو اورانہیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برتاؤکیا جا تا ہے توان سے مقصود کیا ہے .یہ تو اپنے دن کو اپناپورازمانہ کرتے ہیں او رپیٹ بھر کر کھا لینا ہی اپنا کا م سمجھتے ہیں .خدا کی قسم ! اگر میں بتا نا چاہوں تو تم سے ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہا ں جانا ہے اوراس کے پورے حالات کیا ہیں.لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ

Presented by www.ziaraat.com

میں (کھو کر)پیغمبر سے کفر اختیار کر لو گے .البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں.اس ذات کی قسم جس نے پیغمبر کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا.میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت)کے انجام کی خبردی ہے اور ہر وہ چیز جو سر پر گزرے گی .ا سے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا.ا ے لوگو!قسم بخدا میں‌تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا .مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں‌نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس سے باز رہتا ہوں.

۱ #سرچشمہئ وحی والہام سے سیرا ب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی او ر مستقبل میں‌رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح محسوسات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اوریہ ارشاد قدرت قل لایعلم من فی السّمٰوٰت و الارض الغیب الا اللہ (تم کہہ دو کہ اللہ کے سوازمین و آسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا)کے منافی نہیں کیونکہ آیت میں ذاتی طور پرعلم غیب کے جاننے کی نفی جو انبیا ئ اولیا کو القائے ربانی سے حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ہومستقبل کے متعلق پیشن گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال و واردات کو بے نقاب کرتے ہیں .چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں شاہد ہیں.

جب رسول نے اس واقعہ کی خبراپنی ایک بیوی کو دی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے رسولنے کہا کہ مجھے ایک جاننے والے اورواقف کا ر نے خبر دی ہے .ا ے رسول!یہ غیب کی خبریں‌ہیں جنہیں وحی کے ذریعہ تمہیں بتا تے ہیں.

لہٰذا اپنے معتقدات کی سخن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیا ئ اولیا کو علم غیب کا حامل سمجھناشرک فی الصفات ہے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا .شرک تو اس وقت میں ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اوربھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے.جب ایسا نہیں بلکہ انبیا و آئمہ کا علم اللہ کادیا ہوا ہے تو اس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں‌تو پھر حضرت عیسیٰ کے اس دعویٰ کا کیا نام ہوگا جو قرآن مجید میں مذکور ہے.

میں‌تمہا رے لے ے مٹی سے ایک پرندہ کا ڈھانچہ بناؤں‌گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جائے گا .اور میں مادرزاد اندھے اور مبروص کو اچھا کردوں گا او راس کے حکم سے مردوں کو زندہ کردوں‌گا جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کرکے رکھتے ہوتم کو بتا دوں‌گا.

کیا ان کو بحکم خدا خالق و حیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفت خلق و احیا ئ میں ان کو شریک سمجھا گیاہے.اگر ایسا نہیں‌تو پھر اللہ کے کسی کو امور غیب پر مطلع کردینے سے یہ کہاں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہو نے میں اس کو شریک ٹھہرالیا گیا ہے کہ علم غیب کے جاننے کو شریک سے تعبیر کرکے اپنی مواحدانہ عظمت کا مظاہر ہ کیا جائے.

Presented by www.ziaraat.com

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں نظر آجاتی ہیں یا اس کی تعبیر سے ظاہر ہوجاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے حالانکہ خواب کی حالت میں نہ حواس کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قوتیں ساتھ دیتی ہیں تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہو جائیں تو اس پر اچنبھا کیوں او راس سے وجہ انکار کیا ؟جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہو سکتی ہے وہ بیداری میں بھی ممکن ہیں .چنانچہ ابن میثم نے تحریر کیا ہے .کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لیے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بد ن کی الجھنوں سے آزاد او رمادی علائق سے الگ ہوتا ہے . جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے حجاب عنصری مانع ہوتا ہے یونہی وہ نفوس کاملہ جو جنبۂ مادی سے بے اعتنا اور قلب و روح کی پوری توجہ سے افاضہ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں .ان پردہ حقائق و بواطن منکشف ہوجاتے ہیں .جنہیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قاصر ہوتی ہیں .لہٰذا اہل بیت کی روحانی عظمت کے پیش نظرا س میں قطعاً کوئی استبعا د نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہوسکیں .چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ.جب کہ کرامات کا ظہوراوروں سے ہوسکتا ہے تو ان ہستیوں کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے لحاظ سے ممتاز اورنبوت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے او را س بزرگ اصل (رسول)پرجونظر توجہ باری تھی وہ اس کی پا کیزہ شاخوں کے کمالات پرشاہد ہے .چنانچہ امور غیب کے متعلق اہل بیت سے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی او ر کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے.

ا س صورت میں امیرالمومنین علیہ السّلام کے دعویٰ پر کوئی وجہ نہیں جبکہ آپ پروردہ آغوش رسالت و متعلمدرس گاہ قدرت تھے .البتہ جن کا علم محسوسات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے علم بالمغیبات سے انکار کردیتے ہیں .اگر اس قسم کادعویٰ انوکھا ہوتا اورصرف آپ ہی کے سننے میں آیا ہوتا توہوسکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس و پیش کرتے طبیعتیں ہچکچاتیں مگر قرآن میں جب حضرت عیسیٰ کا یہ تک دعویٰ موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہوتو امیرالمومنین علیہ السّلام کے اس دعویٰ پر کیوں پس و پیش کیاجاتا ہے .جب کہ یہ مسلم ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام پیغمبر کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے .اوریہ نہی کہا جاسکتا کہ جن چیزوں کو حضرت عیسیٰ جان سکتے تھے .پیغمبر اکرم ان سے بے خبرتھے.توپھر وارث علم پیغمبر اگر ایسا دعویٰ کرے تو اس سے انکار کیسا .جبکہ حضرت کی یہ علمی وسعت پیغمبر کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور ان کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہے.

اس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کسی قول وعمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہیں .چنانچہ سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس دعویٰ کی غیر معمولی عظمت و اہمیت پر تبصر ہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ.

Presented by www.ziaraat.com

اس دعویٰ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیرالمومنین علیہ السّلام احوال ووقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روش اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے کیلئے ے تیار نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے .کیونکہ عقلا کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس سے کونسا عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے .یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے یا لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اس کی نظرمیں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و خال اور اس کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جانتے بوجھتے نہیں جانتا تو اس کی شخصیت ایک معجزہ اور متضاد چیزوں کا مجموعہ ہو گی.

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطنی علم کے مقتضیا ت پر عمل کیوں نہ کرتے تھے .اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے .چنانچہ قاضی کو اگر علم ہو جائے کہ فلاں فریق حق بجانب ہے اور فلاں باطل پر ہے تو وہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریق اوّل کے حق میں فیصلہ نہیں کر ے گا .بلکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے کیلئے ے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہی پر چلے گا .اور ان سے جو نتیجہ نکلے گا اسی کا پابند ہو گا .مثلاًقاضی کو اگر خواب مکا شفہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید عمرو کی دیوا ر گرائی ہے تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے بلکہ وہ یہ دیکھے گا کہ بینہ و شہادت کی رو سے اس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں. اگر ان ظاہر ی طریق سے جرم ثابت نہ ہو گا تو اسے مجرم قرار نہ دیا جائے گا .اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مجرم ہونے کا یقین ہوا س کے علاوہ انبیا ئی و اولیا اپنے علم باطنی پر بنا کرتے ہو ئے عملدرآمد کرتے تو یہ امر اختلال و انتشار امت کا باعث ہوجاتامثلاًاگر کوئی نبی یا ولی اپنے علم باطنی کی وجہ سے کسی واجب القتل کوسزا دے تو دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہیجان پید ا ہو جائے گا کہ اس نے ناحق ایک شخص کو قتل کردیا ہے اسی لیے ے قدرت نے خاص موارد کے علاو ہ علم باطنی پر بنا کرکے نتائج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے . چنانچہ پیغمبر بعض منافقین کے نفاق سے آگا ہ ہونے کے باوجود ان سے وہی رو یہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہیے.

اب اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اس کے مطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے. کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علم باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کیلئے ے مامور ہی نہ تھے. البتہ پند و موعظمت اور انداز و بشارت کیلئے ے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کردیتے تھے تاکہ پیش آئندہ واقعات کی پیش بند ی کی جاسکے ,جیسا کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ نے یحییٰ ابن زید کو مطلع کر دیا کہ وہ اگر نکلے تو قتل کر دیئے جائیں گے .چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے.

امام جعفر صادق علیہ السّلامسے صحیح طریقہ وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنے والے حادثوں سے آگا ہ کر دیتے تھے اور وہ اسی طرح ہو کر رہتے تھے جس طرح آپ فرمادیتے تھے .چنانچہ آپ نے اپنے عم ابن یحییٰ ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا .مگر وہ آپ کے حکم سے سرتا بی کرتے ہوئے چل دیئے اور جوزجان میں قتل کردیئے گئے.

Presented by www.ziaraat.com

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا .وہا ں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا. چنانچہ اس خطبہ میں حضرت نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ا ن کو رسول کی منزل سے بھی بالا تر سمجھنے لگےں گے .زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا .لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں لوگ بھٹک گئے اورانہیں ابن اللہ کہنے لگے. یونہی حضرت کے متعلق بعض کج فہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غلو کی حد تک پہنچ کر گمراہ ہو گئے .

خطبہ ۱۷۴

خدا وند عالم کے ارشادات سے فائد ہ اٹھاؤ اوراس کے موعظوں سے نصیحت حاصل کرو اوراس کی نصیحتوں کو مانو کیونکہ اس نے واضح دلیلوں سے تمہارے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں رکھی اور تم پر (پوری طرح)حجت کو تمام کردیا ہے اوراپنے پسندیدہ و ناپسند یدہ اعمال تم سے بیان کردیئے ہیں تاکہ اچھے اعمال بجالاؤ او ربرے کاموں سے بچو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے کہ جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے. یاد رکھو!کہ اللہ کی ہراطاعت ناگوار صورت میں اوراس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے .خدا اس شخص پررحمت کرے جس نے ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا .کیونکہ نفس خواہش وآرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے .اللہ کے بند و!تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مومن (زندگی کے)صبح وشام میں اپنے نفس سے بد گمان رہتا ہے اوراس پر کوتاہیوں کا الزام لگا تا ہے اوراس سے (عبادتوں)میں اضافہ کا خواہشمند رہتا ہے .تم ان لوگوں کی طرح بنوکہ جو تم سے پہلے آگے بڑھ چکے ہیں اورتمہارے قبل اس راہ سے گذر چکے ہیں انہوں نے دنیا سے یوں اپنا رخت سفر باندھا جس طرح مسافر اپنا ڈیرا اٹھا لیتا ہے اور دنیا کواس طرح طے کیا جس طرح (سفر کی) منزلوں کو .یاد رکھوکہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا .جو بھی اس قرآن کا ہم نشین ہوا وہ ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر ا س سے الگ ہوا جان لو کہ کسی کو قرآن سے (کچھ سیکھنے)سے پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے ا س سے اپنی بیماریوں کی شفا ئی چاہو اور اپنی مصیبتوں پراس سے مدد مانگو .اس میں کفرو نفا ق او رہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفائی پائی جاتی ہے.اس کے وسیلہ سے اللہ سے مدد مانگو اورا س کی دوستی کو لیے ہوئے اس کا رخ کرو .اوراسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ .یقینا بندوں کیلئے ے اللہ کی طرف متوجہ ہو نے کا ا س جیسا کوئی ذریعہ نہیں.تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات)تصدیق شدہ ہے.قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا ,وہ اس کے حق میں مانی جائے گی او راس روز جس کے عیوب بتا ئے گا تو اس کے بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی .قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ دیکھو قرآن کی کھیتی بو نے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے .لہٰذ ا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اوراس کے پیرو کار بنو,اور اپنے پروردگا رتک پہنچنے کیلئے ے اسے دلیل راہ بناؤاور اپنے نفسوں کیلئے ے اس سے پندو نصیحت چاہو .اوراس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو .عمل کرو ,عمل کرو .او رعاقبت و انجام کو دیکھو ,استوارو برقرار رہو ,پھر صبر کرو صبر کرو تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو تمہارے

Presented by www.ziaraat.com

لے ے ایک منزل منتہا ہے .اپنے کو وہاں تک پہنچاؤ اور تمہارے لے ے ایک نشان ہے اس سے ہدایت حاصل کرو .اسلام کی ایک حد ہے تم اس کی حد و انتہا کو تک پہنچو .اللہ نے جن حقوق کی ادئیگی کو تم پر فرض کیا ہے اور جن فرائض کو تم سے بیان کیا ہے انہیں ادا کر کے ا سے عہدہ برآ ہوجاؤ میں تمہارے اعمال کا گواہ او ر قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے والا ہوں.

دیکھو! جو کچھ ہونا تھا ہوچکا اور جو فیصلہ خداوندی تھا وہ سامنے آگیا .میں الٰہی وعدہ و برہان کی رو سے کلام کرتا ہوں .اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے او رپھروہ اس (عقیدہ)پر جمے رہے.ان پر فرشتے اترتے ہیں اور(یہ کہتے ہیں)کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو.تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے .اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگا راللہ ہے تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقے پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل نہ بھاگو, اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو او رنہ اس کے خلاف چلو.اس لے ے کہ اس راہ سے نکل کر بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت)سے جدا ہونے والے ہیں .پھر یہ کہ تم اپنے اخلاق و اطوار کو پلٹنے اور انہیں ادلنے بدلنے سے پرہیز کرو .دورخی اور متلون مزاجی سے بچتے رہو ,اورایک زبان رکھو .انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے .اس لے ے کہ یہ اپنے مالک سے منہ زوری کرنے والی ہے .خدا کی قسم! میں نے کسی پرہیز گار کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کیلئے ے مفید ثابت ہوا ہو جب تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو.بے شک مومن کی زبان

ا س دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل ا س کی زبان کے پیچھے ہے کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے اگر وہ اچھی بات ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری ہوتی ہے تو اسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے اور منافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے اسے یہ کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی بات اس کے حق میں مفید ہے اور کون سی مضر ہے .رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور د ل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو.لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہچنے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون سے اور ان کے مال سے پاک و صاف اور اس کی زبان ان کی آبرو ریزی سے محفوظ رہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے .خدا کے بندو ! یاد رکھو کہ مومن اس سال بھی اس چیز کو حلال سمجھتا ہے جس کو پار سال حلال سمجھ چکا ہے اور اس سال بھی اسی چیز کو حرام کہتاہے جسے گذشتہ سال حرام کہہ چکا ہو او ریاد رکھو کہ لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعتیں ان چیزوں کو جو خدا کی طرف سے حرام ہیں حلال نہیں کر سکتیں .بلکہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیاہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے,تم تمام چیزوں کو تجربہ و آزمائش سے پرکھ چکے ہو اور پہلے لوگوں سے تمہیں پندو نصیحت بھی کی جاچکی ہے او رحق و باطل کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور واضح حقیقتوں کی طرف سے تمہیں دعوت دی جاچکی ہے .اب ا س آوا ز

کے سننے سے قاصر وہی ہو سکتا ہے .جو واقعی بہرا ہو اور اس کے دیکھنے سے معذو ر وہی سمجھا جا سکتا ہے جو اندھا ہو اور جسے اللہ کی آزمائشوں اور تجربوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا .اسے زیاں کاریاں ہی درپیش ہوں گی .یہاں تک کہ وہ بری باتوں کو

Presented by www.ziaraat.com

اچھا اور اچھی باتوں کو برا سمجھے گا .چونکہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شریعت کے پیرو کار اور دوسرے بدعت ساز کہ جن کے پاس نہ سنت پیغمبر کی کوئی سند ہوتی ہے اور نہ دلیل و برہا ن کی کوئی روشنی بلاشبہ اللہ سبحانہ، نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو کیوں کہ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے.اسی میں دل کی بہار اور علم کے سرچشمے ہیں اور اسی سے (آئینہ)قلب پر جلا ہوتی ہے. باوجود یکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھول جانے والے باقی رہ گئے ہیں .اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اسے تقویت پہنچاؤ اور برائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر)چل دو ,اس لے ے کہ رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے فرزند آدم علیہ السّلام! اچھے کام کر او ربرائیوں کو چھوڑ دے .اگر تو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست رو ہے.دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا .اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا ,تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا .اور اس کی باز پرس نہیں ہو گی .لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے .جیسا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ خدا اس (گناہ) کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے .ایک ظلم جو بخش دیا جائے گا وہ جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے .او روہ ظلم کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا .وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا .وہ کوئی چھریوں سے کچو کے دنیا اور کوڑوں سے مارنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس کے مقابلے میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں. دین خدا میں رنگ بدلنے سے بچو ,کیونکہ تمہارا حق پر ایکا کرلینا جسے تم ناپسند کرتے ہو.باطل کے راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا محبوب مشغلہ ہے ,بہتر ہے .بے شک اللہ سبحانہ، نے اگلوں او رپچھلوں میں سے کسی کو متفرق اور پراگندہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی.

اے لوگو! لائق مبارک باد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں اور قابل مبارکباد وہ شخص ہے جو اپنے گھر (کے گوشہ) میں بیٹھ جائے اور جو کھانا میسر آسکے اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہائے کہ اس طرح وہ بس اپنی ذات کی فکر میں رہے اور دوسرے لوگ اس سے آرام میں رہیں .

خطبہ۱۷۵

حکمین کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی .چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمنوا اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اورحق کو چھوڑ بیٹھے حالانکہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا .ظلم ان کی عین خواہش اور کجروی ان کی روش تھی حالانکہ ہم نے پہلے ہی ان سے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اورحق پر عمل پیرا ہونے میں بدنیتی اور ناانصافی کو دخل نہ دیں گے اب جب انہوں نے راہ حق سے انحراف کیا او رطے شدہ قرار داد کے برعکس حکم لگایا تو ہمارے ہاتھوں میں(ان کا فیصلہ ٹھکرا دینے کیلئے ے) ایک مضبوط دلیل (اور معقول وجہ)موجود ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ۱۷۶

خدا وند عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سدّراہ نہیں ہوتی نہ زمانہ اس میں تبدیلی پید اکرتا ہے ,نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے اس سے پانی کے قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چیونٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی پوشیدہ نہیں ہے.وہ پتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھ چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے ,میں گواہی دیتا ہوں کے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ نہ اس کے دین سے سرتابی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی آفرنیش سے انکار ,اس شخص کی سی گواہی جس کی نیت سچی ,باطن پاکیزہ ,یقین (شبہوں سے)پاک اور (اس کے نیک اعمال)کا پلہ بھاری ہو اور گواہی دیتا ہوں کہ محمداس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب بیان شریعت کیلئے ے برگزیدہ گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص ,اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے)کیلئے ے منتخب ہیں.آپ کے ذریعے سے ہدایت کے نشانات روشن کئے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو پھانٹا گیا .

اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے.اورا س کی جانب کھنچتا ہے وہ اسے انجام کار ,فریب دیتی ہے اور جو اس کا خواہشمند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے وہ اس پر قابو پالے گی.

خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تروتازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے .کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں .صدق نیت ورجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہوجانے والی نعمتوں کو پھر ان کی طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا .مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ .کچھ واقعات ایسے ہو گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا .میرے نزدیک تم ان میں سراہنے کے قابل نہیں ہو .اگر تمہیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقینا نیک بخت و سعادت مند بن جاؤگے.میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے .اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ خدا(تمہاری) گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے .

خطبہ۱۷۷

ذعلب یمنی نے آپ سے سوال کیا کہ یا امیرالمومنین علیہ السّلام کیاآپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے ?توآپ نے فرمایا کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں ?جسے میں نے دیکھا تک نہیں .اس نے کہا کہ آپ کیونکر دیکھتے ہیں ?توآپ نے ارشاد فرمایا کہ:

آنکھیں اسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں .وہ ہر چیز سے قریب ہے .لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں .وہ ہر شے ئ سے دور ہے .مگر الگ نہیں وہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر اعضا ئ (کی مدد)بنانے والا ہے .وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اسے متصف نہیں کیا جاسکتا .وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی اور بدخلقی کی صفت

Presented by www.ziaraat.com

اس میں نہیں .وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اسے موصوف نہیں کیا جاسکتا .وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا .چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل ا س کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں .

خطبہ۱۷۸

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا:

میں اللہ کی حمد و ثنائ کرتا ہوں ہر اس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا اور ہر اس کا م پر جو ا س کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اس نے میری کی ہے .اے لوگو! کہ جنہیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے .اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو او ر اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو .اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن و تشنیع کرنے لگتے ہو اگر تمہیں (جکڑ کر باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے.تو الٹے پیروں لوٹ جاتے ہو تمہارے دشمنوں کا برا ہو .تم اب نصرت کیلئے ے آمادہ ہونے اور اپنے حق کیلئے ے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو .موت کا دن آئے گا اور البتہ آ کر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا. درآنحالانکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار اور (تمہاری کثرت کے باوجود) اکیلا ہو ں .اب تمہیں اللہ ہی اجر دے کیا کوئی دین تمہیں ایک مرکز پر جمع نہیں کرتا اور غیرت تمہیں (دشمن کی روک تھا م پر) آمادہ نہیں کرتی .کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تند مزاج او باشوں کو دعوت دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد واعانت اور بخشش و عطا کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں امداد کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہوجاتے ہو,اور مخالفتیں کرتے ہو حالانکہ تم اسلام کے رہے سہے افراد اور مسلمانوں کا بقیہ ہو .تم میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو.چاہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں .ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے موت ہے میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی او ر دلیل و برہان سے تمہارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں سے تمہیں روشناس کیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو تمہارے لے ے خوشگوار بنایا جنہیں تم تھوک دیتے تھے .کاش کہ اندھے کو کچھ نظر آئے اور سونے والا (خواب غفلت سے) بیدا ر ہو.وہ قوم اللہ (کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ جس کا پیشرو معاویہ اور معلم نابغہ۱ # کا بیٹا ہے.

۱#نابغہ عمرو ابن عاص کی والدہ لیلیٰ غزیہ کا لقب ہے اسے بجائے باپ کے ماں کی طرف نسبت دینے کی وجہ اس کی عمومی شہرت ہے,چنانچہ جب اروی بنت حارث معاویہ کے ہاں گئی تو دوران گفتگو میں عمرو ابن عاص کے ٹوکنے پر آپ نے اس سے کہا.

اے نابغہ کے بیٹے تم بھی بولنے کی جرات کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں شہرہ آفاق اور مکہ میں گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی اور اجرت لیتی تھی چنانچہ تمہارے متعلق پانچ آدمیوں نے دعویٰ کیا او ر جب تمہاری ماں سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہاں یہ پانچوں آدمی

میرے پاس آئے تھے لہٰذا جس سے یہ مشابہ ہو اس کا اسے بیٹا قرار دے لو تو تم عاصی ابن دائل سے زیادہ مشابہ نظر آئے جس کی

Presented by www.ziaraat.com

وجہسے تم اس کے بیٹے کہلانے لگے.

وہ پانچ آدمی یہ ہیں :عاصی ابن دائل #۱.ابو لہب#۲ .امیہ ابن#۳ خلف .ہشام۴# ابن مغیرہ .ابو سفیان #۵ابن حرب .

خطبہ۱۷۹

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو سپاہ کوفہ کی ایک جماعت کی خبر لانے کیلئے ے بھیجا جو خارجیوں سے منضم ہونے کا تہیہ کئے بیٹھی تھی ,لیکن حضرت سے خائف تھی .چنانچہ جب وہ دشمن پلٹ کر آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں یا کمزوری و بزدلی دکھاتے ہوئے چل دیئے ہیں .اس نے کہا کہ یا امیرالمومنین علیہ السّلام وہ تو چلے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ,انہیں قوم ثمود کی طرح خدا کی رحمت سے دوری ہو.دیکھناجب نیزوں کے رخ ان کی طرف سیدھے ہوں‌گے اور تلواروں کے وار ان کی کھوپڑیوں میں پڑیں گے تو اپنے کئے پر پچھتائیں گے.آج تو شیطان نے انہیں تتر بتر کردیا ہے اور کل ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوا ان سے الگ ہو جائے گا .ان کا ہدایت سے نکل جانا گمراہی وضلالت میں‌جا پڑنا حق سے منہ پھیر لینا اور ضلالتوں میں منہ زور بال دکھانا ہی ان کے (مستحق عذاب) ہونے کیلئے ے کافی ہے.

#۱ قبیلہ بنیناحیہ کا ایک شخص خریت ابن راشدجنگ صفین میں امیرالمومنین علیہ السّلام کے ساتھ شریک تھا مگر تحکیم کے بعد بغاوت پر اتر آیا اور تیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت کے سامنے آکر کہنے لگا .واللہ لااطیع امرک ولا اصلی خلفک وانی غدا المفارق لک خدا کی قسم !نہ میں آپ کا کہنا مانوں گا .نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپ سے الگ ہو جاؤں گا .جس پر حضرت نے فرمایا کہ تمہیں پہلے ا س تحکیم کے وجوہ پر غور کرنا چاہیے تھا اور اس سلسلہ میں مجھ سے بات چیت کرنا چاہیے اگر تمہارا اطمینان نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو ,اس نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس کے متعلق گفتگو کروں گا .حضرت نے فرمایا :کہ دیکھو‌یہاں سے جاکر دوسروں کے بہکانے میں نہ آجانا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا .اگر تم سمجھنا چاہو گے .تو میں تمہیں اس ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر شاہراہ ہدایت پر لگا دوں گا .اس گفتگو کے بعد وہ واپس ہو گیا .مگر ا س کے تیور اس امر کے غماز تھے کے بغاوت پر تلا بیٹھا ہے اور کسی طرح سمجھانے سے نہیں سمجھے گا .چنانچہ یہی ہوا کہ وہ معاملہ فہمی کی بجائے اپنی بات پر اڑ گیا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ جب ہم نے امیرالمومنین علیہ السّلام سے الگ ہونے کاتہیہ کر لیا ہے ,تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمیں جو قدم اٹھانا ہے اٹھا لینا چاہیے .اس موقع پر عبداللہ بن قعین ازدی بھی ان کی ٹوہ لگانے کیلئے ے ان کے ہاں پہنچ گئے .جب انہوں نے یہ رنگ دیکھا تو مدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ اور اس کی بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو. ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے پورے قبیلے کیلئے ے تباہی کا باعث بن جائے جس پر مدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہیں اٹھانے دیا جائے گا .چنانچہ عبداللہ مطمئن ہو کر واپس پلٹ آئے اور دوسرے دن امیرالمومنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تما م کیفیت سے آپ کو مطلع کیا .جس پرحضرت نے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو کہ کیا بات ہے اور اس تاخیر کا کیا سبب ہے .جب عبداللہ وہاں پہنچے تو وہ سب جاچکے تھے پلٹ کر امیرالمومنین علیہ

Presented by www.ziaraat.com

السّلام کے پاس آئے تو حضرت نے اس موقع پر یہ کلام فرمایا.

خریت ابن راشد اور اس کی جماعت کا جو حشر ہوا وہ خطبہ #۴۴ کے تحت ذکر کیا جاچکا ہے .

خطبہ۱۸۰

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا .اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک اونی جُبہّ تھا .اور آپ کی تلوار کا پر تلہ لیف خرما کا تھا او رپیروں میں جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے .اور (سجدوں کی وجہ سے)پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر کا گھٹا.

تمام حمد اس اللہ کیلئے ے ہے جس کی طرف تما م مخلوق کی باز گشت اور ہر چیز کی انتہا ہے ہم اس کے عظیم احسان روشن و واضح برہان اور لطف و کرم کی افزائش پر اس کی حمدو ثنائ کرتے ہیں .ایسی حمد کہ جس سے ا س کا حق پورا ہو او رشکر ادا ہواور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی بخششوں کو بڑھانے والی ہو ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار اس کے نفع کا آرزو مند (دفع بلیات کا)اطمینان رکھنے والا اور بخشش و عطا کا معترف او رقول و عمل سے اس کا مطیع و فرمانبردارا س سے مدد چاہتا ہو اور ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ اس سے آس لگائے ہو اور ایمان (کامل) کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو او راطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی و فروتنی کرتا ہو اور اسے ایک جانتے ہوئے اس سے اخلاص برتتا ہو,اور سپاس گذاری کے ساتھ اسے بزرگ جانتا ہو اور رغبت و کوشش سے ا س کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہوا س کا کوئی بات نہیں کہ وہ عزت و بزرگی میں اس کا شریک ہو نہ اس کے کوئی اولاد ہے کہ اسے چھوڑ کروہ دنیا سے رخصت ہو جائے اوروہ اس کی وارث ہو جائے نہ اس کے پہلے وقت اور زمانہ تھا ,نہ اس پر یکے بعد دیگرے کمی اور زیادتی طاری ہوتی ہے بلکہ جو اس نے مضبو ط نظام (کائنات (اور اٹل احکام کی علامتیں ہمیں دکھائی ہیں. ان کی وجہسے وہ عقلوں کیلئے ے ظاہر ہوا ہے چنانچہ اس آفرنیش پر گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے کہ جو بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے قائم ہیں خداوند عالم نے انہیں پکارا تو یہ بغیر کسی سستی اور توقف کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے لبیک کہہ اٹھے اگروہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اس کے سامنے سر اطاعت نہ جھکاتے تو وہ انہیںاپنے عرش کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا .اللہ نے ان ستاروں کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے کہ جن سے حیران و سر گرداں اطراف زمین کی راہوں میں آنے جانے کیلئے ے راہنمائی حاصل کرتے ہیں .اندھیری رات کی اندھیاریوں کے سیاہ

پردے ان کے نور کی ضوپاشیوں کو نہیں روکتے اور نہ شب ہائے تاریک کی تیرگی کے پردے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ آسمانوں میں پھیلی ہوئی چاند کے نور کی جگمگاہٹ کو پلٹا دیں .پاک ہے وہ ذات جس پر پست زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے سیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں اور پرسکون شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ افق آسمان میں رعد کی

Presented by www.ziaraat.com

گرج اس سے مخفی ہے اور نہ وہ چیزیں کہ جن بربادیوں کی بجلیا ں کوند کرنا پیدا ہو جاتی ہیں اور نہ وہ پتے جو(ٹوٹ کر) گرتے ہیں کہ جنہیں (بارش کے)نشتروں کی تند ہوائیں اور موسلا دہار بارشیں ان کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی ہیں .وہ جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے اور کہاں ٹھہریں گے .اور چھوٹی چیونٹیاں کہاں رینگیں گی اور کہاں) اپنے)کو کھینچ کر لے جائیں گی اور مچھروں کو کون سی روزی کفایت کرے گی اور مادہ اپنے پیٹ میں کیا لے ے ہوئے ہے.

تمام حمد اس اللہ کیلئے ے ہے جو عرش و کرسی زمین و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا .نہ (انسانی)وہموں سے اسے جانا جا سکتا ہے اور نہ عقل و فہم سے ا س کا اندازہ ہوسکتا ہے .اسے کوئی سوال کرنے والا (دوسرے سائلوں سے)غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا او رنہ کسی جگہ میں اس کی حد بند ی ہو سکتی ہے .نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جاسکتا ہے اور نہ اعضائی و جوارح کی حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے اور نہ حواس سے وہ جانا پہچاناجاسکتا ہے .اور نہ انسانوں پر اس کا قیاس ہوسکتاہے وہ خد اکہ جس نے بغیراعضا ئی و جوارح اور بغیر گویائی اور بغیرحلق کے کوؤں کو ہلائے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اورانہیں اپنی عظیم نشانیاں دکھلائیں اے اللہ کی توصیف میں رنج وتعب اٹھانے والے اگرتو(اس سے عہدہ برآ ہونے میں)سچا ہے توپہلے جبرئیل و میکائیل اورمقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کہ جو پاکیزگی و طہارت میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ا ن کی عقلیں ششدرو حیران ہیں کہ وہ اس بہترین خالق کی توصیف کر سکیں. صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل وصورت او ر اعضائی وجوارح رکھتی ہوں اوروہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہوجائیں .اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منورکیا اور ظلمت (عدم)سے ہر نور کو تیرہ تار بنادیا ہے.

اللہ کے بندو ! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامان معیشیت تمہارے لے ے مہیا کیا اگر کوئی دنیاوی بقائی کی (بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پاسکتا ہوتا تو وہ سلیمان ابن داؤد (علیہا السلام) ہوتے کہ جن کیلئے ے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی .لیکن جب وہ اپناآب ودانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کرچکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا گھر ان سے خالی ہوگئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے .تمہارے لے ے گذ شتہ دوروں (کے ہر دور)میں عبرتیں (ہی عبرتیں) ہیں (ذرا سوچو کہ) کہاں#1ہیں عمالقہ اوران کے بیٹے, اور کہاں ہیں فرعون اوران کی اولادیں ,کہا ں ہیں اصحاب الرّس کے شہروں کے باشندے جنھوں نے نبیوں کو قتل کیا اور پیغمبروں کے روشن طریقوں کو مٹا یا اور ظالموں کے طور طریقوں کوزندہ کیا ,کہا ں ہیں وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر ے شہرو ں کوآباد کیا.

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا ہے :وہ حکمت کی سپر پہنے ہوگااو راس کو اس کے تمام شرائط وآداب کے ساتھ حاصل کیاہو گا (جو یہ ہیں کہ)ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو اس کی اچھی طرح شناخت ہو ,اوردل) علائق دنیا سے) خالی ہو.چنانچہ وہ اس کے

Presented by www.ziaraat.com

نزدیک اسی کی گمشدہ چیزاوراسی کی حاجت وآرزو ہے کہ جس کا وہ طلب گا روخواستگا رہے وہ اس وقت (نظروں سے اوجھل ہو کر(غریب ومسافرہوگا کہ جب اسلا م عالم غربت میں او رمثل اس اونٹ کے ہوگا جو تھکن سے اپنی دم زمین پر مارتا ہو اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر ڈالے ہوئے ہو.وہ اللہ کی باقی ماندہ حجتوں کا بقیہ اور انبیا ئی کے جانشینوں میں سے ایک وارث و جانشین ہے.

اس کے بعد حضرت نے فرمایا:اے لوگو! میں نے تمہیں ا س طرح نصیحتیں کی ہےں جس طرح کی انبیائی اپنی امتوں کو کرتے چلے

آ ئے ہیں،اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیائی بعد والوں تک پہنچایا کئے ہیں.میں نے تمہیں اپنے تازیانہ سے ادب سکھانا چاہا مگر تم سیدھے نہ ہوئے اور زجرد وتوبیخ سے تمہیں ہنکایا لیکن تم یک جانہ ہوئے .اللہ تمہیں سمجھے کیا میرے علاوہ کسی اورامام کے امید وار ہو جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے اورصحیح راستہ دکھائے .دیکھو!دنیا کی طرف رخ کرنے والی چیزوں نے جورخ کئے ہوئے تھیں .پیٹھ پھرالی اور جو پیٹھ پھرائے ہوئے تھےں انہوں نے رخ کر لیا .اللہ کے نیک بندوں نے (دنیا سے) کوچ کرنے کاتہیہ کرلیا .اور فنا ہونے والی تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے دے کر ہمیشہ رہنے والی بہت سی آخرت مول لے لی .بھلا ہمارے بھائی بندوں کو کہ جن کے خون صفین میں بہائے گئے اس سے کیا نقصان پہنچا ,کہ وہ آج زندہ موجود نہیں ہیں (یہی نہ کہ اگر وہ ہوتے)تو تلخ گھونٹوں کو گوارہ کرتے اور گندلا پانی پیتے. خدا کی قسم ! وہ خد اکے حضور میں پہنچ گئے اس نے ان کو پورا پورا اجر دیا اور خوف و وہراس کے بعد انہیں،امن و چین والے گھر میں اتارا کہاں ہیں ؟وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پر چلتے رہے .اورحق پر گزرگئے کہاں ہیں ؟عمار اور کہاں ہیں ؟ابن تیہان اور کہاں ہیں ؟ ذوالشہا دتین او رکہاں ہیں ان کے ایسے دوسرے بھائی کہ جو مرنے پر عہد وپیمان باندھے ہوئے تھے اورجن کے سروں کو فاسقوں کے پاس روانہ کیا گیا.

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پرپھیرا اور دیر تک رو یا کئے اور پھرفرمایا

آ ہ !میرے وہ بھائی کہ جنھوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا اپنے فرائض میں غورو فکر کیا تو انہیں ادا کیا ,سنت کو زندہ کیا اوربدعت کو موت کے گھاٹ اتا راجہاد کیلئے ے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پریقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا .تو اس کی پیروی بھی کی (اس کے بعد حضرت نے بلند آواز سے پکارا کر کہا)جہاد جہا د .اے بندگان خدا !دیکھو! میں آج ہی لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں جو اللہ کی طرف بڑھنے والا ہے نکل کھڑا ہو.

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے دس ہزار کی سپاہ پر حسین (علیہ السلام) کواوردس ہزار کی فوج پر قیس ابن سعد (رحمۃاللہ)کواور دس ہزار کے لشکرپر ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)کو امیر بنا یا اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی فوجوں پر سالار مقرر کیا او رآپ صفین کی طرف پلٹ کر جانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہہ ملعون ابن ملجم (لعنۃ اللہ) نے آپ کے (سر اقدس پر)ضرب لگا ئی جس سے تمام لشکرپلٹ گئے اور ہماری حالت ان بھیڑبکریوں کے مانند ہو گئی .جو اپنے چرواہے کو کھو چکی ہوں اور بھیڑیئے ہر طرف سے انہیں اچک کر لے جارہے ہوں.

Presented by www.ziaraat.com

#۱ تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں کہ اکثر و بیشتر قوموں کی ہلاکت و تباہی ان کے ظلم و جور اور علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے ظہور میں آئی.چنانچہ وہ قومیں جنہوں نے ربع مسکون کے ہر گوشہ پراپنے اقتدار کے سکے جمائے اور شرق و غرب عالم پراپنے پرچم لہرائے جب ان کی بداعمالیوں اور بد کرداریوں سے پردہ ہٹا تو ٠پاداش عمل ٠کے قانون نے اس طرح ان کا استیصال کیا کہ صفحہٴعالم سے حرف غلط کی طرح محو ہوگئے.عادو ثمود کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا فرعون و نمرود کی شہنشاہیاں مٹ گئیں.طسم و جدیس کی سر بفلک عمارتیں سنسان کھنڈر بن گئیں.اصحاب الرس کی بستیا ں اجڑکر ویران ہوگئیں اور جہاں زندگی کے قہقہے تھے.وہاں موت کی اداسیا ں اور جہاں جمگھٹے تھے وہاں بھیانک سناٹے چھا گئے یہ قوموں کا عروج وزوال چشم بینا کیلئے ے ہزاروں عبرت کے سامان رکھتا ہے اوران واقعات کے پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ان کے احوال و واردات سے عبرت اندو زہو اور غرورو طغیان کی سر مستیوں میں کھو کر اپنے انجام کو بھول نہ جائے چنانچہ امیرالمومنین علیہ السّلام نے اسی موعظت و عبرت کیلئے ے عمالقہ ,فراعنہ اور اصحاب الرس کی تباہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے.کہ جو عظمت و ارتقاع کی چوٹیوں سے ہلاکت و بربادی کے قعر مذلت میں اسی طرح گرے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا.

یہ عمالقہ کون تھے ?اس کیلئے ے ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے.:

ارم ابن سام ابن نوح کی اولاد میں سے طسم اور جدیس تھے کہ جو لاو د ابن سام ابن نوح کے بیٹے تھے یہ یمامہ میں فروکش ہوئے اور ان کا ایک بھائی عملیقابن لاود ابن ارم ابن سام ابن نوح تھا کہ جس کی اولاد میں سے کچھ افراد مکہ میں اور کچھ شام میں مقیم تھے اور انہی قبائل عرب میں سے عمالقہ تھے کہ جو متعدد گروہوں کی صورت میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور انہی میں سے فراعنہ مصر اور شام کے فرمانروا تھے.

لاود کا ایک بیٹا عملیقتھا اور مکہ اورا س کے اطراف میں اس کی رہائش تھی او راس کی اولاد میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے.اور اسی کی اولاد میں سے عمالقہ تھے اور انہی عمالقہ میں سے فراعنہ مصر تھے.

اس سے ظاہر ہوا کہ عمالقہ عرب کے قبائل بائدہ تھے جنہوں نے شام و حجاز پر اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں چنانچہ ابتدا ئی میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عملیق کو اقتدار حاصل تھا.مگر اس کے بعد طسم کی طرف منتقل ہوگیا اور طسم کے بعد جب عملوق ابن طسم بر سر اقتدار آیا تو اس نے ظلم و جور اور فسق و فجور کی حد کر دی ,یہاں تک کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ جدیس کی جو عورت بیاہی جائے وہ شوہر کے ہاں جانے سے پہلے اس کے شبستا ن عشرت میں ایک رات گذار کر جائے چنانچہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور جب سی خاندان کی ایک عورت عفیرہ نیت عفار کے ساتھ یہی شرمناک برتاؤ ہوا تو اس نے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کر دیااور اپنے قبیلہ کو اشعا ر کے ذریعہ عبرت دلائی جس پر پورا قبیلہ اپنی عزت و ناموس کی بربادیوں پر تلملا اٹھا اور انتقام لینے کے درپے ہوگیا.چنانچہ عفیرہ کے بھائی اسود ابن عفار نے عملوق کو اس کے عملہ کے ساتھ دعوت کے بہانے سے اپنے ہاں بلوا لیا اور ان کے پہنچتے ہی بنی جدیس نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ ریاح

Presented by www.ziaraat.com

ابن مر کے علاوہ کوئی اپنا بچاؤ نہ کر سکا .یہ بھاگ کر شاہ یمن کے دربار میں جا پہنچا اور اسے بنیجدیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی .چنانچہ وہ ایک لشکر جرار لے کر ان پر چڑھ دوڑا, اور انہیں شکست دے کر ہلاک و منتشر کر دیا اور اقتدار ان کے ہاتھوں سے چھین لیا.یہی عمالقہ وہی ہیں جنھوں نے ۲۰۰۰ق م مصر پر حملہ کیا تھا اور جنہیں ہیکسوس) چرواہے بادشاہ)کے نام سے یاد کیا جاتا ہے .چنانچہ مسعودی نے ان کے مصر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے.

جب اہل مصر نے عورتوں کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا تو دوسرے با دشاہوں کے دل میں اسے فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی . چنانچہ شاہان عمالقہ میں سے ایک بادشاہ جسے ولید ابن دومع کہا جاتا ہے .مصر پر چڑھا ئی کی اور بہت سی لڑائیاں لڑیں .آخر اہل مصر نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کی حکومت تسلیم کر لی .جب یہ مرگیا تو ریان ابن ولید عملاتی تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور یہی حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانہ کا فرعون تھا .اس کے بعد دارم ابن ریان اور پھر کامس ابن معدان عملاتی فرمانروا ہوا .

یہ انتہائی سر کش و ظالم حکمرا ن تھے جس کی پادا ش میں قدرت نے ان کو نیست ونابود کرنے کے سامان پیدا کر دیئے چنانچہ مسعودی تحریر کرتے ہیں.

عمالقہ نے زمین پر شر و فساد پھیلا رکھا تھا جس کے نتیجہ میں قدرت نے ان پر دوسرے فرمانرواؤں کومسلط کر دیا جنہوں نے انہیں فعادو برباد کر دیا.

ان عمالقہ کے بعد ولید ابن مصعب حکمران ہوا یہ بعض مورخین کے نزدیک شام کے قبیلہ لخم سے تھا اور بعض نے اسے قبطی لکھا ہے او یہی حضرت موسیٰعلیہ السّلام کے عہد کا فرعون تھا .اس کے کبروانانیت و غرورا ورنخوت کی یہ حالت تھی کہ دعویٰ کر کے دنیا کی ساری قوتوں کو اپنے تصرف و اختیار میں سمجھنے لگا تھا اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ کوئی طاقت اس سے سلطنت و حکومت کو چھین نہیں سکتی.چنانچہ قرآن مجید میں نے اس کے دعوے کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے.

ا س نے کہا کہ اے قوم!کیایہ ملک مصر میرا نہیں ہے اوریہ میرے محل کے نیچے بہتیہوئی نہریں میری نہیں ہیں کیا تمہیں یہ نظر نہیںآتا.

مگر جب اس کی سلطنت مٹنے پر آئی تو لمحوں میں مٹ گئی نہ اس کی جاہ و حشمت سدراہ ہوئی اور نہ مملکت کی وسعت روک تھا م کر سکی .بلکہ جن نہروں کی ملکیت پر اسے گھمنڈ تھا انہی کی تلملا تی لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی رو ح کو دارالبور میں اور جسم کو کائنات کی عبرت و بصیرت کیلئے ے کنارے پر پھینک دیا .:

اسی طرح اصحا ب الرس ایک نبی کی دعوت و تبلیغ کے ٹھکرانے اور سرکشی و نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہوگئے. چنانچہ قدرت کا ارشا دہے.

اور اسی طرح عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے درمیانی زمانہ کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا .ہم نے سب کیلئے ے مثالیں بیان کی تھیں اور آخرہم نے ان سب کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا.

Presented by www.ziaraat.com

٠ رس ٠آذربائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام تھا جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو اصحاب الرس کہا جاتا ہے .ان بستیوں کے نام ,ابانئی ١,آذرئی ٢,دیئی ٣,بہمنئی ٤,اسفند آرئی ٥,فوردینئی ٦,اردیئی ٧,بہشت ئی ٨,خردادئی ٩,مردادئی ١٠,تیرئی ١١ ,مہرئی ١٢ ,اور شہر پورئی ١٣ تھے.ان میں اسفند ار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافث ابن نوح نے لگایاتھا. اور اسے شاہ درخت کہا جاتا تھا .اسی درخت کے بیجوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا یہ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پر ستش کرتے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے .قربانیاں چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے.قدرت نے انہیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کیلئے ے یہود ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر ان کی طرف بھیجا جنھوں نے انہیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا .مگر انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اورانکار سرکشی پر اتر آئے اور ان کی ہلاکت کے درپے ہوگئے .چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنواں کھود کر اس میں انہیں پھینک دیا اور اس کی منہ ایک پتھر سے بند کردیا .جس سے وہ تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہوگئے .اس ظلم و سفا کی کے نتیجہ میں قہر الہی نے کروٹ لی اور ان پر لو کے ایسے جھونکے چنے کہ ان کے بدن جھلس کر رہ گئے اورزمین سے گندھک کا لاوا پھوٹ نکلاجس سے ان کے جسم کی ہڈیاں تک پگھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں الٹ گئیں.

یہی نام فارسی مہینوں کے ہیں جو انہی بستیوں کے نام پر رکھے گئے تھے .کیونکہ ہر مہینہ ان لوگوں کا ایک بستی میں اجتماع ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس مہینہ کا بھی وہی نام ہوگیا جو اس بستیکا نام تھا .

خطبہ ١٨١

تمام حمد اس اللہ کیلئے ے ہے جو بن دیکھے جانا پہچانا ہوا اور بے رنج و تعب اٹھائے (ہر چیز کا)پیدا کرنے والا ہے .اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت کے پیش نظر فرمانرواؤں سے اطاعت و بندگی او راپنے جودو عطا کی بدولت با عظمت لوگوں پر سرداری کی .وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کوآباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انہیں ڈرائیں دھمکائیں اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انہیںپوری پوری عبرت دلانے کا سامان کردیں اور اس کے عیوب اور حلال و حرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کیلئے ے جو بہشت و دوزخ او رعزت و دولت کے سامان اللہ نے مہیا کئے ہیں دکھلائیں میں اس ذات کی طرف ہمہ تن متوجہہوکر اس کی ایسی حمد وثنا کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے.اس کے ہر شے کا اندازہ اور ہراندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کیلئے ے ایک نوشتہ قراردیا ہے.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے :قرآن (اچھائیوں کا)حکم دینے والا, برائیوں سے روکنے والا(بظاہر) خاموش اور(بباطن)گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر(عمل کرنے والا)اس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنا یا

Presented by www.ziaraat.com

ہے .اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل کیا ہے اور نبی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ ہوچکے تھے کہ جو ہدایت و رستگاری کا سبب ہےں. لہٰذا اللہ سبحانہ، کو ایسی بزرگی و عظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی بزرگی خود اس نے بیان کی ہے کیونکہ ا س نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی او رکسی شے کو خوا ہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف دعوت دے (ان احکام کے متعلق)اس کی خوشنودی و ناراضگی کا معیار زمانہ آئندہ میں بھی ایک رہے گا .یا د رکھو!کہ وہ تم سے کسی ایسی چیز پر رضا مند نہ ہوگا .کہ جس پرتمہارے اگلوں سے ناراض ہوچکا ہو اور نہ کسی ایسی چیز پر غضب ناک ہوگا کہ جس پر پہلے لوگوں سے خوش رہ چکا ہو.تمہیں تو بس یہی چاہیے کے تم واضح نشانوں پر چلتے رہو اور تم سے پہلے لوگوں نے جو کہاہے اسے دہراتے رہو.وہ تمہاری ضروریات دنیا کا ذمہ لے چکا ہے اور تمہیں صرف شکر گزار رہنے کی ترغیب دی ہے اور تم پرواجب کیا ہے کہ اپنی زبان سے اس کا ذکر کرتے رہو.اور تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کی ہے اور اسے اپنی رضا ئی و خوشنودی کی حد آخر اور مخلوق سے اپنا مدعا قرار دیا ہے اس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے ہو اور جس کے ہاھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے قبضہئِ قدرت میں تمہارا اٹھنابیٹھنا او ر چلنا پھرنا ہے .اگر تم کوئی بات مخفی رکھو گے تو وہ اس کو جان لے گا اور ظاہر کرو گے تو اسے لکھ لے گا (کیوں کہ) اس نے تم پر نگہبانی کرنے والے مکرم فرشتے مقرر کررکھے ہیں .وہ کسی حق کو نظر انداز اور کسی غلط چیز کو درج نہیں کرتے.یاد رکھو!کہ جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کیلئے ے فتنوں سے (بچ کر)نکلنے کی راہ نکال دے گااور اندھیاریوں سے اجالے میں لے آئے گا او را س کے حسب دلخواہ نعمتوں میں اسے ہمیشہ رکھے گا اور اسے اپنے پاس ایسے گھر میں کہ جسے اس نے اپنے لے ے منتخب کیا ہے عزت و بزرگی کی منزل میں لا اتارے گا .اس گھر کا سایہ عرش ,اس کی روشنی جمال قدرت (کی چھوٹ) اس میں ملاقاتی ملائکہ اور رفیق و ہمنشین انبیائ و مرسلین ہیں .اپنی باز گشت کی طرف بڑھو اور زاد عمل فراہم کرنے میں موت پر سبقت کرو.ا س لے ے کہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگوں کی امیدیں ٹوٹ جائیں ,موت ان پر چھا جائے او ر توبہ کا دروازہ ان کیلئے ے بند ہوجائے ابھی تو تم ا س دور میں ہو کہ جس کی طرف پلٹنے کی تم سے قبل گزر جانے والے لوگ تمنا کرتے ہیں .تم اس دار دنیا میں کہ جو تمہا ے رہنے کا گھر نہیں ہے ,مسافر راہ نورد ہو.اس سے تمہیں کوچ کرنے کی خبر دی جاچکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمہیں زاد کے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے.یاد رکھو! کہ اس نرم و نازک کھال میں آتش جہنم کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں(تو پھر) اپنی جانوں پر رحم کھاؤکیونکہ تم نے ان کو دنیا کی مصیبتوں میں آزما کر دیکھ لیا ہے کیا تم نے اپنے میں کسی ایک کو دیکھا ہے کہ وہ (جسم میں)کانٹا لگنے سے یا ایسی ٹھوکر کھانے سے کہ جو اسے لہولہا ن کردے یا ایسی گرم ریت (کی تپش)سے کہ جو اسے جلا دے کس طرح بے چین ہو کر چیختا ہے .(ذرا سوچو تو) کہ اس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب جہنم کے دو آتشین تودوں کے درمیان (دہکتے ہوئے)پتھروں کا پہلو نشین اور ساتھی ہوگا .کیا تمہیں خبر ہے .کہ جب مالک (پاسبان جہنم)آگ پر غضب ناک ہو گاتو وہ اس کے غصہ سے (بھڑک کر آپس میں ٹکرانے لگے گی)اور اس کے اجزا ایک دوسرے کو توڑنے پھوڑنے لگیں گے اور جب اسے جھڑکے گا تو اس کی

Presented by www.ziaraat.com

جھڑکیوں سے (تلملا کر)دوزخ کے دروازوں میں اچھلنے لگے گی.

اے پیر کہن سال کہ جس پر بڑھاپا چھایا ہوا ہے.اس وقت تیری کیا حالت ہوگی کہ جب آتشین طوق گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہوجائیں گے ?اور(ہاتھوں میں) ہتھکڑیا ں گڑ جائیں‌گی ?یہاں تک کہ وہ کلائیوں کا گوشت کھالیں گی .اے خدا کے بندوں !اب جبکہ تم بیماریوں میں مبتلا ہونے اورتنگی و ضیق میں پڑنے سے پہلے صحت و فراخی کے عالم میں صحیح و سالم ہو اللہ کا خوف کھالو اوراپنی گردنوں کو قبل اس کے کہ وہ اس طرح گروی ہو جائیں کے انہیں چھڑایا نہ جاسکے.چھڑانے کی کوشش کرو.اپنی آنکھوں‌کو بیدار او رشکموں کو لاغر بناؤ(میدان میں)اپنے قدموں کو کام میں لاؤ.اوراپنے مال کو(اس کی راہ میں)خرچ کرو. اپنے جسموں کواپنے نفسوں پر نثار کردو اوران سے بخل نہ برتو,کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگرتم خدا کی مد د کرو گے تووہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا .اور(پھر) فرمایا :کہ کون ہے جواللہ کو قرض حسنہ دے ,تو خدا اس کے اجر کو دوگنا کردے گا .اوراس کیلئے ے عمدہ جزا ہے.خدا نے کسی کمزوری کی بنا پرتم سے مدد نہیں مانگی اورنہ بے مائگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے. اس نے تم سے مدد چاہی ہے باوجودیکہ ا س کے پاس سارے آسمان وزمین کے لشکر ہیں .اور وہ غلبہ اورحکمت والا ہے.اورتم سے قرض مانگا ہے حالانکہ آسمان وزمین کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں اوروہ بے نےاز و لائق حمد وثناہے .اس نے تویہ چاہا کہ تمہیں آزمائے ک تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے تم اپنے اعمال کو لے کر بڑھو تاکہ اللہ کے ہمسایوں کے ساتھ اس کے گھر(جنت) میں رہو.وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ اللہ نے جنہیں پیغمبروں کا رفیق بنایا ہے اور فرشتوں کوان کی ملاقات کا حکم دیا ہے اوران کے کانوں کو ہمیشہ کیلئے ے محفوظ رکھا ہے.کہ آگ کی (اذیتوں) کی بھنگ ان میں‌نہ پڑے اوران کے جسموں کو بچائے رکھا ہے.تاکہ وہ رنج او رتکان سے دو چار نہ ہوں .یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اورخدا توبڑے فضل و کرم والا ہے.میں وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو میرے اور تمہارے نفسوں کیلئے ے اللہ ہی مدد گارہے اوروہی میرے لے ے کافی ہے اوراچھا ساز گارہے .

خطبہ۱۸۲

برج ابن مسہر طائی نے کہ جو خوارج میں سے تھا (مشہورنعرہ)لاحکم الاللہ (حکم کا اختیارصرف اللہ کو ہے) اس طرح بلند کیا کہ حضرت سن لیں.چنانچہ آپ نے سن کرارشاد فرمایا خاموش ! خدا تیرابرا کرے .اے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے ! خدا کی قسم جب حق ظاہرہوا تواس وقت تیری شخصیت ذلیل او ر تیری آواز دبی ہوئی تھی اور جب باطل زور سے چیخا ہے توبھی بکری کے سینگ کی طرح ابھر آیا ہے .

خطبہ ۱۸۳

ساری حمدو ستائش ا س اللہ کیلئے ے ہے جسے حواس نہیں پا سکتے ,نہ جگہیں اسے گھیر سکتی ہیں , نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اوران کے باہم مشابہ ہو نے سے اپنے بے

Presented by www.ziaraat.com

مثل و بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے .وہ اپنے وعدہ میں سچّا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالا تر ہے وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے .وہ چیزوں کے وجود پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر ان کے فنا ہوجانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے ,وہ گنتی اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ (ہے.وہ کسی (متعینہ) مدت کے بغیر ہمیشہ رہے گا .اور ستونوں (اعضائ) کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے حواس و مشاعر کے بغیر ذہن اسے قبول کرتے ہیں اور اس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی چیزیں اس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں .عقلیں اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتیں بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کیلئے ے آشکار ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل و فہم میں آنے سے انکاری ہے اور ان کے معاملہ میں خود انھی کو حکم ٹھہرایا ہے .وہ اس معنی سے بڑا نہیں کہ اس کے حدود و اطراف پھیلے ہوئے ہیں .کہ جو مجسّم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک پھیلا ہوا ہے .بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا ہے اور دبدبہ و اقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور برگزیدہ رسول پسندیدہ امین ہیں.خدا ان پر ان کے اہلبیبت پر رحمت فراواں نازل کرے اللہ نے انہیں ناقابل انکار دلیلوں ,واضح کا مرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا.چنانچہ آپ نے(حق کو باطل سے)چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا ,راہ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا .ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کئے.اسلام کی رسیوں کو اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا.

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے کہ جس میں مختلف قسم کے جانوروں کی عجیب و غریب آفرنیش کا ذکر فرمایاہے .اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں او ربلندپا نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں .لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوئی ہیں .کیا یہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنہیں اس نے پیدا کیا ہے. نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرنیش کو استحکا م بخشا ہے اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے.اور ان کے لئے کا ن اور آنکھ (کے سوراخ) کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو (پوری مناسبت سے) درست کیا ہے,ذرا اس چیونٹی کی طرف اس کی جسامت کے اختصا ر اور شکل و صورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو اتنی چھوٹی کہ گوشۂ چشم سے بمشکل دیکھی جاسکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے .دیکھو تو کیونکر زمین پر رینگتی پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے بل کی طرف لئے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی ہے اور گرمیوں میں جاڑے کے موسم کے لئے اور قوت و توانائی کے زمانے میں عجز و درماندگی کے دنوں کے لئے ذخیرہ اکٹھا کر لیتی ہے اس کی روزی کا ذمہ لیا جاچکا ہے اور اس کے مناسب حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے .خدائے کریم اس سے تغافل نہیں برتتا اور صاحب عطا وجزا اسے محروم نہیں رکھتا .اگر چہ وہ خشک پتھر اور جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلندو پست حصوں میں اور اس کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں) چھوٹی چھوٹی آنکھوں اور کانوں کی ساخت میں)غور و فکر کرو گے تو اس کی آفرنیش پر تمہیں تعجب ہوگا اور اس کا وصف کرنے میں تمہیں تعجب اٹھاناپڑے گا.بلند و برتر ہے وہ کہ جس نے اس کو اس کے

Presented by www.ziaraat.com

پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں (اعضائی) پر اس کی بنیا د رکھی ہے .اس کے بنانے میں کوئی بنانے والا شریک نہیں ہوا ہے اور نہ اس کے پیدا کرنے میں کسی قادر و توانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے .اگر سوچ بچار کی راہوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجے پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا پید اکرنے والا ہے .وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے ,کیونکہ ہر چیز کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور ہر ذی حیات کے مختلف اعضائی میں باریک سا ہی فرق ہے اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی ,بھاری اور ہلکی, طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان ,فضا ,ہوا ,اور پانی برابر ہیں, لہٰذا تم سورج ,چاند ,سبزے ,درخت ,پانی اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے اور ان دریاؤ ں کے جاری ہونے اور ان پہاڑوں کی بہتات اور ان چوٹیوں پر نگاہ دوڑاؤ اور ان نعمتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو .اس کے بعد افسوس ہے.ان پر کہ جو قضائی و قدر کی مالک ذات اور نظم و انضباط کے قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھوس کی طرح خود بخود اگ آئے ہیں ,نہ ان کا کوئی بولنے والا ہے .انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ہے (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے ?اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے !اگر چاہو تو (چیونٹی کی طرح) ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو کہ اس کے لئے لال بھبو کا دو آنکھیں پیدا کیں اور اس کی آنکھوں کے چاند ے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اس کیلئے ے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب و متعدل منہ کا شگاف بنایا اور اس کے حس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے اور درانتی کی طرح کے دو پیر دیئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے ,کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں .اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں ,جب بھی اس ٹڈی دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا .یہاں تک کہ وہ جست و خیز کرتا ہوا ان کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے .حالانکہ اس کا جسم ایک باریک انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا .پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں اگر ہوا ہے اور اس کیلئے ے رخسا ر اور چہرے کو خاک پر مل رہا ہے اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے .اور خوف و دہشت سے اپنی باگ دوڑ اسے سونپے ہوئے ہے.پرندے اس کے حکم (کی زنجیروں)میں جکڑے ہوئے ہے وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے)خشکی پر جما دیئے ہیں اور ان کی روزیاں متعین کردی ہیں اور ان کے انواع واقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوا ہے.اور یہ عقا ب ,یہ کبوتر ہے اور یہ شتر مرغ ,اس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود)دی. اور ان کی روزی کا ذمّہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پید ا کئے کہ جن سے موسلا دھار بارشیں برسائیں او رحصہ رسدی کے مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہوجانے کے بعد تر بتر کردیا اور بنجر ہو جانے کے بعد اس سے (لہلہاتا ہوا) سبزا اگایا.

»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»»

۱#چیونٹی بظاہر ایک حقیر سی مخلوق ہے اور جسامت کے اعتبار سے نہایت چھوٹی مگر قدرت نے شعور و احسا س کی اتنی قوتیں

Presented by www.ziaraat.com

اس میں ودیعت کی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے .اس کے حسیا ت خصوصاً قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے.جہاں کہیں خوراک ہو یہ اپنے حاسہ کی مدد سے فوراً وہاں پہنچ جاتی ہے اوراپنے جسم سے بیس گنا زائد وزن اٹھا لیتی ہے اور جس چیز کو اکیلے نہیں اٹھا سکتی .اسے اٹھانے کیلئے ے دوسری چیونٹیوں کو اطلاع کر دیتی ہے اوروہ سب مل کر اسے اٹھا کے جا تی ہیں. اگر دیواریا بلندی پر چڑھنے سے بوجھ گر پڑتا ہے تو جتنی مرتبہ گرے اسے اٹھا نے کیلئے ے پلٹتی ہے .دھوپ ہو یا سایہ ,گرمی ہو یا سردی نہ ہمت ہارتی ہے اور نہ محنت سے جی چراتی ہیں .ہمہ وقت وہ تلاش میں لگی رہتی ہے.یوں تو گرمی و سرد ی میں یکساں سعی و کا وش کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر گرمیوں میں زیادہ سرگرم عمل رہتی ہیں تا کہ سردی اور برسات کیلئے ے اپنے بلوں میں اتنا ذخیرہ فراہم کرلیں جس سے ان کی گذر بسر ہو سکے .ان بلوں میں ٹیڑھے مٹیرھے راستے بناتی ہیں تا کہ بارش کے پانی سے تحفظ ہو سکے .اس کی غذا کی جمع آوری کے ساتھ اس کے بچاؤ کی بھی تمام تدابیر عمل میں لاتی ہیں .چنانچہ جب اس کے خراب یا متعفن ہونے کا اندیشہ ہو تا ہے تو اسے بلوں سے باہر نکال کر ہوا میں پھیلا دیتی ہیں اورسوکھ جانے کے بعد اسے پھر بلوں میں منتقل کردیتی ہیں یہ نقل و حمل عموماً چاندنی راتوں میں کرتی ہیں تا کہ دن کے وقت گزرنے والے کی وجہ سے پامال نہ ہو اور اتنی روشنی بھی رہے کے کا م جاری رکھا جاسکے اور اگر زمین تری و رطوبت کی وجہ سے دانوں سے کونپلیں پھوٹنے کا اند یشہ ہو تا ہے.تو ہر دانے کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں اور دھنئے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو بھی اگ آتا ہے اس لے ے اس کے چار ٹکڑے کر دیتی ہیں اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرتی ہیں کہ دانوں کی سطح پر بھوسے کے تنکے بچھا دیتی ہیں تا کہ زمین کے اندر کی نمی سے محفوظ رہیں.

چیونٹیوں کے نظم و ضبط سے رہنے مل جل کر کا م کرنے اور ایک دوسر ے کاہاتھ بٹانے کا بھر پور جذبہ ہوتا ہے .ان میں کچھ کارکن ہوتی ہیں جو خوراک فراہم کرتی ہیں اور کچھ حفاظتی فریضہ انجام دیتی ہیں اور ایک ملکہ ہو تی ہے جو نگران کار ہوتی ہے .غرض یہ تمام کام تقسیم عمل اور نظم و ضبط کے تحت انجام پاتے ہیں.:

مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی چھوٹی سی چھوٹی چیز کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے اندر ان تمام چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہو گی جو بڑی سے بڑی چیز کے اندر پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی صنعت طرازی و کارسازی کی جھلک یکساں اور ہر ایک کی نسبت اس کی قوت و توانائی کی طرف برابر ہوگی .خواہ وہ چیونٹی کی طرح چھوٹی ہو یا درخت خرما کی طرح بڑی ,ایسا نہیں کہ چھوٹی چیز کو بنانا سہل اور بڑی چیز کو پیدا کرنا اس کیلئے ے مشکل ہو .کیونکہ صورت و رنگ ,حجم اورمقدار کا اختلا ف صرف اس کی حکمت و تدبیر کی کارفرمائی کی بنا پر ہے مگر اصل خلقت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں .لہٰذا خلقت و آفرنیش کی یہ یک رنگی اس کے صانع کی وحدت و یکتائی کی دلیل ہے.

ٹڈی ایک مختصر جسامت کا جانور ہے .بچپنے میں اس کے پیر چھوٹے اور ٹانگیں لمبی ,سر بڑا اور دُم چھوٹی ہوتی ہے جب بچپنے کا دور گذر جاتا ہے تو پر بڑے اور جسم کا لمبائی زیادہ ہو جاتی ہے .خوراک کی تلاش میں جتھا بنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا رہتا ہے.اس پرواز سے اس کے جسم اور اعصاب پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جسم قوی اور اعصاب مضبوط ہوجاتے ہیں.لیکن

Presented by www.ziaraat.com

یہ دوراس کیلئے ے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے کیونکہ بھوک کی شدّت اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی. چنانچہ جب ٹڈی دل مل کر پرواز کرتا ہے تو جہاں کہیں سبزہ نظر آتا ہے بے تحاشا ٹوٹ پڑتا ہے اور مادہ اپنی دُم سے زمین میں سوراخ کر کے انڈے چھوڑ جاتی ہے جن سے بچے نکلتے ہیں اور جب ان کے جسم وجان میں توانائی آتی ہے تو اڑنے لگتے ہیں .ان کا پھیلاؤ کبھی کبھی دو ہزار مربع میل تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور جدھر سے ہو کر گزرتے ہیں کھڑی کھیتیوں اور سبزہ زاروں کو اس طرح چاٹ جاتے ہیں کہ روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں رہتا.یہ پرواز گرم خشک موسم میں ہوتی ہے اور جب تک موسم ساز گار رہتاہے پرواز جاری رہتی ہے جب سخت سردی یا تیز آندھی انہیں منتشر کر دیتی ہے تو جماعتی زندگی کی کشمکش سے آزاد ہو کر تنہا رہ جاتے ہیں .یہ تنہائی کی زندگی ان کیلئے ے بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے.انہیں بھوک ستاتی ہے اور نہ پرواز کی تعب و مشقت نڈھال کرتی ہے .

خطبہ۱۸۴

یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے. جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصّف کیا اس نے یکتانہیں سمجھا ,جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا,جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا ,جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا.

اس نے اس کا رخ نہیں کیا ,جو اپنی ذا ت سے پہچانا جائے و ہ مخلوق ہوگااور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو ,وہ علت کا محتاج ہو گا .وہ غافل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے .وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے.بغیرفکرکی جولانی کے وہ تونگرو غنی ہے .بغیر دوسروں سے استفادہ کئے نہ زمانہ اس کا ہم نشین اورنہ آلات اس کے معا ون و معین ہیں .اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر اس کا وجود عدم سے سابق اوراس کی ہمیشگی نقطہ ءِ آغا زسے بھی پہلے سے ہے اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات شعور نہیں رکھتا اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جواس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھاہے اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں ,اس نے نورکو ظلمت کی روشنی کو اندھیرے کی ,خشکی کوتری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیاہے.وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا ,متضاد چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والاہے.وہ کسی حد میں محدود نہیں اورنہ گننے سے شمار میں آتا ہے جسمانی قوی تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں انہیں لفظ منذنے قدیم ہونے سے روک دیا ہے.اور لفظ قدیم نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے.لفظ لولا نے کمال سے ہٹا دیا ہے .انہی اعضا ئی و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اوران ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیاہے .حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے.بھلا جو چیزاس کی مخلوقات پر طاری کی ہو ,وہ اس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے.اور جوچیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر

Presented by www.ziaraat.com

ہو سکتی ہے اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ اس میں کیونکر پیدا ہوسکتی ہے اگر ایسا ہوتو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی اوراس کی حقیقت ہمیشگی ودوام سے علیحدہ ہو جائے گی.اگر اس کیلئے ے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتاحالانکہ وہ اس امر مسلمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے.وہ ادلتا بدلتا نہیں نہ زوال پذیر ہوتا ہے. نہ غروب ہونااس کیلئے ے روا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے.ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا,وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے.تصورات اسے پانہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرالیں اور عقلیں اس کا تصور نہیں کر سکتی کہ اس کی کوئی صورت مقرر کرلیں.حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کرلیں اور ہاتھ اس سے مس نہیں ہو سکتے کہ اسے چھو لیں,وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتارہتاہے نہ شب وروز اسے کہنہ کرتے ہیں,نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے اسے اجزائی و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جاسکتا.اس کیلئے ے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہانہیں جاسکتا اور نہ یہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اسے بلند کریں اور خواہ پست, یا چیزیں اسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اسے اِدھراُدھر موڑیں اور چاہے اسے سیدھا رکھیں.نہ وہ چیزوں کے اندر ہے نہ ان سے باہر,وہ خبر دیتا ہے.بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے وہ سنتاہے,بغیر کانوں کے سوراخوں والے آلات سماعت کے وہ بات کرتا ہے,بغیر تلفظ کے وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے,وہ ارادہ کرتا ہے,بغیر قلب اور ضمیر کے وہ دوست رکھتاہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے, وہ دشمن پر غضبناک ہوتا ہے بغیر غم وغصہ کی تکلیف کے,جسے پیدا کرنا چاہتا ہے اسے٠ ہوجا ٠کہتا ہے.جس سے وہ ہوجاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں)سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جاسکے.بلکہ اللہ سبحانہُ کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلا م پہلے موجودنہیں ہوسکتا اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا.یہ نہیں کہاجاسکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگےں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آجائیں اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں.اس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہیں چاہی.وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہااور بغیر کسی چیز پر لٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا,اور بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا. کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اسے بچائے رہا.اس کے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا,اس نے جو بنایا ا س کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزر گاہوں کو شگافتہ کیا اس میں کوئی سستی نہ آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی.وہ اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب,علم و دانائی کی بدولت اس کے

Presented by www.ziaraat.com

اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اس کی ہرچیز پر چھایا ہوا ہے وہ جس چیز کا اس سے خواہاں ہو تا ہے وہ اس کی دسترس سے باہر نہیں نکل سکتی اورنہ ہی اس سے روگردانی کرکے اس پر غالب آسکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اس کے قبضہ سے نکل سکتاہے کہ اس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مال دار کامحتاج ہے کہ وہ اسے روزی دے .تمام چیزیں اس کے سامنے عاجزاور اس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیںاس کی سلطنت (کی وسعتوں)سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز)اوراس کی گرفت سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ لیں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اتر سکے نہ اس کا مثل و نظیر ہے جو اس کی برابری کر سکے وہی ان چیزوں کووجود کے بعد فنا کرنے والا ہے یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں اوریہ دنیا کوپیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنااس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز(دشوار)نہیں اور کیوں کر ایسا ہوسکتا ہے جب تمام حیوان وہ پرندے ہوں یا چوپائے .رات کو گھروں کی طرف پلٹ کرآنے والے ہوں .یاچراگاہوں میں چرنے والے جس نوع کے بھی ہوںاورجس قسم کے ہوں وہ اورتمام آدمی کودن و غبی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کوپیدا کرنا چاہیں تووہ اس کے پیدا کرنے پر قادرنہ ہونگے اور نہ یہ جان سکیں گے اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت اوراس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سر گرداں اور قوتیں عاجز و درمانده ہو جائیں گی اوریہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خورده ہیں اوریہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درمانده ہیں اوریہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فناکرنے سے بھی عاجز ہیں .خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے بلا شبہ اللہ سبحانہ، دنیا کے مٹ جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگاکوئی چیزاس کے ساتھ نہ ہوگی .جس طرح کہ دنیا کی ایجاد وآفرنیش سے پہلے تھا .یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیروقت و مکان اور ہنگام وزمان کے ہوگا اس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہونگی سوائے اس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی باز گشت ہے .کوئی چیز باقی نہ رہے گی .ان کی آفرنیش کی ابتدائی ان کے اختیارو قدرت سے باہر تھی اوران کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا.اگران کو انکار پر قدرت ہوتی توان کی زندگی بقاسے ہمکنار ہوتی جب اس نے کسی چیز کو بنایا توا س کے بنانے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اس نے خلق و ایجاد کیااس کی آفرنیش نے اسے خستہ و درمانده کیا .اس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کواستوار کرنے اور(مملکت کے) زوال اور(عزت کے) الخطاط کے خطرات (سے بچنے) اورکسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حا صل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا دائرہ بڑھانے کیلئے ے ان چیزوں کوپیدا نہیں کیااورنہ اس نے (تنہائی کی) وحشت سے(گھبرا کر) یہ چاہا ہوکہ ان چیزوںسے جی لگائے ,پھروہ ان چیزوں کوبنانے کے بعد فنا کردے گا اس لیے نہیں کہ ان میں ردو بدل کرنے اوران کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اس آسودگی وراحت کے خیال سے کہ جو (انہیں)مٹا کر اسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزرده و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کردےنے کی اسے دعوت دے بلکہ اللہ سبحانہ، نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اوراپنے فرمان سے ان کی روک تھام کررکھی

Presented by www.ziaraat.com

ہے ,اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے .پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا .نہ اس لےے کہ ان میں سے کسی چیز کی احتیاج ہے .اوران کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہوکر دل بستگی کی حالت پید اکرنے کیلئے ےے اور جہالت وبے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کیلئے ےے اور فقرو احتیاج سے دولت و فراوانی او ر ذلت و پستی سے عزت وتوانائی کی طرف منتقل ہونے کیلئے ےے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے.

۱#مطلب یہ ہے کہ لفظ منذ ,قد,اور لولاجن معانی کیلئے ےے وضع ہیں قدیم و ازلی و کامل ہونے کے منافی ہیں.لہٰذا ان کا اشیائ سے متعلق ہونا ان کے حادث و ناقص ہونے کی دلیل ہوگا .وہ اس طرح کہ منذا بتدائے زمانہ کی تعین کیلئے ےے وضع ہے جیسے قد وجد منذ کذا (یہ چیز فلاں وقت سے پائی جاتی ہے)اس سے وقت کی تعین و حد بندی ہو گئی اور جس کیلئے ےے تحدید وقت ہو سکے و ہ قدیم نہیں ہو سکتی اور لفظ قد ماضی قریب کے معنی دیتا ہے اور یہ معنی اسی میں ہوسکتے ہیں جو زمانہ میں محدود ہو اور لولا کی وضع امتناع الشئی لوجودغیرہ کیلئے ےے ہے جیسے مااحسنہ و اکملہ لولا فیہ کذا یہ چیز کتنی حسین و کامل ہوتی اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی لہٰذا جس سے یہ متعلق ہوگا و ہ حسن و کمال میں دوسرے کا محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہوگا.

یہ حوادث دفتن کے ذکر سے مخصوص ہے.:

ہا ں !میرے ماں باپ ان گنتی کے چند افراد پر قربان ہوں,جن کے نام آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے اور زمین میں انجانے ہیں .لہٰذا اس صورت حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم برہم ہوں اور تم میں چھوٹے برسرکار نظر آئیں یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کیلئے ےے بطریق حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھانا آسان ہوگا .وہ۱# وقت ہو گا جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر و ثواب دینے والے اغنیا ئ سے بڑھا ہوا ہوگا, یہ وہ زمانہ ہو گا کہ جب تم مست و سرشار ہو گے .شراب سے نہیں بلکہ عیش وآرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے .یہ وہ وقت ہو گا کہ مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوہان کو پالا ن (آہ)ان سختیوں کی مدت کتنی دراز او ر اس سے(چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دو ر ہیں.

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں .اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ ,ورنہ بد اعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے اور جو آتش فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے ا س میں اندھا دھند کود پڑو.اس کی راہ سے مڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اس کیلئے ےے خالی کر دو.کیونکر میری جان کی قسم !یہ وہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپٹوں میں تباہ و برباد,کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا . تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے .جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے .اے لوگو!سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر)سامنے لاؤ ,تا کہ سمجھ سکو.:

Presented by www.ziaraat.com

۱#اس دور میں دینے والۓ مالدار سے لینے والے فقیرو نادار #ثواب اس لے ے زیادہ ہو گا کہ مالدار کے اکتساب رزق کے ذرائع ناجائز و حرام ہوںگے اوروہ جو کچھ دے گا.اس میں نمود وریا اور شہرت و نمائش مقصودہوگی جس وجہ سے وہ کسی اجر و ثواب کا مستحق نہ ہو گا اور غریب لے گا تو اپنی عزت و بیچارگی سے مجبور ہو کر اور اسے صحیح مصرف میں صرف کرنے سے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا.

شارح معتزلی نے اس کے ایک معنی اور بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ اگر وہ مال دولت مند کے پا س رہتا اور یہ فقیر اسے نہ لیتا تو وہ حسب معمول اسے بھی حرام کاریوں اور عیش پرستیوں میں صرف کرتا اور چونکہ اس کا لے لینا بظاہر اس کے مصرف کا ناجائز میں صرف کرنے سے سدراہ ہوا ہے .لہٰذا اس برے مصرف کی روک تھام کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہو گا .

خطبہ ۱۸۶

اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی ان نعمتوں پر جو ا س نے تمہیں دیں .ان انعامات پرجو تمہیں کثرت سے بخشے اور ان احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کئے ہیں ,بکثرت حمدو ستائش کی نصیحت کرتا ہوں , کتنا ہی اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کیلئے ے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی .تم نے علانیہ برائیاں کیں ,لیکن اس نے تمہاری پردہ پوشی کی .تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابل ٔگرفت تھیں .مگر اس نے تمہیں ڈھیل دی .میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو ,اور آخر کیو نکر تم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو ,جو تم سے غافل نہیں ,اور کیونکر اس (فرشتہ ٔ موت)سے کوئی آس لگاتے ہو ,جو تمہیں ذرامہلت نہ د ے گا .تمہیں پندو عبرت دینے کیلئے ے وہی مرنے والے کافی ہیں .کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو ,انہیں (کندھوں پر)لا د کر قبروں کی طرف لے جایا گیا.دراں حالانکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انہیں قبروں میں اتار دیا گیا .جب کہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) کہ گویا یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا .جسے وطن بنایا تھا .اسے سنسان چھوڑ گئے اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہا ں اب جا کر سکونت اختیا ر کرنا پڑی .ہمیشہ اس کا انتظام کیا جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی کوئی فکر نہیں کی جہاں جانا تھا .(اب) نہ تو برائیوں سے (توبہ کرکے)پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے انہوں نے دنیا سے دل لگایا تو اس نے انہیں فریب دیا اور اس پر بھروسا کیا تو اس نے انہیں پچھاڑ دیا ,خدا تم پر رحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو ,جن کے آباد کرنے کا تمہیںحکم دیا گیا ہے اور جن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے .اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے .اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں ,پایہ ٔ تکمیل تک پہنچاؤ. کیونکہ آنے والا ٠کل ٠آج کے دن سے قریب ہے دن کے اندر گھڑیاںکتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندرون کتنے تیز رو اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام اور عمر کے اندر سال کتنے تیز رفتار ہیں .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۱۸۶

اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اوراس کی ان نعمتوں پرجوا س نے تمہیں دیں .ان انعامات پرجو تمہیں کثرت سے بخشے اوران احسانات پرجوتم پرہمیشہ کئے ہیں ,بکثرت حمدو ستائش کی نصیحت کرتا ہوں , کتنا ہی اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کیلئے ے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی .تم نے علانیہ برائیاں کیں ,لیکن اس نے تمہاری پردہ پوشی کی .تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابل,گرفت تھیں .مگراس نے تمہیں ڈھیل دی .میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کویاد رکھواوراس سے اپنی غفلت کوکم کرو ,اورآخرکیونکرتم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو ,جوتم سے غافل نہیں ,اور کیونکراس (فرشتہ ئ موت)سے کوئی آس لگاتے ہو ,جوتمہیں ذرامہلت نہ د ے گا .تمہیں پندو عبرت دینے کیلئے ے وہی مرنے والے کافی ہیں .کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو ,انہیں (کندھوں پر)لا د کر قبروں کی طرف لے جایا گیا.دراں حالانکہ وہ خود سوار نہیں ہوسکتے اورانہیں قبروں میں اتار دیا گیا .جب کہ وہ خود اترنے پرقادرنہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) کہ گویا یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھرتھا .جسے وطن بنایا تھا .اسے سنسان چھوڑ گئے اورجس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہا ں اب جا کرسکونت اختیا ر کرنا پڑی .ہمیشہ اس کا انتظام کیا جسے چھوڑنا تھا اوروہاں کی کوئی فکرنہیں کی جہاں جانا تھا .(اب) نہ توبرائیوں سے (توبہ کرکے)پلٹنا ان کے بس میں ہے اورنہ نیکیوں کوبڑھانا ان کے اختیارمیں ہے انہوں نے دنیا سے دل لگایا تواس نے انہیں فریب دیا اوراس پربھروسا کیا تواس نے انہیں پچھاڑ دیا ,خدا تم پررحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو ,جن کے آباد کرنے کا تمہیںحکم دیا گیا ہے اورجن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے .اورجن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے .اس کی اطاعت پرصبراور گناہوں سے کنارہ کشی کرکے اس کی نعمتوں کوجوتم پرہیں ,پایہ ئ تکمیل تک پہنچاؤ. کیونکہ آنے والا ٠کل ٠آج کے دن سے قریب ہے دن کے اندر گھڑیاںکتنی تیزقدم اورمہینوں کے اندرون کتنے تیزرو اور سالوں کے اندرمہینے کتنے تیزگام اورعمرکے اندرسال کتنے تیزرفتارہیں .

خطبہ ۱۸۷

ایک ایمان تووہ ہوتاہے جودلوں میںجما ہوتا ہے اوربرقرا رہوتا ہے ,اورایک وہ کہ دلوں اورسینے (کی تہوں)میں ایک مقررمدت تک عاریتہ ہوتا ہے لہٰذا اگرکسی ایک میں تمہیں کوئی برائی نظرآئے کہ جس سے تمہیں اظہاربیزاری کرنا پڑے تواسے اس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آجائے ک اس موقعہ پراظہاربیزاری اپنی حد پرواقع ہوگی .ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرارہے .اہل زمین میں کوئی گروہ چپکے سے خدا کا راستہ اختیا ر کرلے یا علانیہ . بہرحال اللہ کواس کی کوئی احتیاج نہیں ہے .زمین میں حجّت خدا کی معرفت کے بغیرکسی ایک کوبھی صحیح معنی میں مہاجرنہیں کہا جاسکتا.ہاں جو اسے پہچانے اوراس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اورجس تک حجّت (الٰہیہ) کی خبرپہنچے ,کہ اس کے کان سن لیں ,اوردل محفوظ کرلیں تواسے مستضعفین میں (جوہجرت سے مستثنی ہیں)داخل نہیں سمجھا جا سکتا ,بلا شبہ ہما را معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا جس کے دل کواللہ نے ایمان کیلئے ے پرکھ لیا ہو,اورہمارے قول و

Presented by www.ziaraat.com

حدیث کو صرف امانت دار کے سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں اے لوگو مجھ سے پوچھ لو کہ میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیروں کو اٹھائے جو مہار کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روند رہا ہو, اور جس نے لوگوں کی عقلیں زائل کر دی ہوں.

۱#امیر المومنین علیہ السّلامکے اس ارشاد کی بعض نے یہ توضیح کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مراد امور دنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امور دنیا داری سے زائد احکام شرعیہ و فتاوٰی فقیہہ کے واقف ہیں .چنانچہ ابن میثم تحریر کرتے ہیں:

امام دبری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت کا اس سے مقصد یہ ہے کہ ان کے دینی معلومات کا دائرہ دنیاوی معلومات سے وسیع تر ہے

سلونی قبل ان تفقدونی.

لیکن سیاق و سباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح قرار نہیں دیئے جاسکتے کیونکہ یہ جملہ .سلونی قبل ان تفقدونی. کی علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشن گوئی ہے اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دنیا سے زیادہ احکام شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے .کیوں کہ حضرت کا دعوٰی جو چاہو پوچھ لو احکا م شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اس کی علت قرار پا سکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشن گوئی کی ہے اسے مسائل شرعیہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے کہ اسے امور دنیا سے علوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبوت میں پیش کیا جائے لہٰذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا موردو محل متحمل نہ ہوسکے کسی صحیح جذنہ کی ترجمانی نہیں کرتا جبکہ سیاق وسباق کے اعتبار سے وہی معنی درست بی-ٹھتے ہیں کہ جنہیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں .چنانچہ حضرت فتنہ بنیامیہ سے آگاہ کرنے کیلئے ے فرماتے ہیںکہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو, کیونکہ میں مقدرات الہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں .لہٰذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے جو لوح محفوظ میں ثبت تقدیر الہی سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہو ں اور میرے بعد ایک سخت فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک وشبہ نہ ہونا چاہیئے .کیونکہ میری نظریں زمین پر ابھرنے والے نقوش سے زیادہ ان فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث و فتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے .لہٰذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کرلو تاکہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کر سکو.اس معنی کی تائید حضرت کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے .کہ جو آپ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے ان کی ت-صدیق کی .چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرت کے اس دعوٰی پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے .

حضرت کے اس قول کی تصدیق آپ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ نہیں بلکہ مسلسل و

Presented by www.ziaraat.com

متواترامور غیبیہ کے سلسلے میں آپ کی زبان سے نکلے جس سے اس امر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ جو فرماتے تھے وہ علم ویقین کی بنیاد پر فرماتے تھے .اتفاقی صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا.

امیرالمومنین علیہ السّلام کے اس کلا م کے متعلق لکھا جا چکاہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرات نہ ہوسکی اور جنہوں نے اس طرح کا دعویٰ کیا انہیں ذلت ورسوائی ہی اٹھانا پڑی .چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں.

•مقاتل ابن سلیمان ایک موقع پر دعویٰ کیا کہ سلونی عمادون العرشعرش ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو.اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السّلامنے حج کیا تھا تو انہوں نے سر کس سے منڈوایا تھا .مقاتل نے کہا اللہ نے تمہارے دل میں یہ سوال اس لیے ڈالا کہ مجھے اس نخوت و غرور پر رسوا و ذلیل کرے .بھلا مجھے اس کا کہاں علم ہو سکتا ہے.

ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلےمان نے اپنے علمی کا ثبوت دینے کیلئے ے کہاکہ مجھ سے عرش کے نیچے اورزمین کے نیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھ لو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا .بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اوروہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا.

ابراہیم ابن ہشام نے حج کے موقع پر کہا سلونی سلونی فانا ابن الوحید لاتسئلو اعلم منیمجھ سے پوچھو میں یکتا ئے روزگار اور علم زمانہ ہوں,جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے ?مگر اس کے پا س اس کا کوئی جواب نہ تھا.

شافعی نے مکہ میں کہا کہ سلونی ما شئتم احد ثکم من کتاب اللہ و سنتہ نبیہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لومیں کتا ب و سنت سے ا س کا جواب دوںگا .اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالت احرام میں زنبور کو مار دیا ہو. مگروہ کتاب و سنت سے کوئی جواب نہ دے سکے.

مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پرایک شخص نے پوچھا کہ چیونٹی کی انتڑیاں اس کے جسم کے اگلے حصے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں !مگروہ کچھ جواب نہ دے سکا.

جب قتادہ کوفہ میں وارد ہوا. اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اس نے کہا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو.اس پر امام ابو حنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیمان کے واقعہ میں جس چیونٹی کا ذکر ہے وہ نر تھی کہ مادہ تھی اس سے دریافت کیا گیامگروہ جواب سے عاجز رہا .جب حضرت ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہاکہ وہ مادہ تھی. لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے .کہا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد قالت نملتہ اس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے .اگر نر ہوتا تو قالت کی بجائے قال ہوتا .لیکن یہ جواب درست نہیں ہے,کیونکہ نملتہ کا اطلاق مذکر و موئنث پریکسا ں ہو تا ہے اور فعل کی تانیث نملہ کی تانیث کی وجہ سے ہے .نہ اس کے مادہ ہونے کی بنا پر.

ابن جوزی نے ایک دن منبر پریہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیا ل ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلامسلمان کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اورا ن کی تجہیز و تکفین کی .فرمایا کہ

Presented by www.ziaraat.com

ہاں درست ہے پھر اس نے پوچھا کہ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو, کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہوسکے, حالانکہ امیرالمومنین علیہ السّلاممدینہ میں ہی تشریف فرما تھے, کہاکہ ہاں یہ بھی درست ہے .اس نے پھر کہا کہ امیرالمومنین علیہ السّلامکا کون سا اقدام درست اور کون سا غلط تھا.یہ سن کروہ کچھ چکرا سے گئے ,مگرپھر سنبھل کر بولے اے خاتون تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو ,ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے. اس نے کہاکہ ا ے جوزی کیامیں پوچھ سکتی ہوں کہ ام المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے ا س کے بعد جوزی کیلئے ے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی.

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ الناصر الدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاقت لسانی بڑی شہرت رکھتا تھا. ایک دفعہ اس نے دوران بیان میں صفا تِ باری کا مسئلہ چھیڑ دیاجس پر بغداد کے ایک شخص احمد ابن عبدالعزیز نے کچھ اعتراضات کئے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا ,البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکّہ بٹھا نے کیلئے ے پر شکوہ لفظوں اور مسجع عبارتوں سے کھیلنا شروع کردیا جس سے عوام جھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں .واعظ بھی غرور علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا اور مجمع سے کہنے لگا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لوجس پر احمد نے کہا کہ اے شخص یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالب کا ہے اور اس کلام کا ایک تتمہ یہ بھی ہے کہ میرے بعد یہ دعویٰ وہی کرے گا جو جھوٹا ہوگا .واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہاکہ تم کس علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہو, کیا علی ابن ابی طالب ابن مبارک نیشا پوری کایا علی ابن ابی طالب ابن اسحاق مروزی کا یا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا یا علی ابن ابی طالب ابن سلیمان رازی کا .اسی طرح کتنے اشخاص گنوادیئے جن کانام علی ابن ابی طالب تھا یہ سن کر احمد نے کہا:

واہ سبحان اللہ !اس وسعت علمی کا کیا ٹھکانا ,مگر میری مراد وہ ہیں جو سیدةالنسائی العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر نے صحابہ میں ایک کودوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انہیں اپنی اخوت کیلئے ے منتخب کیا تھا .اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ محمد ابن عبد اللہ نام کے تو سینکڑوں ملیں گے .مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ملے گا .جس کے حق میں قدرت نے کہا ہو کہ.

ماضل صاحبکم وما غوی وما ینطق و عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

تمہارے ساتھی (پیغمبر)نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اوروہ خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے یہ تو وحی ہے جو ان پر اترتی ہے.

اسی طرح علی ابن ابی طالب ,نام کے بہت سے افراد مل جا ئیں گے .مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے کہا ہو کہ انت منی بمنزلةھارون و موسیٰ الاانہ لا نبی بعدی (تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون موسیٰ سے رکھتے تھے ,مگریہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے .اب واعظ نے ادھر اُدھر رخ کرنا چاہا تو بائیں طرف سے ایک شخص اٹھا کہ ہا ں ہاں اگر تم علی ابن ابی طالب کو نہ پہچانو تواس تجاہلِ عارفانہ سے ان کی قدرو منزلت گھٹ نہیں سکتی.

Presented by www.ziaraat.com

شپ پرہ گرو صل آفتاب نخواہد   رونق بازار آفتاب نکاہد

اس بحثا بحثی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں الجھ پڑے اور واعظ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا

خطبہ ۱۸۸

میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ے اسی سے مدد چاہتا ہوں .وہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے .اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں .جنہوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اس کے دشمنوں پر غلبہ پایا .ان کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور ان کے نور کو بجھانے کیلئے ے کوشش و تلاش میں لگے رہنا ان کو اس (تبلیغ و جہاد کی)راہ سے ہٹا نہ سکا .اب تم کو لازم ہے کہ خوف الہی سے لپٹے رہو.اس لے ے کہ اس ریسمان کے بندھن مضبوط اور اس کی پنا ہ کی چو-ٹی ہرطرح محفوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں) کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پورے کردو ,اور اس کے وارد ہونے سے قبل تہیا کرلو ,کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کیلئے ے نصیحت دینے اور نادان کیلئے ے عبرت بننے کیلئے ے کافی ہے اور اس کی آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے .قبروں کی تنگنائی برزخ کی ہولناکی خوف کی دحشتیں (فشار قبر سے (پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہو جانا ,کانوں کا بہرا پن ,لحد کی تاریکی ,عذاب کی دھمکیاں ,قبر کے شگاف کا بند کیا جانا اور اس پر پتھر کی سلوںکاچن دیا جانا .اے اللہ کے بندوں !اللہ سے ڈرو ! ڈرو کیونکہ دنیا تمہارے لے ے ایک ہی ڈھرّے پر چل رہی ہے اور تم اور قیامت ایک ہی رسّی میں بندھے ہوئے ہو ,گویا کہ وہ اپنی علامتوں کو آشکار کرکے آچکی ہے اور اپنے جھنڈوں کو لے کر قریب پہنچ چکی ہے اور تمہیں اپنے راستے پر کھڑا کر دیاہے گویا وہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمہارے سر پر کھڑی ہوئی ہے.اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے اور دنیا اپنے بسنے والوں سے کنارہ کشی کر چکی ہے اور انہیں اپنی آغوش سے الگ کردیا ہے گویا کہ وہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا جو گزر گیا .اس کی نئی چیزیں پرانی او رموٹے تازے (جسم) دبلے پتلے ہو گئے .ایک ایسی جگہ میں (پہنچ کر) جو تنگ و (تار)ہے اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ و عظیم ہیں اور ایسی آگ میں (پڑکر) جس کی ایذائیں شدید ,چیخیں بلند شعلے اٹھتے ہو ئے بھڑکنے کی آوازیں غضبناک لپٹیں علیہ السّلامتیز علیہ السّلام.بھڑکنا تیز. خطرات دہشناک ,گھراؤ نگاہ سے دور اطراف تیرہ و تا ر(آتشیں)دیگیں کھولتی ہوئی اور تمام کیفیتیں سخت و ناگوار ہیں.اور جو لوگ اللہ کا خوف کھاتے تھے .انہیں جوق درجوق جنت کی طرف بڑھایا جا ئے گا ,وہ عذاب سے محفوظ ,عتاب و سرزنش سے علیحدہ او رآگ سے بری ہوں گے ,گھر ان کا پر سکون اور وہ اپنی منزل وجائے قرار سے خوش ہوں گے .یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے .اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں دنیا میں ان کی راتیں خضوع و خشوع اور توبہ وا ستغفار میں (بیداری کی وجہ سے)دن اور دن لوگوں سے متوحش و علیحدہ رہنے کے باعث ان کیلئے ے رات تھے ,تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے باز گشت اور وہا ں کی نعمتوں کو ان کی جزا ئی قرار دیا ہے اور وہ اس کے سزا وار اور اہل و حقدار تھے .اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار رہنے والی نعمتو

Presented by www.ziaraat.com

ں میں.

لہٰذا اے خدا کے بندو!ان چیزوں کی پابندی کروجن کی پابندی کرنے سے تم کامیاب ہونے والا کامیاب اورا نہیں ضائع و برباد کرنے سے غلط کا رنقصان رسیدہ ہوگا .موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کر لو اس لے ے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہو گے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہوگے اور جو کارگزاریا ں انجام دے چکے ہو گے انہی کا بدلہ پاؤ گے اور سمجھتے رہنا چاہیئے کہ گویا موت تم پر وارد ہو چکی ہے .جس کے بعد نہ تو تمہارے لے ے پلٹنا ہے .اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے .خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے .زمین سے چمٹے رہو .بلا وسختی کو برداشت کرتے رہو ,اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہوکر اپنے ہاتھوں اورتلواروں کو حرکت نہ دو اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ.بلاشبہ تم میں سے جوشخص اللہ اور اس کے رسول اور ان کے اہلبیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کاذمہ اللہ کے ذمہ ہے. اور جس عمل خیر کی نیت ا س نے کی ہے اس کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کی یہ نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام ہے .بیشک ہر چیز کی ایک مدت اور معیاد ہوا کرتی ہے .

خطبہ ۱۸۹

تما م حمد اس اللہ کیلئے ے ہے جس کی حمد ہمہ گیر ہے .جس کا لشکر غالب اور عظمت و شان بلند ہے .میں ا س کی پے درپے نعمتوں اور بلند پایہ عظمتوں پر اس کی حمدو ثنا ئی کرتاہوں .اس کے حکم کا درجہ بلند ہے .چنانچہ اس نے گنہگاروں سے درگزر کیا اور اس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے وہ گزری ہوئی او ر گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقش قدم پہ چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی بافہم صنعت گر کے نمونہ ومثال کی پیروی کئے بغیر اور بغیر لغزشوں سے دو چار ہوئے اور بغیر (مشیروں) کی جماعت کی موجودگی کے وہ اپنے علم و دانش سے مخلوقات کو ایجاد و اختراع کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطاں و پیچاں تھے .ہلاکت و تباہی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں .اور زنگ و کدورت کے تالے ان کے دلوں پر لگے ہوئے تھے .

اے خد اکے بندو !میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیّت کرتا ہوں .کہ یہ اللہ کاتم پر حق ہے اور تمہارے حق کو اللہ پر ثابت کرنے والاہے اور یہ تقویٰ کیلئے ے اللہ سے اعانت چاہو اور(تقرب الہی کیلئے ے اس سے مدد مانگو)اس لے ے کہ تقویٰ آج (دنیا میں)پناہ و سپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے.اس کاراستہ آشکار او را س کا راہ پیما نفع میں رہنے والاہے .جس کے سپرد یہ ودیعت ہے وہ اس کا نگہبان ہے یہ تقویٰ اپنے آپ کو گزر جانے والی اور پیچھے رہ جانے والی امتوں کے سامنے ہمیشہ پیش کرتا رہا ہے کیونکہ و ہ سب اس کی حاجتمند ہونگی کل جب خداوند عالم اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گااور جو دے رکھاہے و ہ واپس لے گا اوراپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے با رے میں سوال کرے گا تو اسے قبول کرنے والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے .وہ گنتی کے اعتبار

Presented by www.ziaraat.com

سے کم اوراس توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے کہ --- ٠میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہیں٠ لہٰذا تقویٰ کی (آواز پر) اپنے کان لگاؤ,سعی و کوشش سے برابر اس کی پابندی کرو اور اس کی گزری ہوئی کوتاہیوں کا عوض قرار دو ,اور ہر مخالفت کرنے والے کے بدلہ میں اسے اپنا ہمنوا بناؤ اسے خواب غفلت سے اپنے چوکنے کا ذریعہ بناؤ .اوراسی میں اپنے دن کاٹ دو ,اور اسے اپنے دلوں کا شکار بناؤاور گناہوں کو اس کے ذریعہ سے دھو ڈالو اور اس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرو اور موت سے پہلے اس کا توشہ حاصل کرو .اور جنہوں نے اسے ضائع و بربا د کر دیا ہے.ان سے عبرت حاصل کرو .یہ نہ ہو کہ دوسرے تقویٰ عمل کرنے والے تم سے عبرت اندوز ہوں .دیکھو! اس کی حفا ظت کرو ,اوراس کے ذریعہ سے اپنے لیے سرو سامان حفاظت فراہم کرو .دنیا کی آلو دگیوں سے اپنا دامن پاک و صاف رکھو, اورآخرت کی طرف والہانہ انداز سے بڑھو .جسے تقویٰ نے بلندی بخشی ہو اسے پست نہ سمجھو اور جسے دنیا نے اوج و رفعت پر پہنچایا ہو ,اسے بلند مرتبہ نہ خیال کرو .اس کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو .اس کی باتیں کرنے والوں کی باتوں پر کان نہ دھرو ,او رنہ اس کی دعوت دینے والے کی (آواز پر)لبیک کہو ,اور نہ اس کی عمدہ و نفیس چیزوں پر مر مٹو .کیونکہ اس کی چمکتی ہوئی بجلیا ں نمائش ,اوراس کی باتیں جھوٹی ہیں اس کا اثاثہ تباہ او راس کا عمدہ متاع غارت ہونے والا ہے.دیکھو!یہ دنیا جھلک دکھا کر منہ موڑ لینے والی چنڈال اور منہ زور اڑیل اور جھوٹی بڑی خائن اور ہٹ دھرم, ناشکری ہے اور سیدھی راہ سے مڑنے رخ پھیرنے والی اور کجرو پیچ و تاب کھانے والی ہے ,ا س کا وتیرہ (ایک سے دوسرے کی طرف) پلٹ جانا ہے .اوراس کا ہر قدم زلزلہ انگیز ہے.اس کی عزت (سراسر) ذلت .اس کی سنجیدگی عین ہرزہ سرائی اوراس کی بلندی سراسر پستی ہے یہ غارتگری و تباہ کاری ,ہلاکت و تاراجی کا گھر ہے اس کے رہنے والے پاد ررکاب چل چلاؤ کے منتظر ,وصل و ہجر کی کش مکش میں گرفتار اس کے راستے پاشا ن و پریشان اس سے گریز کی راہیں دشوار اوراس کے منصوبے ناکام ہیں چنانچہ اس کی محفوظ گھاٹیوں نے ان کو (بے یارو مددگار) چھوڑ دیا ,ان کے گھروں نے انہیں دور پھینک دیا اور ان کی ساری دانشمندیوں نے انہیں درماندہ کر دیا اب جو ہیں (ان کی حالت یہ ہے(کہ کچھ کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں اور کچھ گوشت کے لوتھڑے ہیں جن کی کھال اتری ہوئی ہے اور کچھ کٹے ہوئے جسم او ربہے ہوئے خون ہیں اور کچھ (غم و اندوہ سے) اپنے ہاتھ کاٹنے والے اور کچھ کف افسوس ملنے والے اور کچھ (فکرو تردد) میں رخسار کہنیوں پر رکھے ہوئے ہیں ,او رکچھ اپنی سمجھ کو کوسنے والے اور کچھ اپنے ارادوں سے رو گردانی کرنے والے ہیں.(لیکن اب کہاں)جب کہ چارہ سازی کا موقعہ ہاتھ سے نکل چکا اور ناگہانی مصیبت سامنے آگئی اب نکل بھاگنے کا وقت کہا ں ,یہ تو ایک ان ہونی بات ہے جو چیز ہاتھ سے نکل گئی سو نکل گئی اور جو وقت جا چکا سو جا چکا اور دنیا اپنی من مانی کرتے ہوئے گزر گئی ٠ان پر نہ آسما ن رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی. ٠

خطبہ ١٩٠

ا س خطبہ کا نام خطبہ قا صعہ ہے:

جس میں ابلیس کی مذمّت ہے .اس کے تکبرو غرور اورآدم (علیہ السلا م)کے آگے سر بسجو د نہ ہونے پر اوریہ کہ وہ پہلا فرد ہے جس نے عصبیّت کا مظاہرہ

Presented by www.ziaraat.com

کیا اور غرور و نخوت کی راہ اختیار کر لی اور لوگوں کو اس کے طور طریقوں پر چلنے سے تنبیہ کی گئی ہے.

ہر تعریف ا س اللہ کیلئے ے ہے جو عزت و کبریائی کی روا اوڑھے ہوئے ہے او رجس نے ان دونوں صفتوں کو بلا شرکت غیرے اپنی ذات کیلئے ے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کیلئے ے ممنوع و نا جائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لے ے انہیں منتخب کیا ہے ,اوراس کے بندوں میں سے جو ان صفتوں میں‌سے اسے ٹکرے اس پرلعنت کی ہے اور اسی کی رو سے اس نے اپنے مقرب فرشتوں کا امتحان لیا تاکہ ان میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے .چنانچہ اللہ سبحانہ، نے باوجو دیہ کہ وہ دل کے بھید وں اور پردہ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے .فرمایا کہ میں مٹی سے بشر بنانے والا ہوں .جب میں اس کو تیار کر لوں اور اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا .سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس کواسے سجدہ کرنے میں خارآئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بنا پر آدم کے مقابلے میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے ان کے سامنے اکڑ گیا .چنانچہ یہ دشمن خدا عصبیّت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی اللہ سے اس کی روائے عظمت و کبریائی چھیننے کا تصور کیا .تکبر و سر کشی کا جامہ پہن لیا اور عجزو فرو تنی کی نقا ب اتار ڈالی .پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اسے بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنا دیا ,اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی .دنیا اورآخرت میں اس کیلئے ے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی او ر اگر اللہ چاہتا تو آدم کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دے او راس کی خوشنمائی عقلوں پر چھا جائے اور ایسی خوشبو سے کے جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے اور اگر ایسا کرتا تو ان کے آگے گردنیں خم ہو جاتیں اور فرشتوں کو ان کے بارے میں آزمائش ہلکی ہو جاتی لیکن اللہ سبحانہ، ,اپنی مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے جن اصل و حقیقت سے وہ نا واقف ہو تے ہیں تاکہ اس آزمائش کے ذریعے (اچھے اور برے افراد میں)امتیاز نہ کر دے .ان سے نخوت و برتری کو الگ اور غرور و خود پسندی کو دور کرے .تمہیں چاہیئے کہ اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اس سے عبرت حا صل کرو ,کہ طویل طویل عبادتوں اور بھرپور

کوششوں پر اس کے ایک گھڑی کے گھمنڈ نے پانی پھیر دیا.حالانکہ اس نے چھ ہزار برس تک جو پتہ نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے اس کی عبادت کی تھی ,تو ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اس جیسی معصیّت کرکے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو ?ہرگز نہیں ,یہ تو جنت سے نکال باہر کیا ہو اسی پر کسی بشر کو جنت میں جگہ دے.اس کا حکم تو اہل آسمان اور اہل زمین میں یکساں ہے .اللہ او رمخلوقات میں سے کسی فرد خاص کے درمیان دوستی نہیں کہ اس کو ایسے امر ممنوع کی اجازت ہو کہ جسے تمام جہاں والوں کیلئے ے اس نے حرام کیا ہو.

خدا کے بندوں ! اللہ کے دشمن سے ڈرو کہ کہیں وہ تمہیں اپنا روگ نہ لگا دے ,اپنی پکار سے تمہیں بہکا نہ دے ,اور اپنے سوارو پیادے لے کر تم پر نہ چڑھ نہ دوڑے اس لے ے میری جان کی قسم !اس نے شر انگیزی کے تیر کو چلہ کمان میں جوڑ رکھاہے اور قریب کی جگہ سے تمہیں اپنے نشانہ کی زد پر رکھ کر کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے .جیسا کہ اللہ نے اس کی زبانی فرمایا ہے کہ اے میرے پروردگار! چونکہ تو نے مجھے بہکا دیا ہے ,اب میں بھی ان کے سامنے زمین پر گناہوں کو سج کر پیش کروں گا اور ان

Presented by www.ziaraat.com

سب کو گمراہ کروں گا ,حالانکہ یہ اس نے بالکل اٹکل پچّو کہا تھا .اور غلط گمان کی بنا ئی پر (اندھیرے میں) تیر چلایا تھا لیکن فرزندا ن رعونت برادران عصبیّت اور شہسواران غرور و جاہلیت کے اس کی بات کو سچ کر دکھایا ,یہا ں تک کہ جب تم میں سے سرکش اور منہ زور لوگ اس کے فرمانبردار ہو گئے ,اور تمہارے بارے میں اس کی ہوس و طمع قوی ہو گئی اور صورت حال پر دہ خفا سے نکل کر کھلم کھلا سامنے آ گئی تو اس کا پورا پورا تسلّط تم پر ہو گیا اور وہ اپنے لشکر و سپاہ کو لے کر تمہاری طرف بڑھ آیا اور انہوں نے تمہیں ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا اور قتل و خون کے بھنوروں میں لا گرایا اور گھاؤ پر گھاؤ لگا کر تمہیں کچل دیا .تمہاری آنکھوں میں نیزے گڑ کر ,تمہارے گلے کاٹ کر ,تمہارے نتھنوں کو پارہ پا رہ کر کے تمہارے ایک ایک جوڑ بند کو توڑ کر اور تمہاری ناک میں غلبہ و تسلّط کی نکیلیں ڈال کر تمہیں اس آگ کی طرف کھینچے لے ے جاتا ہے جو تمہارے لے ے تیار کی گئی ہے اسی طرح ان دشمنوں سے جن سے کھلم کھلا تمہاری مخالفت ہے اور جن کے مقابلے کیلئے ے تم فوجیں جمع کرتے ہو ,زیادہ بڑھ چڑھ کروہ تمہارے دین کو مجروح کرنے والا اور دنیا میں تمہارے لے ے (فتنہ و فساد) کے شعلے بھڑکانے والا ہے لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اپنے جوش و غضب کا پورا مرکز اسے قرار دو ,اور پوری کوشش اس کے خلا ف صرف کرو .کیونکہ اس نے شروع ہی میں تمہاری اصل (آدم) پر فخر کیا تمہارے حسب (قدرومنزلت) پر حرف رکھا ,تمہارے نسب (اصل و طینت) پر طعن کیا ,او راپنے سواروں کو لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمہارے راستہ کا قصد کیا ہے.و ہ ہر جگہ سے تمہیں شکار کرتے ہیں اور تمہاری انگلی کی ایک ایک پور پر چوٹےں لگاتے ہیں نہ کسی حیلہ و تدبیر سے تم اپنا بچاؤ اور نہ پورا تہیا کر کے اس کی روک تھام کرسکتے ہو ,درآنحالا نکہ تم رسوائی کے بھنور تنگی و ضیق کے دائرہ ,موت کے میدان اور مصیبت و بلا کی جو لانگا ہ میں ہو ,تمہیں لازم ہے کہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی عصبیّت کی آگ اور جاہلیت کے کینوں کو فرو کرو .کیوں کہ مسلمان میں یہ غرور خود پسندی شیطان کی وسوسہ اندازی , نخوت پسندی ,فتنہ انگیزی اور افسوں کا ری کا نتیجہ ہوتی ہے عجز و فروتنی کو سر کاتاج بنانے .کبرو خود بینی کو پیروں تلے روندے او رتکبر و رعونت کا طوق گردن سے اتارنے کا عزم بالخبرم کرلو. اپنے دشمن شیطان اوراس کی سپاہ کے درمیان تواضع فروتنی کا مورچہ قائم کرو.کیونکہ ہر جماعت میں اس کے لشکر ,یار و مددگار اور سوار و پیادے موجود ہیں .تم اس کی طرح نہ بنو کہ جس نے اپنے ماں جائے بھائی کے مقابلے میں غرور کیا .بغیر کسی فضیلت و بلندی کے کہ جو اللہ نے اس میں قراردی ہو ,سوا اس کے کہ حاسدانہ عداوت سے اس میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوا ,اور خود پسندی نے اس کے دل میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی اور شیطان نے اس کے ناک میں کبر و غرور کی ہوا پھونک دی کہ جس کی وجہ سے اللہ نے مذامت و پشیمانی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور قیامت تک کے قاتلوں کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے ,دیکھو!تم نے اللہ سے کھلم کھلا اتر کر اور مومنین سے آمادہئی پیکار ہو کر ظلم و تعدی کی انتہا کر دی.اور زمین میں فساد مچا دیا .تم زمانہ جاہلیت والی خود بینی کی بنا پر فخر و غرور کرنے سے اللہ کا خوف کھاؤ.کیونکہ یہ دشمنی و عناد کا سر چشمہ اورشیطان کی فسوں کاری کا مرکز ہے جس سے ا س نے گزشتہ امتوں اور پہلی قوموں کو ورغلایا .یہاں تک کہ وہ اس کے دھکیلنے اور آگے سے کھینچنے پر بے چون وچرا جہالت کی اندھیا ریوں اور ضلالت کے گڑھوں میں تیزی سے جا پڑیں .ایسی صورت ہے جس میں ایسے لوگوں کے تمام دل ملتے جلتے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں‌اور صدیوں کا حال ایک ہی سا رہاہے اور ایسا غرور جس کے چھپانے سے سینوں کی وسعتیں تنگ ہوتی ہیں.

دیکھو! اپنے ان سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈ رو کہ جو اپنی جاہ وحشمت پر اکڑتے او ر اپنے نسب کی بلندیوں پرغرہ کرتے ہوں اور بد نما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اس کی قضا وقدر سے ٹکر لینے اور اس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کیلئے ے اس کے احسانات سے مکسیر انکار کر دیتے ہوں.

یہی لوگ تو عصبیّت کی عمارت کی گہری بنیاد ,فتنہ کے کاخ دایوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں ,لہٰذا اللہ سے ڈرو, اس کی دی ہوئی نعمتوں کے دشمن نہ بنو,او رنہ اس کے فضل و کرم کے جو تم پر ہے. حاسد بنو اور جھوٹے مدعیان اسلام کی پیروی نہ کرو کہ جن کا گندلا پانی تم اپنے صاف پانی میں سمو کر پیتے ہو اور اپنی درستگی کے ساتھ ان کی خرابیوں کو غلط ملط کر لیتے ہو اور اپنے حق میں ان کے باطل کیلئے ے بھی راہ پیدا کر دیتے ہووہ فسق و فجور کی بنیا د ہیں .اور نافرمانیوں کے ساتھ چسپیدہ ہیں .جنہیں شیطان نے گمراہی بار بردار سواری قرا ر دے رکھا ہے اور ایسا لشکر جس کے ساتھ لے کر لوگوں پر حملہ کرتا ہے ایسے ترجمان کے جن کی زبان سے وہ گویا ہوتا ہے تاکہ تمہاری عقلیں چھین لے تمہاری آنکھوں میں گھس جائے اور تمہا رے کانوں میں پھونک دے .اس طرح اس نے تمہیں اس نے تمہیں اپنے تیروں‌کا ہد ف اپنے قدموں‌کی جولانگاہ اور اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنالیا ہے .تمہیں لازم ہے کہ تم سے قبل سرکش امتوں پر جو قہر و عذاب اور عتاب و عقاب نازل ہوا ,اس سے عبرت لو,اور ان کے رخساروں کے بل لیٹنے اور پہلوؤں کے بل گرنے کے مقامات سے نصیحت حاصل کرو ,اورجس طرح زمانہ کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو ,اسی طرح معزورو سرکش بنانے والی چیزوں سے اللہ کے دامن میں پناہ مانگو .اگر خدا عالم اپنے بندوں‌میں‌سے کسی ایک کو بھی کبر و رعونت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انبیائی و اولیا ئی کو اس کی اجازت دیتا لیکن اس نے ان کو کبرو غرور سے بیزار ہی رکھا ,اور ان کیلئے ے عجزو مسکنت ہی کو پسند فرمایا .چنانچہ انہوں رخسارے زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک آلود ہ رکھے اور مومنین کے آگے تواضع و انکسا ر سے جھکتے رہے اور وہ دنیا میں کمزور و بے بس تھے ,جنہیں اللہ نے بھوک سے آزمایا تعب و مشقت میں مبتلا کیا . خوف و خطر کے موقعوں سے انہیں تہ و بالا کیا .لہٰذا خدا کی خوشنو د ی کا معیار اولادو مال کو قرار نہ دو .کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور اقتدار سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے چنانچہ اللہ سبحانہ, ,کا ارشاد ہے کہ. وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں سہارا دیتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم ہیں .مگر جو (جو اصل واقعہ ہے اسے) یہ لوگ سمجھتے نہیں .اسی طرح کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے ان بندوں‌کا جو بجائے خود اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں .امتحان لیتا ہے.اپنے ان دوستوں کے ذریعہ سے جو ان کی نظروں میں عاجزو بے بس ہیں (چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ) موسیٰ (علیہ السلام) اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے پاس آئے کہ ان کے جسم پر اونی کُرتے اور ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں.اور ا س سے یہ قول و قرار کیا کہ وہ اسلام قبول کرلے تو اس کا ملک بھی باقی رہے گا اور اس کی عزت بھی برقرار رہے گی .تو اس نے (اپنے حاشیہ نشینوں سے)کہا کہ تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے یہ معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی برقرا ر رہے گی .اور ذلیل صورت میں یہ

Presented by www.ziaraat.com

ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو (اگر ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں پڑے ہوئے .یہ اس لے ہے کہ وہ سونے کو اور اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا اور بالوں کے کپڑوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا .اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس وقت اس نے نبیوں کو مبعوث کیا تو ان کیلئے ے سونے کے خزانوں اور خالص طلا ئ کی کانوں منہ کھول دیتا اور با-غوں کی کشت زاروں کو ان کیلئے ے مہیا کردیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی جانوروں کو ان کے ہمراہ کر دیتا تو کرسکتا تھا اور اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم ,جزاؤسزا بیکار اور (آسمانی) خبریں اکارت ہوجاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا اجر اس طرح ماننے والوں کیلئے ے ضروری نہ رہتا اور نہ ایسے ایمان لانے والے نیک کرداروں کی جزا کے مستحق رہتے .او رنہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے لیکن اللہ سبحانہ، اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالت میں کمزور و ناتواں قرار دیتا ہے اور انہیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے .جو (دیکھنے اور سننے والے کے) دلوں او ر آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور افلاس ان کے دامن سے وابستہ کرتا ہے جس سے آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے .اگر انبیائ ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہو سکتا ہوتا اور ایسا تسلّط و اقتدار رکھتے کہ جس پر تعد ی ممکن ہی نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں مڑتیں اور ا س کے رخ پر سواریوں کے پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کیلئے ے بڑی آسان اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی اور لوگ چھائے ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسباب رغبت کی بنائ پر ایمان لے آتے تو اس کے پیغمبروں کا اتباع اس کی کتابوں کی تصدیق اس کے سامنے فروتنی ا س کے احکا م کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اسی کیلئے ے مخصوص ہوں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہواور جتنی .آزمائش کڑی ہو گی اتنا ہی زیادہ اجر و ثواب ہوگا.

تم دیکھتے نہیں کہ اللہ سبحانہ، ,نے آدم علیہ السّلام سے لے کر اس جہاں کے آخر تک کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے آزمایا ہے کہ جو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اس نے ان پتھروں ہی کو اپنا محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کیلئے ے (امن کے(قیام کا ذریعہ ٹھہرایا ہے .پھر یہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دنیا میں بلندی پر واقع ہونے والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا کھرے اور کھردرے پہاڑو ں نرم ریتلے میدانوں ,کم آب چشموں اور متفرق دیہاتوں کے درمیان فرق کہ جہاں اونٹ ,گھوڑا اور گائے بکری نشوونما نہیں پاسکتے .پھر بھی اس نے آدم اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رخ اس کی طرف موڑیں ,چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اٹھانے کا مرکز اور پالانوں کے اترنے کی منزل بن گیا کہ دور افتادہ بے آب و گیا بانوں دور دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں اور (زمین سے) کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیروں سے نفوس انسانی ادھر متوجہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ پوری فرمانبرداری سے اپنے کاندھوں کو ہلاتے ہوئے اس کے گرد لبیک الھم لبیک کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے پیروں سے پویہ دوڑ لگاتے ہیں .اس حالت میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور بدن خاک میں اٹے ہوئے ہیں .انہوں نے اپنا لباس پشت پر ڈال دیا ہوتا ہے اور بالوں کو بڑھا کر اپنے کو بد صورت بنا لیا ہوتا ہے .یہ بڑی ابتلا ,کڑی آزمائش کھلم کھلا امتحان اور پوری پوری جانچ ہے

Presented by www.ziaraat.com

.اللہ نے اسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچنے کا وسیلہ قراردیا ہے اور اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے باغ و چمن کی قطاریں بہتی ہوئی نہریں ہوں زمین نرم وہموار ہو کہ (جس میں) درختوں کے جھنڈ اور(ان میں) جھکے ہوئے پھلوں کے خوشے ہوں جہا ں عمارتوں کا جال بچھا ہو اہو.اورآبادیوں کا سلسلہ ملا ہوا ہو.جہاں سرخی مائل گیہوں کے پودے , سر سبز مرغزار, چمن درکنار سبزہ زار پانی میں شرابور میدان ,لہلہاتے ہوئے کھیت اورآبا د گزرگاہیں ہوں ,تو البتہ وہ جزا و سزا کو اسی اندازے سے کم کر دیتاہے کہ جس اندازہ سے ابتلائی وآزمائش میں کمی واقع ہوئی اگروہ بنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے او روہ پتھر کہ جس پراس کی عمارت اٹھائی گئی ہے زمرد سبز و یاقوت سرخ کے ہوتے اور(ان میں (نورو ضیائی(کی تابانی) ہوتی تو یہ چیز سینے میں شک و شبہات کے ٹکراؤ کو کم کر دیتی اور دلوں سے شیطان کی دوڑ(کا اثر)مٹا دیتی اور لوگوں سے شکوک کے خلجان دور کردیتی. لیکن اللہ سبحانہ، اپنے بندوں کو نا گوں سختیوں سے آزماتا ہے اوران سے ایسی عبادت کا خواہاں ہے کہ جو طرح طرح کی مشقتوں سے بجا لائی گئی ہواور انہیں قسم قسم کی ناگواریوں سے جانچتا ہے تاکہ ان کے دلوں سے تمکنت و غرور کو نکال باہر کرے اوران کے نفوس میں عجز و فروتنی کو جگہ دے اوریہ کہ اس ابتلاؤآزمائش(کی راہ)سے اپنے فضل و اتنان کے کھلے ہوئے دروازوں تک (انہیں) پہنچائے او راسے اپنی معافی و بخشش کا آسان وسیلہ و ذریعہ قرار دے .دنیامیں سرکشی کی پاداش اورآخرت میں ظلم کی گرانباری کے عذاب اور غرورو نخوت کے برے انجام کے خیال سے اللہ کا خوف کھاؤ کیونکہ یہ(سرکشی ظلم او رغرورو تکبر) شیطان کا بہت بڑا جال اور بہت بڑا ہتھکنڈا ہے جو لوگوں کے دلوں میں زہر قاتل کی طرح اتر جاتا ہے .نہ اس کا اثر کبھی رائیگاں جاتا ہے نہ اس کا وار کسی سے خطا کرتا ہے .نہ عالم سے اس کے علم باوجود اورنہ پھٹے پرانے چیتھڑوں میں کسی فقیر بے نوا سے .یہی وہ چیز ہے جس سے خدا وند عالم ایمان سے سر فراز ہونے والے بندوں کو نماز ,زکٰوۃ اور مقرر دنوں میں روزوں کے جہاد کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اوراس طرح اس کے ہاتھ پیروں (کی طغیانیوں)کو سکون کی سطح پر لاتا ہے .ان کی آنکھوں کو عجزو شکستگی سے جھکا کر نفس کو رام اور دلوں کو متواضع بنا کر رعونت و خود پسندی کو ان سے دور کرتا ہے (نماز میں)نازک چہروں کو عجزو نیاز مندی کی بنا ئی پر خاک آلودہ کیا جاتاہے اور روزوں میں ارزوئے فرمانبرداری پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکٰوۃمیں زمین کی پیداوار وغیرہ کو فقرائ اور مسا کین تک پہنچایا جاتا ہے. دیکھو! کہ ان اعمال وعبادت میں غرور کے ابھرے ہوئے اثرات کو مٹانے اور تمکنت کے نمایا ں ہونے والے آثار دبانے کے کیسے کیسے فوائد مضمر ہیں . میں نے نگاہ دوڑائی تو دنیا بھر میں ایک فرد کو بھی ایسا نہ پایا کہ وہ کسی چیز کی پاسداری کرتاہو ,مگر یہ کہ اس کی نظروں میں اس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے کہ جو جاہلوں کے اشتباہ کا باعث بن جاتی ہے یا کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو بیوقوفوں کی عقلوں سے چپک جاتی ہے.سوا تمہارے کہ تم ایک چیز کی جا نب داری کرتے ہو ,مگر اس کی کوئی علت اور وجہ نہیں معلوم ہوتی ,ابلیس ہی کو لو کہ اس نے آدم کے سامنے حمیّت و جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو اپنی اصل (آگ)کی وجہ سے اوران پر چوٹ کی تو اپنی خلقت و پیدائش کی بنائی پر ,چنانچہ اس نے آدم علیہ السّلامسے کہا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور تم مٹی سے (یونہی) خوش حال قوموں کے مالدار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑی بول بولے کہ ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

ہمیں کیونکر عذاب کیا جاسکتا ہے ۰.اب اگر تمہیں فخر کرنا ہی ہے تو ا س کی پاکیزگی اخلاق ,بلند کردار اور حسن سیرت پر فخر و ناز کرو کہ جس میں عرب گھرانوں کے با عظمت و بلند ہمت سر داران قوم اپنی خوش اطواریوں بلند پایہ دانائیوں اعلیٰ مرتبوں اور پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت کرتے تھے .تم بھی ان قابل ستائش خصلتوں کی طرفداری کرو.جیسے ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت کرنا عہدو پیمان کو نبھانا .نیکوں‌اطاعت او ر سر کشوں کی مخالفت کرنا حسن سلوک کا پابند اور ظلم و تعدی سے کنارہ کش رہنا خونریزی سے پناہ مانگنا,خلق خدا سے عدل و انصاف برتنا غصہ کو پی جانا,زمین میں شر انگیزی سے دامن بچانا تمہیں ان عذابوں او ر بد کرداریوں کی وجہ سے نازل ہوئے اور (اپنے)اچھے اور بر ے حالا ت میں ان کے احوال و وار دات کو پیش نظر رکھو اور اس امر سے خائف و ترساں رہو کہ کہیں تمہیں بھی انہی کے جیسے نہ ہو جاؤ.اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی بری) حالتوں‌پر غور کرلیا ہے تو پھر ہراس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی وجہ سے عزت و برتری نے ہر حال میں ان کاساتھ دیا اور دشمن ان سے دور دور رہے اور عیش و سکون کے دامن ان پر پھیل گئے .اور نعمتیں‌سرنگوں ہو کر ان کے ساتھ ہو لیں اور عزت و سرفرازی نے اپنے بندھن ان سے جوڑ لے ے .(وہ کیاچیزیں‌تھیں(یہ کہ وہ افتراق سے بچے اور اتفاق و یکجہتی پر قائم رہے .اسی پرایک دوسرے کو ابھارتے تھے او راسی کی باہم سفارش کرتے تھے اورتم ہر اس امر سے بچ کر رہو کہ جس نے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا اور قوت و توانائی کو ضعف سے بدل دیا .(اور وہ یہ تھا)کہ انہوں نے دلوں میں کینہ اور سینوں میں بغض رکھا ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھر الی او ر باہمی تعاون سے ہاتھ اٹھا لیا .اورتم کو لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہل ایمان کے وقائع و حالات پر غور و فکر کرو,کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور (جانکاہ(مصیبتوں میں ان کی کیا حالت تھی کیا وہ ساری کائنات سے زیادہ گرانبار تمام لوگوں سے زائد مبتلائے تعب و مشقت اور دنیاجہان سے زیادہ تنگی و ضیق کے عالم میں نہ تھے؟ کہ جنہیں دنیا کے فرعون نے اپنا غلام بنارکھاتھا اور انہیں سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے اور تلخیوں‌کے گھونٹ پلاتے تھے ا وران کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ تباہی و ہلاکت کی ذلتوں اورغلبہ و تسلّط کی قہر سامانیوں میں گھرتے چلے جارہے تھے .نہ انہیں بچاؤ کی کو ئی تدبیر اور نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سو جھتا تھا . یہاں تک کہ جب اللہ سبحانہ، نے دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں‌پر پوری کدو کاوش سے صبر کئے جارہے ہیں اور میرے خیال سے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو ان کیلئے ے مصیبت و ابتلائ کی تنگنائے سے وسعت کی راہیں نکالیں اور ان کی ذلت کو عزت و سرفرازی حاصل ہوئی. غور کرو!کہ جب ان کی جمعیتیں یک جا ,خیالات یکسو اور دل یکساں‌تھے او ران کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں ایک دوسرے کی معین و مدد گار تھیں اور ان کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے ,تو اس وقت ان کا کیا عالم تھا ,کیا وہ اطراف زمین میں فرمانروا اور دنیا والوں کی گردنوں پر حکمرا ن نہ تھے؟اور تصویر کا یہ رخ بھی دیکھو!جب ان میں پھوٹ پڑگئی .یکجہتی درہم برہم ہو گئی .ان کی باتوں اور دلوں‌اختلافات کے شاخسانے پھوٹ نکلے ,اور وہ مختلف ٹولیوں میں‌بٹ گئے اور الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے تو ان کی نوبت یہ ہوگئی کہ اللہ نے ان سے عزت و بزرگی کا پیراہن اتار لیا اور نعمتوں کی آسائش ان سے چھین لیں اور تمہارے درمیان ان کے واقعات کی حکایتیں عبرت بن کر رہ گئیں.

Presented by www.ziaraat.com

)اب ذرا) اسماعیل کی اولاد اسحاق کے فرزندوں اور یعقوب کے بیٹوں کے حالات سے عبرت حاصل کرو.حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں .ان کے منتشر و پراگندہ ہو جانے کی صورت میں جو واقعات رو نما ہوئے ,ان میں فکر و تعامل کرو کہ جب شاہان عجم اور سلاطین روم پر حکمران تھے وہ انہیں اطراف عالم کے سبزہ زاروں عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خار دار جھاڑیوں ہواؤں کے بے روگ گزر گاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف دھکیل دیتے تھے اور آخر کار انہیں فقیرو نادار او رزخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا چھوڑتے تھے .ان کے گھربار دنیا جہاں سے بڑھ کر خستہ و خراب اور ان کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے ,نہ ان کی کوئی آواز تھی جس کے پرو بال کا سہارا لیں ,نہ انس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسا کریں .ان کے حالات پراگندہ ہاتھ الگ الگ تھے کثرت و جمعیت بٹی ہوئی , جانگدار مصیبتوں اورجہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں (گھر گھر مورتی پوجا ہوتی تھی)رشتے ناتے توڑے جا چکے تھے اورلوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی.

دیکھو! کہ اللہ نے ان پر کتنے احسانات کئے ہیں کہ ان میں اپنا رسول بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انہیں پابند بنایا اورانہیں ایک مرکزوحدت پر جمع کر دیا اور کیونکہ خوش حالی نے اپنے پروبال ان پر پھیلا دیئے اور ان کیلئے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں او رشریعت نے انہیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا چنانچہ وہ اس کی نعمتوں میں شرابور اوراس کی زندگی کی ترو تازگیوں میں خوشحال اورایک مسلّط فرمانروا (اسلام کے)زیر سایہ ان کی زندگی کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے اوران کے حالات (کی درستگی) نے انہیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اورایک مضبوط سلطنت کی سربلند چوٹیوں میں (دین و دنیا کی) سعادتیں ان پر جھک پڑیں .وہ تمام جہان پر حکمران اورزمین کی پہنائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اورجن پابندیوں کی بنا پر دوسروں کے زیر دست تھے .اب یہ انہیں پابند بنا کر ان پر مسلّط ہوگئے .نہ ان کا دم خم ہی نکالا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کا کس بل توڑا جاسکتا ہے.

دیکھو! تم نے اطاعت کے بندھنوں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا لیا اورزمانہ جاہلیت کے طور طریقوں سے اپنے گرد کھچے ہوئے حصار میں رخنہ ڈال دیا خدا وند عالم نے اس امت کے لوگوں پر اس نعمت بے بہا کے ذریعہ سے لطف و احسان فرمایا ہے جس کی قدر وقیمت کو مخلوقات میں سے کوئی نہیں پہچانتا کیونکہ وہ ہر) ٹھہرائی ہوئی) سے گراں تر اور ہر شرف بلندی سے بالاتر ہے .اوروہ یہ کہ ان کے درمیان انس و یکجہتی کا رابطہ (اسلام)قائم کیا کہ جس کے سایہ میں وہ منزل کرتے ہیں, اورجس کے کنار (عاطفت) میں پناہ لیتے ہیں.

یہ جانے رہو کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیرباد کہہ دینے کے بعد صحرائی بدو باہمی دوستی کی بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو اسلام سے تمہارا واسطہ نام کورہ گیا ہے اورایمان سے چند ظاہری لکیروں کے علاوہ تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تمہارا قول یہ ہے کہ آگ میں کود پڑیں گے .مگر عار قبول نہیں نہ کریں گے گویا تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام کی ہتک حرمت اوراس کا عہد توڑ کر اسے منہ کے بل اوندھا کر دو ,وہ عہد کہ جسے اللہ نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے .(یاد رکھو !کہ) اگر تم

Presented by www.ziaraat.com

نے اسلام کے علاوہ کہیں اور کا رخ کیا تو کفار تم سے جنگ کیلئے ے اٹھ کھڑے ہوں گے پھر نہ جبرئیل و میکا ئیل ہیں اور نہ انصار و مہاجر ہیں کہ تمہاری مدد کریں ,سوا اس کے کہ تلواروں کو کھٹکھٹاؤ یہاں تک کہ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے خدا کا سخت عذاب ,جھنجھوڑنے والا عقاب ابتلاؤں کے دن اور تعزیر و ہلاکت کے حادثے تمہارے سامنے ہیں .اس کی گرفت سے انجان بن کر اور اس کی پکڑ کو آسان سمجھ کر اور اس کی سختی سے غافل ہو کر اس کے قہر و عذاب کو دور نہ سمجھو.خدا وند عالم نے گزشتہ امتوں کو محض اس لے ے اپنی رحمت سے دور رکھا کہ وہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے منہ موڑ چکے تھے. چنانچہ اللہ نے بے وقوفوں پر ارتکاب گناہ کی وجہ سے اور دانشمندوں پر خطاؤں سے باز نہ آنے کے سبب سے لعنت کی ہے.

دیکھو! تم نے اسلام کی پابندیاں توڑ دیں اور اس کی حدیں بیکار کر دیں اور اس کے احکام سرے سے ختم کر دیئے .معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ نے مجھے باغیوں عہد شکنوں اور زمین میں فساد پھیلا نے والوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا. چنانچہ میں نے عہد شکنوں (اصحاب جمل) سے جنگ کی نافرمانوں (اہل صفین) سے جہاد کیا او ر بے دینوں (خوارج نہروان) کو بھی پوری طرح ذلیل کر کے چھوڑا .مگر گڑھے (میں گر کر مرنے) والا شیطان میرے لے ے اس کی مہم سر ہو گئی .ایک ایسی چنگھاڑ کے ساتھ کہ جس میں اس کے دل کی دھڑکن او رسینے کی تھرتھری کی آوا زمیرے کانوں میں پہنچ رہی تھی.اب باغیوں میں سے کچھ رہے سہے باقی رہ گئے ہیں اگر اللہ نے پھر مجھے ان پر دھاوا بولنے کی اجازت دی تو میں انہیں تہس نہس کر کے دولت و سلطنت کا رخ دوسری طرف موڑ دوں گا (پھر) وہی لوگ بچ سکیں گے جو مختلف شہروں کی دور دراز حدوں میں تتر بتر ہو چکے ہوں گے ,میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا .تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدرومنزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسول نے مجھے گود میں لے لیا تھا .اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے. بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے اور تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے .پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے انہوں نے نہ تو میری کسی بات جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں او ر پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا ,اور میں ان کے پیچھے یوں لگا رہتا تھا اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے. آپ ہر روز میرے لے ے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے او ر مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہا ں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا .اس وقت رسول اللہ اور (ام المومنین) خدیجہ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں میں تھا میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا.

جب آپ پر (پہلے پہل(وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیسی آواز ہے .آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو ,فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقینا بھلائی کی راہ پر ہو

Presented by www.ziaraat.com

.میں رسول اللہ کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور انہوں نے آپ سے کہا کہ اے محمد آپ نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے .ایسا دعویٰ نہ تو آپ کے باپ دادا نے کیا نہ آپ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا ہم آپ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر آپ نے اسے پورا کر کے ہمیں دکھلا دیا تو پھر ہم بھی یقین کر لیں گے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کر سکے تو ہم جان لیں گے کہ(معاذاللہ) آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں حضرت نے فرمایا کہ وہ تمہارا مطالبہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے لے ے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اکھڑ آئے اور آپ کے سامنے آکر ٹھہر جائے آپنے فرمایا بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے .اگر اس نے تمہارے لے ے ایسا کر دکھایا تو کیا ایمان لے آؤ گے .اور حق کی گواہی دو گے ?انہوں نے کہا ہاں آپنے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو تمہیں دکھائے دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو.یقیناتم میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہیں چاہ(بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وہ ہیں جو (جنگ)احزاب میں جتھا بندی کریں گے .پھر آپ نے فرمایا اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں.تو اپنی جڑ سمیت اکھڑ آ یہاں تک کے تو بحکم خدا میرے سامنے آ کر ٹھہر جائے .(رسول کا یہ فرمانا تھا کہ) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا وہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح آیا کہ اس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ وہ لچکتا جھومتا ہوا رسول اللہ کے رو برو آ کر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں ان پر اور کچھ شاخیں میرے کندھوں پر ڈال دیں اور میں آپ کی دائیں جانب کھڑا تھا .جب قریش نے یہ دیکھا نخوت و غرور سے کہنے لگے کہ اسے کہیں کہ آدھا آپ کے پاس آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رہے.چنانچہ آپ نے اسے حکم دیا تو اسکا ادھا حصہ آپ کی طرف بڑھ آیا اس طرح کہ اس کا آنا پہلے آنے سے زیادہ عجیب صورت سے زیسدہ تیز آواز کے ساتھ تھا اوراب کہ وہ قریب تھا کہ وہ رسول اللہ سے لپٹ جائے انہوں نے کفر او شرکشی سے کہا کہ اب اس ادھے کو حکم دیجیے کہ کہ یہ اپنے دوسرے حصے کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا چنانچہ آپ نے اسے یہی حکم دیا تو اس کا آدھا حصہ آپ کی طرف بڑھ آیا اس طرح کہ اس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) ذیادہ عجیب صورت سے اور ذیادہ آواز کے ساتھ تھا اور اب وہ اس کے قریب تھا کہ وہ رسول اللہ سے لپٹ جائے اب انہوں نے کفر و سر کشی سے کہا کہ اب اس آدھے کو حکم دیجیے کہ یہ اطنے دوسرے حصے کی طرف پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا چنانچہ آپ نے حکم دیا اور وہ پلٹ گیا میں نے (یہ دیکھ کر)کہا کہ لاالہ الااللہ اے اللہ کے رسول میں آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں, اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس کے درخت نے بحکم خدا آپ کی نبوت کی تصدیق اورآپ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کیلئے ے جو کچھ کیا ہے وہ امر واقعی ہے .(کوئی آنکھ کا پھیر نہیں)یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے لگی کہ یہ (پناہ بخدا) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادوگر ہیں .ان کا سحر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابکدست اس امر پر آپ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس سے مجھے مراد لیا (جو چاہیں کہیں)میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کے کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ وارہے ,وہ شب زندہ وار دن کے روشن مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر کی

Presented by www.ziaraat.com

سنتوں کوزندگی بخشتے ہیں ,نہ سربلندی دکھاتے ہیں نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں .ان کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں‌لگے ہوئے ہیں.

۱#مطلب یہ کہ جس طرح حاسد محسود کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسی طرح تم کفران نعمت و ارتکاب معاصی سے زوال نعمت کے اسباب پیدا نہ کرو.

۲#مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری رعب و دبدبہ سے مرعوب ہو کر ایمان لایا جائے گا اور قوت و طاقت سے متاثر ہو کر عبادت کی جائے گی تویہ ایمان اپنے حقیقی مفہوم پر اور نہ عبادت اپنے اصلی معنی پر باقی رہے گی کیونکہ ایمان تصدیق باطنی اوریقین قلبی کا نام ہے اور جبرو اکراہ سے جس یقین کا مظاہرہ کیا جائے گا وہ صرف زبانی اقرار ہو گا .مگر قلبی اعتراف نہیں ہو گا اور عبادت عبودیت کے م-ظا ہرہ کانام ہے اور جس عباد ت میں احساس عبودیت و جذبہ نیاز مندی نہ ہو اور صرف سطوت و ہیبت کے پیش نظر بجا لائی گئی ہو وہ عبادت نہیں ہو سکتی .لہٰذا ایسا ایمان اور ایسی عبادت اپنے صحیح معنی و مفہوم کی آئینہ وار نہ ہوگی.

۳#عالم اور فقیر کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ عالم کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور فقیر کی بے مائگی ا س کیلئے ے مانع ہو سکتی ہے مگراس کے باوجود عالم و فقیر دونوں اس کے فریب میں آجاتے ہیں توپھر جاہل کس طرح اپنے کو اس کے ہتھکنڈوں‌سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور مالدار کہ جس کے پاس بے راہ روی کے سارے وسائل و ذرائع موجود ہوتے ہیں کس طرح اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے .کلا ان الانسان لیطغیٰ ان رآہ استغنیٰ بے شک انسان جب اپنے کو مالدار دیکھتا ہے تو سر کشی کرنے لگتا ہے.

امم سابقہ کے عروج و زوال اور وقائع و حالات پر اگر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قوموں کابننا بگڑناصرف بخت و

اتفا ق کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں بڑی حد تک ا ن کے افعال و اعمال کا دخل ہوتا ہے اور اعمال جس نوعیت کے ہوتے ہیں ,ویسا ہی ان کا نتیجہ و ثمرہ ظاہر ہوتا ہے چنانچہ گذشتہ قوموں کے حالات و واقعات اس کے آئینہ دار ہیں کہ ظلم و بد عملی کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و ہلاکت اور نیکی اور سلامت روی کا ثمرہ ہمیشہ خوش بختی و کامرانی رہا ہے اور چونکہ زمانوں اور قوموں‌کے اختلاف سے نتا ئج میں کوئی فرق نہیں پڑتا .لہٰذا ویسے حالا ت اگر پھر پیدا ہوں اور ویسے واقعات اگر پھر دوہرائے جائیں تووہی نتائج اب بھی ظاہر ہوں .جو ان جیسے واقعات سے ظاہر ہو چکے ہیں لیکن نتائج کی یک رنگی ہی وہ چیز ہے جو گذشتہ واقعات کو بعد والوں کیلئے ے مرقع عبرت بنا کرپیش کرتی ہے چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر امیرالمومنین علیہ السّلامنے بنی اسماعیل و بنی اسحٰق وبنی اسرائیل کے مختلف حالات و ادوار اور شاہان عجم و روم کے ہاتھوں ان کی ابتلا و مشقت اور تباہی و بربادی کا تذکرہ کر کے دعوت فکرو بصیرت دی ہے .

حضرت ابراہیم کے بڑ ے فرزند حضرت اسماعیل کی اولاد بنی اسماعیل اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق کی اولاد بنیاسحٰق کہلاتی

Presented by www.ziaraat.com

ہے جو بعد میں شاخ در شاخ ہو کر مختلف قبیلوں میں بٹتی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوتی گئی ,ان کا ابتدائی مسکن فلسطین کے علاقے میں مقام کنعان تھا .جہاں حضرت ابراہیم سرزمین دجلہ و فرات سے ہجرت کرکے مقیم ہوگئے تھے جہاں حضرت ابراہیم انہیں اور انکی والدہ کو چھوڑ گئے تھے ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے انہی اطراف میں بسنے والے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض سے شادی کی جن سے ان کی اولاد پھلی پھولی اور اطراف و اکناف عالم میں پھیل گئی .حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دوسرے فرزند حضرت اسحٰق کنعان ہی میں مقیم رہے اور ان کے فرزند حضرت یعقوب (اسرائیل)تھے .جنہوں نے اپنے ماموں لبان ابن ناہر کی دختر لیا سے عقد کیا اور اس کے مرنے کے بعد ان کی دوسری صاحبزادی راحیل سے شادی کی اوران دونوں سے ان کی اولاد ہوئی جو بنیاسرائیل کہلاتی ہے .ان فرزندوں میں سے ایکفرزند حضرت یوسف تھے جو اپنے ہمسایہ ملک مصر میں ایک ناگہانی صورت سے پہنچ گئے اور غلامی و اسیری کی کڑیا ں جھیلنے کے بعد مصر بنی اسرائیل کا اس انقلاب کے بعد انہوں نے اپنے تمام عزیزوں اور کنبہ والوں کو بھی وہیں بلالیا اور اس طرح مصر بنی اسرائیل کا مستقر قرار پا گیا یہ لوگ کچھ عرصہ تک امن چین سے رہتے سہتے اور عزت و احترام کی زندگی گزارتے رہے مگر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندے انہیں ذلت و حقارت کی نگا ہ سے دیکھنے لگے اور انہیں ہرطرح کے مظالم کا نشانہ بنالیا یہا ںتک کہ لڑکوں کو ذبح اور ان کی عورتوں کو کنیزی کیلئے ے رکھ لیتے تھے ,جس سے ان کی عزم وہمت پامال اور روح آزادی مضحمل ہو کر رہ گئی .آخر حالات نے پلٹا کھایا اور چار سو برس کے تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑ ے رہنے کے بعد نکبت و مصیبت کا دور کٹا اور فرعونی حکومت کے مظالم سے نجات دلا نے کیلئے ے قدرت نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو بھیج دیا جو انہیں لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے لیکن قدرت نے فرعون کو تباہ کرنے کیلئے ے اسرائیلیوں کا رخ دریائے نیل کی طرف موڑ دیا .جہاں آگے پانی کی طغیا نیاں تھیں .اور پیچھے فرعون کی دل بادل فوجیں جس سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے .مگر قدرت نے حضرت موسیٰعلیہ السّلام کو حکم دیا کہ وہ بے کھٹکے دریا کے اندر اتر جائیں .چنانچہ جب وہ بڑھے تو دریا میں ایک چھوڑ کئی راستے پیدا ہو گئے اور حضرت موسیٰعلیہ السّلام اسرائیلیوں کو لے کر دریا کے اس پار اتر گئے .فرعون عقب سے آ ہی رہا تھا .جب اس نے ان کو گزرتے ہوئے دیکھا تو لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جب وسط دریا میں پہنچا تو رکے ہوئے پانی میں حرکت پید ا ہوئی اور فرعون کو اور اس کے لشکر کو اپنی لپیٹ میں لے کر فنا کے گھاٹ اتار دیا چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

اور اس وقت کو یا د کرو کہ جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں برے سے برا عذا ب دیتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہا ری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے .اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی کٹھن آزمائش تھی.

بہر صورت جب یہ حدود مصر سے نکل کر اپنے آبائی وطن فلسطین و شام میں پہنچے تو اپنی سلطنت و حکومت کی بنیاد رکھ کر آزادی کی فضا ئی میں سانس لینے لگے.اور قدرت نے ان کی پستی و ذلت کو فرمانروائی کی بلندی و رفعت سے بدل دیا.

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے.

Presented by www.ziaraat.com

ہم نے اس جماعت کو جو کمزور و ناتواں سمجھی جاتی تھی زمین کے پورب و پچھم کے ان حصوں کا وارث بنایا. جنہیں ہم نے اپنی برکتوں سے مالامال کیا ہے . اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کا خوشگوار وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا .چونکہ وہ (فرعون کے مظالم پر) صبرو استقامت سے جمے رہے اور جو کچھ فرعون او راس کی قوم بناتی اور جو عمارتیں بلند کرتی تھی ہم نے سب برباد کردیں .

اسرائیلیوں نے تخت فرما نروائی پر قدم رکھنے اور خوشحال و فارغ البالی حاصل کرنے کے بعد دور غلامی کی تمام ذلتوں او ررسوئیوں کو فرا موش کر دیا .اور اللہ کی بخشی ہوئی شکر گزار ہونے کی بجائے سرکشی اور بغاوت پر اتر آئے چنانچہ وہ بد کرداری و بد اخلاقی کی طرف بے جھجک بڑھتے .شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ,حیلے حوالوں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں کوئی باک نہ کرتے.خدا کی طرف سے تبلیغ و دعوت کے فرائض سرانجام دینے والے انبیا ئ کو ستاتے اور ان کے خون ناحق سے ہاتھ رنگتے .اب ان کی بد اعمالیوں کا تقاضا یہی تھا انہیں ان کے پاس عمل کی گرفت میں جکڑ لیا جائے .چنانچہ بخت نصر کہ جو ۶۰۰ق .م.بابل (عراق)پر اپنا پرچم حکومت لہرا رہا تھا .شام فلسطین پر حملہ کرنے کیلئے ے اٹھا اور اپنی خونچکاں تلوارو ں ستر ہزا ر اسرائیلیوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو تباہ و بربا د کردیا ,اور بقیتہ السیف کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر کے اپنے ساتھ لے لیا ,اور انہیں غلامی کے بندھنوں میں کر قعر مذلت میں لا پھینکا .اگرچہ اس تباہی و بربادی کے بعد کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی کہ وہ پھر اوج و عروج حاصل کر سکیں گے مگر قدرت نے انہیں سنبھلنے کا ایک موقع دیا .چنانچہ بخت نصر کے مرنے کے بعد حکومت کا نظم و نسق بیل شازار کے سپرد ہوا ,تو اس نے رعیت پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے جس سے تنگ آ کر وہاں کے باشندوں نے شہنشاہ فارس) سائرس) کو پیغام بھجوایا کہ ہم اپنے فرمانروا کے ظلم وجور ہتے سہتے عاجز آ گئے ہیں. آپ ہماری دستگیری کیجئے اور بیل شازار کے مظالم سے چھٹکارا دلایئے .سائرس جو عدل گستر و انصاف پرور حکمران تھا . اس آواز پر لبیک کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا ,وہاں کے لوگوں کے تعاون سے اس نے بابل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا .جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی گردنوں سے غلا می کا طوق اترااور فلسطین کی طرف پلٹ جانے کی اجازت مل گئی .چنانچہ انہوں نے ستر برس غلامی میں گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے ملک میں قدم رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی .اب وہ گزشتہ واقعا ت سے عبرت حاصل کرتے تو ان بد اعمالیوں کے مرتکب نہ ہوتے کہ جن کے نتیجہ میں انہیں غلامی کی ذلت سے دوچا ر ہو نا پڑاتھا. مگر اس ناہنجار قو م کے مزاج کی ساخت ہی کچھ اس طرح کی تھی کہ جب بھی انہیں آسائش و فارغ البالی حاصل ہوتی تو دولت کی سر مستیوں میں کھو جاتے اور عیش پر ستیوں میں پڑ جاتے .احکا م شریعت کا تمسخر اڑاتے اور انبیائی کا استہزا ئ کرتے بلکہ ان کے قتل سے بھی ان کی جبیں پر کوئی شکن نہ آتی تھی.چنانچہ جب ان کے فرمانروا ہیرو دیس نے اپنی محبوبہ کے کہنے سے حضرت یحی، کا سر قلم کرکے اسے بطور تحفہ پیش کیا تو کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ اس ظلم کے خلا ف کوئی آواز بلند کرتا یا اس سے کوئی اثر لیتا .ان کی سرکشیوں اور منہ زوریوں کا یہی عالم تھا کہ حضرت عیسیٰ نے ظہور فرمایا جو انہیں بے راہ رو یوں سے روکتے اور نیکی و خوش اطواری کی تلقین فرماتے تھے لیکن انہوں نے ان کی بھی مخالفت کی اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ

Presented by www.ziaraat.com

کر دینے کے درپے ہوگئے ,لیکن قدرت نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور حضرت عیسیٰ کو ان کے دستبرد سے محفوظ کردیا .جب ان کی طغیانیا ں اس حد تک بڑھ گئیں‌اور قبول ہدایت کی صلاحیتیں دم توڑ چکیں تو تقدیر نے ان کی ہلا کت و بربادی کا سامان مکمل کر کے ا ن کی تبا ہی کا فیصلہ کرلیا .چنانچہ قیصر و روم اسنبانوس نے اپنے لڑکے ملیطوس (ٹیٹس)کو شام پر حملہ کرنے کیلئے ے بھیجا جس نے بیت المقدس کے گرد گھیرا ڈال دیا .مکانوں کو مسمار اور ہیکل کی دیوارو ں کو توڑ دیا جس سے ہزاروں اسرائیلی کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور ہزاروں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور چورہ گئے وہ تلواروں کی نذر ہو گئے اور وہ اسرائیلی جو حصار کے زمانہ میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے .اس میں سے بیشتر مجاز و یثرب میں آ کر آبا د ہوگئے .مگر پیغمبر آخرالزماں کے انکار سے ا ن کی قومیت کا شیرازہ اس طرح بکھر کرپھر کسی مرکز عزت پر جمع نہ ہوسکے اور ذلت و رسوائی کے سوا عزت و سرفرازی کی زندگی انہیں نصیب نہ ہوئی.اسی طرح شاہان عجم نے بھی عرب پر شدید حملے کئے اور وہاں کے باشندوں کو مقہورہ مغلوب بنا لیا .چنانچہ سابورابن ہرمزنے سولہ برس کی عمر مےں چارہزار جنگجوؤں‌کواپنے ساتھ لے کر ان عربوں‌پر حملہ کےا جو حدود فارس مےں‌اباد تھے اورپھر بحرےن قطےف اور حجر کی طرف چڑھائی کی اور بنیتمیم و بنی بکرابن دائل و بنیعبد قیس تباہ و برباد کیا اور ستر ہزار عربوں کے شانے چیر ڈالے جس سے اس کا لقب زوالہ کناف پڑ گیا .اس نے عربوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ صرف بالوں کی جھونپڑیوں میں رہیں اپنے سر کے بالوں کو بڑھالیں .سفید لباس نہ پہنیں اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کریں او رپھر عراق و شام کے درمیان نصیبین ہیں بارہ ہزار اصفہان اور فارس کے دوسرے شہروں کے باشندے بسائے اوراس طرح وہاں کے رہنے والوں کو سر سبز و شاداب جگہوں سے صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں کی طرف دھکیل دیا .جہاں نہ زندگی و راحت کا کوئی ساما ن تھا .اور نہ معیشیت کا کوئی ذریعہ اوریہ کہ آپس کے تفرقہ و انتشار کے نتیجہ میں مدتوں تک دوسروں کی قہر سامانیوں‌کا نشانہ بنتے رہے آخر قدرت نے سرور کائنات کو مبعوث فرما کر انہیں ذلت سے عروج و رفعت کی بلند منزل پر پہنچا دیا .

۵.گڑھے میں گر مرنے والے شیطان سے مراد ذوالشدیہ ہے جو نہروان میں صاعقہ ئ آسمانی کے گرنے سے ہلاک ہوا اور اس پر تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑی اس کی ہلاکت کے متعلق پیغمبراکرم پیشن گوئی فرما چکے تھے .اس لےے امیرالمومنین علیہ السّلامنہروان کے میدا ن میں استیصال خوارج کے بعد اس کی تلاش میں نکلے .لیکن س کی لاش کہیں نظر نہ آئی .مگر ریان ابن صبرہ نے نہر کے کنا رے ایک گڑھے کے اندر چالیس پچاس لاشیں دیکھیں .جب انہیں نکالا گیا تو ان میں ذوالثدیہ کی بھی لاش تھی اور اس کے شانے پر گوشت کا ایک لوتھڑاابھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے اسے ذوالثدیہ کہا جاتا تھا .جب امیرالمومنین علیہ السّلام نے دیکھا تو فرمایا.

٠ - اللہ واکبر.خد اکی قسم ! نہ میں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی ٠.

خطبہ ۱۹۱

بیان کیا گیا ہے کہ امیرالمومنین) علیہ السلام) کے ایک ا#صحابی نے انہیں کہ جنہیں ہمام کہا جاتا ہے اور جو بہت عبادت

Presented by www.ziaraat.com

گذار شخص تھے حضرت سے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین علیہ السّلام مجھ سے پرہیز گاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں کہ ان کی تصویر میری نظروں میں پھرنے لگے .حضرت نے جواب دینے میں کچھ تامل کیا .پھر اتنا فرمایا کہ اے ہمام اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو ,کیونکہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی و نیک کردار ہوں .ہمام نے آپ کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپ کو (مزید بیان فرمانے کیلئے) قسم دی جس پر حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نبی پر درود بھیجا اور یہ فرمایا:

اللہ سبحانہ، نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کی اطاعت سے بے نیاز اور ان کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کارگاہ ہستی میں انہیں جگہ دی کیونکہ اسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان ہے اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے .اس نے زندگی کا سرو سامان ان میں بانٹ دیا ہے اور دنیا میں ہر ایک کو اس کے مناسب حال محل و مقام پہ رکھا ہے. چنانچہ فضیلت ان کیلئے ہے جو پرہیزگار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو جچی تلی ہوئی پہناوا میانہ روی اور چال ڈھال عجزوفروتنی ہے .اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لیے ہیں ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں جیسے آرام و آسائش میں اگر (زندگی مقررہ) مدت نہ ہوتی جو اللہ نے ان کیلئے لکھ دی ہے تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے ان کی روحیں ان کے جسموں میں چشم زدن کیلئے بھی نہ ٹھہرتیں خالق کی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے. اس لیے کہ اس کے ماسوا ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے .ان کو جنت کا ایسا ہی یقین ہے جیسے آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے تو گویا وہ اسی وقت جنت کی نعمتوں سے سر فراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا ہی یقین ہے جیسے کہ وہ دیکھ رہے ہیں تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہاں کا عذاب ان کے گردو پیش موجود ہے ان کے دل غمزدہ مخزون اور لوگ ان کے شرو ایذا سے محفوظ و مامون ہیں ان کے بدن لاغر ,ضروریات کم اور نفس نفسانی خواہشوں سے بری ہیں .انہوں نے چند مختصر سے دلوں کی (تکلیفوں پر) صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائش حاصل کی .یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے ان کیلئے مہیا کی ,دنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہ چاہا اس نے تمہیں قیدی بنایا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا .رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں ,جس سے اپنے دلوں میں غم واندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈتے ہیں .جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو ,تو اس کے طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف)منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے)ڈرایا گیا ہو ,تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ و پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے ,وہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے انگھوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلو خلاصی کیلئے التجائیں کرتے ہیں .دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم ,نیکو کار اور پرہیز گار نظر آتے ہیں .خوف نے انہیں تیروں کی طرح لاغر کر چھوڑا ہے .دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے ,حالانکہ انہیں کوئی مرض نہیں ہوتا اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

کہنے لگتا ہے کہ ا ن کی عقلوں میں فتور ہے (ایسا نہیں(بلکہ انہیں تو ایک دوسرا ہی خطرہ لاحق ہوتا ہے.وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے وہ اپنے ہی نفسوں پر(کوتا ہیوں)کا الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں ,جب ان میں سے کسی ایک کو(صلاح و تقویٰ کی بنا پر)سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں ,او ر یہ کہ میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے .خدایا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں.

ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم ا س کے دین میں استحکام ,نرمی و خوش خلقی کے ساتھ دور اندیشی ,ایمان میں یقین و استواری ,بردباری کے ساتھ دانائی ,خوش حالی میں میانہ روی ,عبادت میں عجزو نیاز مندی فقرو فاقہ میں آن بان ,مصیبت میں صبر ,طلب رزق میں حلال پر نظر,ہدایت میں کیف و سرور اور طمع سے نفرت و بے تعلقی دیکھو گے. وہ نیک اعمال بجالانے کے باوجود خائف رہتا ہے .شام ہوتی ہے تو اس کے پیش نظر اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اس کا مقصد یا د خدا ہوتا ہے .رات خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے خطرہ اس کا کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی ا س فضل و رحمت کی دولت پر جو اسے نصیب ہوئی ہے .اگر اس کا نفس کسی ناگوار صورت حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ ا س کی من مانی خواہش کو پورا نہیں کرتا ,جاودانی نعمتوں میں ا س کیلئے ے آنکھوں کا سرور ہے اور دار فانی کی چیزوں سے بے تعلقی و بیزاری ہے .اس نے علم میں حلم اور قول میں عمل کو سمو دیا ہے تم دیکھوگے اس کی امید وں کا دامن کوتاہ لغزشیں کم ,دل متواضع اور نفس قائع ,غذا قلیل ,رویہ بے زحمت دین محفوظ خواہشیں مردہ اور غصہ نا پید ہے اس سے بھلائی ہی کی توقع ہو سکتی ہے اور اس سے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہو تا .جس وقت ذکر خدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے جب بھی ذکر کرنے والوں میں لکھا جا تا ہے چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا او ر جب ذکر کرنے والوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہی ہے کہ اسے غفلت شعاروں میں شمار نہیں کیا جاتا ,جو اس پر ظلم کرتا ہے اس سے درگزر کرجاتا ہے جو اسے محروم کرتا ہے اس کا دامن اپنی عطا سے بھر دیتاہے جو اس سے بگاڑتا ہے یہ اس سے بناتا ہے بیہودہ بکواس اس کے قریب نہیں پھٹکتی اس کی باتیں نرم,برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایا ں ہیں .خوبیاں ابھر کر سامنے آتی ہیں .یہ مصیبت کے جھٹکوں میں کوہ حلم و وقار سختیوں پر صابر اور خوش حالی میں شاکر رہتاہے جس کا دشمن بھی ہو اس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں کرتا اور جس کا دوست ہو تاہے اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں کرتا .قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی ضرورت پڑے وہ خود ہی اعتراف کر لیتا ہے .امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا جو اسے یا د دلایا گیا ہے اسے فراموش نہیں کرتا .نہ دوسرو ں کو برے ناموں سے یا د کرتا ہے نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے ,نہ دوسرو ں کی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے ,نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے اور نہ جادہ ئ حق سے قدم با ہر نکالتا ہے .اگر چپ ساد لیتا ہے تو ا س کی خاموشی سے اس کا دل نہیں بجھتا ,اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں ہوتی .اگر اس پر زیادتی کی جائے تو سہہ لیتا ہے تا کہ اللہ ہی ا س کا انتقام لے. اس کا نفس اس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے اور دوسرے

Presented by www.ziaraat.com

لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں. اس نے آخرت کی خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلق خدا کو اپنے نفس (کے شر) سے راحت میں رکھا ہے جن سے دوری اختیار کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کیلئے ے ہوتی ہے اور جن سے قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی و رحم دلی کی بنا پر ہے نہ اس کی دوری غرور و کبر کی وجہ سے نہ اس کا میل جول کسی فریب اور مکر کی بنا پر ہوتا ہے.

راوی کا بیان ہے کہ ا ن کلمات کو سنتے سنتے ہمام پر غشی طاری ہوئی اور اسی عالم میں اس کی روح پر واز کر گئی .امیرالمومنین علیہ السّلامنے فرمایا ,کہ خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا .پھر فرمایا کہ موثر نصیحتیں نصیحت پذیر طبیعتوں پر یہی اثر کیا کرتی ہیں .اس وقت ایک ۲# کہنے والے نے کہا کہ یا امیرالمومنین علیہ السّلام!پھر کیا بات ہے کہ خود آپ پر ایسا اثر نہیں ہوتا ؟حضرت نے فرمایا کہ بلاشبہ موت کیلئے ے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اور ا س کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی ٹل نہیں‌سکتا .ایسی (بے معنی)گفتگو سے جو شیطان نے تمہاری زبان پر جاری کی ہے. باز آؤاور ایسی بات پھر زبا ن پر نہ لانا

۱#ابن الحدید کے نزدیک ا س سے ہمام ا بن شریح مراد ہیں اور علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ اس سے بظاہر ہمام ابن عبادہ مراد ہیں.

۲#یہ شخص عبدابن کوا تھا جو خوارج کی ہنگا مہ آرائیوں میں پیش پیش اور حضرت کا سخت مخالف تھا .

خطبہ ۱۹۲

ہم اس کی حمدو ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت کی توفیق بخشی او ر معصیت سے روک کر رکھا .ہم اس سے نعمتوں کے پایہ ئ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اس سے (اسلام کی)رسی سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں .جو اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے ے ہر سختی میں پھا ندپڑے اور جنہوں‌نے اس کیلئے ے غم و غصہ کے گھونٹ پئے .جن کے قریبیو ں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دو ر والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کرلیا اور عرب والے بھی ان کے خلاف بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دورافتادہ سرحدوں سے سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپ سے لڑنے کیلئے ے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتار سے) آپ کے صحن میں‌لا اتار دے.

اے خد ا کے بندو !میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تمہیں وصیت کرتا ہو ں اور منافقوں سے بھی چوکنا کئے دیتا ہوں ,کیونکہ وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے بے راہ اور بے راہروی پر لگا نے والے ہیں .وہ مختلف رنگ اور ہر بات میں‌جد اگانہ پینترا بدلتے ہیں اور (تمہیں ہم)خیال بنانے کیلئے ے ہر قسم کے مکرو فریب کے اڑانوں کا سہارا دیتے ہیں اور ہر گھات کی جگہ میں تمہاری تاک لگا ئے بیٹھے ہیں .ان کے دل (بظاہر کدورتوں سے)پاک و صا ف ہیں و ہ اندر ہی اندر چالیں چلتے ہیں اور (بھکانے کیلئے ے)اس طرح رینگتے ہو ئے بڑھتے ہیں جس طرح مرض چپکے سے سرایت کرتا ہے .ان کے طور طریقے دوا باتیں شفا اور کرتوت درد بے درماں ہیں) دوسروں کی)خوشحالی پر جلنے والے انہیں مصیبت میں‌پھنسانے کیلئے ے جدوجہد کرنے والے اور انہیں امیدوں‌سے بے آس بنانے والے ہیں .ہر راہ گذر پر ان کا ایک کشتہ اور ہر دل میں گھر کرنے کا ان کے پاس وسیلہ ہے اور ہر غم کیلئے ے (ان کی آنکھوں میں مگر

Presented by www.ziaraat.com

مچھ (کے آنسو ہیں ایک دوسرے کی قرضہ کے طور پر مدح و ستائش کرتے ہیں اور اس کا بدلہ دیئے جانے کی آس لگائے رکھتے ہیں .اگر مانگتے ہیں تو لپٹ ہی جاتے ہیں اور برا بھلا کہنے پر آتے ہیں تو پھر رسوا کر کے ہی چھوڑتے ہیں .اگر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو بے راہروی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں .انہوں نے ہر حق کے مقابلے میں با طل اور ہر راست کے مقابلے میں کج, ہر زندہ کیلئے ے قاتل ہر در کے کلید اور ہر رات کیلئے ے چراغ مہیا کر رکھاہے, وہ بے آسی میں آس پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اپنے بازار جمائیں اور اپنے مال کو رواج دیں .غلط بات کو صحیح بات کے انداز میں کہتے ہیں اور باطل کو حق کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں .انہوں نے (اپنے لیے ے)تو راستے آسان بنا رکھے ہیں اور دوسروں کیلئے ے پیچیدگیاں ڈال دی ہیں .وہ شیطان کا گروہ اور آگ کا شعلہ ہیں (جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ)شیطان کا گروہ ہی گھاٹا اٹھانے والا ہے.

خطبہ ۱۹۳

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ے ہے جس نے اپنی فرما نروائی و جلال کبریائی کے آثار کو نمایا ں کرکے اپنی قدرت کی عجیب و غریب نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو محو حیرت کر دیا ہے اور انسانی د اہموں کو اپنی صفتوں کی تہہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے .میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ایسا اقرار جو سراپا ایمان ,یقین ,اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندہ و رسول ہیں.جنہیں ا س وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے .اور دین کی راہیں اجڑ چکی تھیں ,آپ نے حق کو آشکار کیا. خلق خد اکو نصیحت کی .ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور افراط و تفریط کی سمتوں سے بچ کر درمیانی راہ پر چلنے کا حکم دیا .خدا ان پر اور ا ن کے اہل بیت پر رحمت نازل کرے.

اے خد ا کے بندو !اس بات کو جانے رہو کہ اس نے تم کو بیکا رپیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے جو نعمتیں اس نے تمہیں دی ہیں, ان کی مقدار سے آگا ہ اور جو احسانات تم پر کئے ہیں اس کا شمار جانتا ہے .اس سے فتح و کامرانی اور حاجت روائی چاہو.اس کے سامنے دست طلب پھیلاؤ. اس سے بخشش و عطا کی بھیک مانگو.تمہارے اور اس کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لیے ے اس کا دروازہ بند ہے ,وہ ہر جگہ اور ہر ساعت وہر آن اور جن وانسان کے ساتھ موجود ہے نہ جودو سخا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا ہے نہ دادو دہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے نہ مانگنے والے اس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں نہ بخشش و فیضان اس کی نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے نہ ایک طرف التفات دوسروں سے اس کی توجہ کو موڑسکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محویت دوسری آواز سے اسے بے خبر بناتی ہے نہ اسے (بیک وقت ایک نعمت کا دینا .دوسری نعمت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ غضب (کے شرارے)رحمت (کے فیضان) سے اسے روکتے ہیں اور نہ لطف و کرم اسے تنبیہ و عقاب سے غافل کرتا ہے ,اس کی ذات کی پوشیدگی اس کے آثا ر کی جلوہ پاشیوں پر نقاب نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیاں ا س کی ذات کی پوشیدگی کو الگ کرسکتی ہیں .وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر نزدیک ہے ,وہ ظاہر مگر اسی کے ساتھ باطن وہ پوشیدہ مگر آشکار اہے .وہ جزا دیتا ہے مگر اسے جزا نہیں دی جاسکتی اس نے خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ تکان کی وجہ سے ان سے مدد لینے کا محتاج ہے .اے اللہ کے بندو!میں تمہیں خوف خد اکی نصیحت کرتا

Presented by www.ziaraat.com

ہوں کیونکہ یہ سعادت کی باگ ڈور اور (دین کا)مضبوط سہارا ہے اس کے بندھنوں سے وابستہ رہو اور اس کی حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ یہ تمہیں آسائش کی جگہوں ,آسودگی کے گھروں , حفاظت کے قلعوں اور عزت کی منزلوں میں پہنچائے گا .جس دن کہ آنکھیں (خوف کی وجہ سے)پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی .ہر طرف اندھیرا ہو گا .دس دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گیاور صور پھونکا جائے گا .تو ہر جا ن بدن سے نکل جائے گی زبانیں گونگی ہو جائیں گی .اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی ,او ر سخت پتھر (آپس میں ٹکرا ٹکرا کر)چمکتے ہوئے سراب کی طرح ہو جائیں گے اور جہا ں آبادیاں(اور فلک بوس عمارتیں)تھیں ہو جگہیں ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیں گی (اس موقعہ پر)نہ کوئی عزیز ہوگا جو (اس عذاب کی روک تھام کرے)نہ عذرو معذرت پیش کی جاسکے گی کہ کچھ فائد ہ بخشے .

خطبہ194

اللہ نے اپنے رسول کو اس وقت مبعوث کیا جبکہ (ہدایت)کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا نہ (دین کا)کوئی بلند مینار اور نہ) شریعت) کی کوئی واضح راہ موجو دتھی . اے اللہ کے بندو !میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس دنیا سے متنبہ کئے دیتا ہوں کہ جو کوچ کی جگہ اور بے لفظی و بے معنی و بدمزگی کا مقام ہے .اس میں بسنے والا آخر اس سے چل چلاؤ پر مجبور ہوگا اور ٹھہرنے والا اپنا رخ موڑکر اس سے الگ ہوجائے گا یہ اپنے رہنے والوں سمیت اس طرح ڈانواڈول ہورہی ہے جس طرح وہ کشتی جسے تند ہوائیں ہچکولے دے رہی ہوں کچھ توان میں سے ہلاک و غرق ہوگئے ہیں اورجو بچ رہے ہیں وہ موجوں کی سطح پر تھپیڑے کھا رہے ہیں اور ہوائیں اپنے دامنوں سے انہیں دھکیل رہی اور ہولنا کیوں میں بڑھائے لے ے جا رہی ہیں جو غرق ہو چکا ہے ,وہ ہاتھ نہیں لگے گا ,اور جو بچ رہا ہے وہ مہلکوں میں پ-ڑا رہے گا.

اے اللہ کے بندو!اعما ل نیک بجالاؤ ,ابھی جب کہ زبانوں کیلئے ے کوئی رکاوٹ نہیں .بدن تندرست اور ہا تھ پیروں میں لچک ہے (کہ جو چاہو ان سے کام لے سکتے ہو)آنے جانے کی جگہ وسیع اورمیدان (عمل)کشادہ ہے ,قبل اس کے فرصت رفتہ موقع نہ دے اور موت ٹوٹ پڑے .اپنے لے ے موت کو یہ سمجھو کہ وہ آچکی .اس کا انتظار نہ کرو کہ وہ آئے گی .

خطبہ195

پیغمبر کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت (کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگا ہ ہیں کہ میں نے کبھی ایک آن کیلئے ے کبھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے سرتابی ا#نہیں کی اور میں نے اس جوانمردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبر کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر)بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کی بجائے)پیچھے ہٹ جاتے تھے .جب رسول نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس)میرے سینے پرتھا اور جب میرے ہا تھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لے ے .میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا .اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے .(آپ کی رحلت سے)گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے اور ایک گروہ چڑھتا تھا .وہ حضرت پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آرہی تھیں

Presented by www.ziaraat.com

.یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپادیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حق دار ہوسکتا ہے ?(جب میرا حق تمہیں معلوم ہوچکا)توتم بصیرت کے جلو میں دشمن سے جہاد کرنے کیلئے ے صدق نیت سے بڑھو.اس ذات کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ,بلاشبہ میں جادہ حق پر ہوں اوروہ (اہل شام باطل کی ایسی گھاٹی پر ہیں کہ جہاں سے پھسلے کہ پھسلے میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم سن رہے ہو میں اپنے اور تمہارے لے ے اللہ سے آمرزش کا طلب گار ہوں.

۱#ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ امیرالمومنین علیہ السّلامکا ارشا د ہے ٠کہ میں نے کبھی پیغمبر کے احکام سے سرتابی نہیں کی ٠یہ ان لوگوں پر ایک طرح کا طنز ہے کہ جوپیغمبر کے حکام کورد کرنے میں بیباک تھے اور انہیں ٹوکنے کی جسارت کرگزرتے تھے جیساکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبر کفار قریش سے صلح پر آمادہ ہو گئے تو صحابہ میں سے ایک صاحب اتنے برا فروختہ ہوئے کہ وہ پیغمبر کی رسالت میں شک کا اظہا ر کرنے لگے جس پر حضرت ابو بکر کویہ کہنا پڑا:

تم پر افسوس ہے تمہیں ان کی رکاب تھامے رہنا چاہیئے .یہ یقینا اللہ کے رسول ہیں اور اللہ انہیں ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا.

ا س شک کے ازالہ کیلئے ے فنم انّاور لام تاکید کے ذریعہ نبوّت کے یقین دلانے کی کوشش کرنا اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ مخاطب شک کی منزل سے بھی کچھ آگے نکل چکا تھا کیونکہ یہ تاکیدی لفظیں وہیں پر استعمال کی جاتی ہیں جہاں انکار تک کی نوبت پہنچ چکی ہو ,بہر صورت اگر ایمان عدم شک کا نام ہے تو شک سے ایمان کا مجروح ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے.

مومن بس وہی لوگ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعدشک نہیں کرتے .

اسی طرح جب پیغمبر نے ابن سلول کی میت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر سے کہا کیف تستعفر لراس المنافقین کیا کیا ان منافقوں کے سردار کیلئے ے آپ دعائے مغفرت کریں گے اوریہ کہہ کر پیغمبر کو دامن سے پکڑ کر کھینچ لیا جس پر پیغمبر کو یہ کہنا پڑا کہ میرا کوئی اقدام حکم خدا کے بغیر نہیں ہوتا. اسی طرح جیش اسامہ کے ہمراہ جانے میں پیغمبر کے تاکیدی حکم کو ٹھکرادیا گیا اور ان تمام سرتابیوں سے بڑھ کروہ سرتابی تھی جو تحریر وصیّت کے سلسلہ میں‌ظاہر ہوئی اور پیغمبر کی طرف ایسی غلط نسبت دی گئی کہ جس سے احکام شریعت پر سے اعتماد ہی اٹھ جاتا ہے اور حکم کے متعلق یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ حکم وحی الہی کی بنائی پر ہے یا معاذاللہ کسی بد حواسی کانتیجہ ہے.

۲.اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب ہر معرکہ اور جان جوکھوں‌کے موقعہ پر پیغمبر کے سینہ سپر رہے اور اپنی خدا داد جرات و ہمت سے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے چنانچہ پہلا جانثاری کا موقعہ وہ ہے کہ جب قریش نے قتل پیغمبر کا عزم بالخرم کرلیا تو آپ تلواروں کے ترغہ اور دشمنوں کے ہجوم میں بستر نبوّت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے ارادے میں ناکام ونامراد ہو نا پڑا .پھر ان جنگوں‌میں کہ جہاں دشمن ہجوم کرکے پیغمبر پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اچھے اچھے بہادروں‌کے قدم ڈگمگا جاتے تھے .آپ علم لشکر کو لے کرپامردی سے جمے رہتے تھے چنانچہ ابن عبدالعزیز تحریر

Presented by www.ziaraat.com

کرتے ہیں.

ابن عباس کہتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السّلاممیں چار خصوصیتیں ایسی تھیں جو ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھیں ایک یہ کہ آپ نے ہر عربی و غیر عربی سے پہلے رسول کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے ہر معرکہ میں علمبردار ہوتے رہے اور تیسرے جب لوگ پیغمبر کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو آپ صبر و استقامت سے جمے رہتے تھے اور چوتھے یہ کہ آپ ہی نے پیغمبر کو غسل دیا اور قبر میں اتارا.

اسلامی غزوات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جنگ تبوک کے علاوہ کہ جس میں بحکم پیغمبر امیرالمومنین علیہ السّلامشرکت نہ کر سکے تمام جنگیں آپ کی حسن کارکردگی کی آئینہ دار ہیں تمام فتوحات آپ کے قوت بازو کی مرہون منت ہیں چنانچہ جنگ بدر میں ستر کفار قتل ہوئے جن میں سے نصف امیرالمومنین علیہ السّلامکی تلوار سے مارے گئے جنگ احد میں جب مسلمانوں کے مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے فتح شکست کی صورت اختیار کر گئی اور دشمنوں کے اچانک حملہ سے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو امیرالمومنین علیہ السّلامجہاد کو فریضہ ایمانی سمجھتے ہوئے ثابت قدمی سے جمے رہے اور پیغمبر کی ہمدردی و جان نثاری میں وہ کار نمایاں کیا کہ جس کا پی-غمبر نے بھی اعتراف کیا اور ملک نے بھی اقرار کیا .جنگ احزاب میں پیغمبر کے ہمراہ تین ہزار نبردآزما تھے .مگر عمرو ابن عبدود کے مقابلہ میں بڑھنے کی کسی ایک کو بھی جرات نہ ہوتی .آخر امیر المومنین علیہ السّلامنے اسے قتل کرکے مسلمانوں کو رسوائی سے بچا لیا.جنگ خیبر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر علم لے کر گئے مگر پلٹ آئے اس موقع پر بھی امیرالمومنین علیہ السّلامنے اس مہم کو سر کیا .جنگ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا چونکہ ان کی تعداد دس ہزار تھی اور کفار کی گنتی چار ہزار تھی ,مگر یہاں بھی مال غنیمت پر لپک پڑے جس کی وجہ سے کفار کو موقع مل گیا کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑیں .چنانچہ اس اچا نک حملہ سے مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشا دہے.

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی کہ جب تم اپنی کثرت پر اتراتے تھے اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی , پھر تم پیٹھ پھیر کر چلتے بنے.

اس موقع پر بھی امیر المومنین علیہ السّلامپہاڑ کی طرح جمے رہے اور آخر تائید خداوندی سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی .

خطبہ ۱۹۶

وہ (خدا وندعالم)بیابانوں میں چوپاؤ ں کے نالے (سنتا ہے)تنہائیوں میں بندوں کے گنا ہوں سے آگاہ ہے اور انتھاہ دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شد اور تند ہواؤں کے ٹکراؤ سے پانی کے تپھیڑوں کو جانتا ہے. میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے برگزیدہ اس کی وحی کے ترجمان اور رحمت کے پیغامبر ہیں.

میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں پید اکیا اور جس کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے .وہی تمہاری کامرانیوں کا ذریعہ اور تمہاری آرزؤں کی منزل کی منتہاہے تمہاری را ہ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وہی خوف و ہراس

Presented by www.ziaraat.com

کے وقت تمہارے لے ے پناہ گاہ (دل میں اللہ کا خوف رکھو) کیونکہ یہ تمہارے دلوں کے روگ کا چارہ فکرو شعور کی تاریکیوں کیلئے ے اجالا جسموں کی بیماریوں کیلئے ے شفا سینے کی تباہ کاریوں کیلئے ے پاکیزگی آنکھوں کی تیرگی کیلئے ے جلا,دل کی دہشت کیلئے ے ڈھارس اور جہالت کی اندھیاریوں کیلئے ے روشنی ہے .صرف ظاہری طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو (بلکہ) اسے اپنا اندرونی پہناوا بناؤ,نہ صرف اندرونی پہناوا .بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے باطن میں اتر جائے اور پسلیوں کے اندر(دل میں)رچ بس جائے اور اسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں)وارد ہونے کے وقت سر چشمہ ئی منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ, خوف کے دن کیلئے ے سپر انہانخانہ قبر کیلئے ے چراغ (تنہائی) کی طویل وحشتوں کیلئے ے ہمنوا د مساز اور منزل کی اندوہناکیوں سے رہائی) کا ذریعہ)قرار دو کیونکہ اطاعت خدا گھیرنے والے مہلکوں پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ کی لپکوں کیلئے ے پناہ گاہ ہے جو تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دور ہٹ جاتی ہیں.تمام امور تلخی و بدمزگی کے بعد شیریں و خوشگوار جاتے ہیں (تباہی و ہلا کت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد چھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے بعد آسان ہو جاتی ہیں. قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم کی جھڑی لگ جاتی ہے .رحمت و برکت کی دھواں دھار بارشیں ہونے لگتی ہیں اس اللہ سے ڈرو !کہ جس نے پند وموعظمت سے تمہیں فائدہ پہنچایا. اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں وعظ و نصیحت کی اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا .اس کی بندگی و نیاز مندی کیلئے ے اپنے نفسوں کو رام کرو ,اور اس کی فرمانبرداری کا پورا پورا حق ادا کرو پھر یہ کہ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے پہچنوانے کیلئے ے پسند کیا اپنی نظروں کے سامنے اس کی دیکھ بھا ل کی .اس کی (تبلیغ کیلئے ے)بہترین خلق کا انتخاب فرمایا .اپنی محبت پر اس کے ستون کھڑے کئے ,اس کی برتری کی وجہ سے تما م دینوں کو سرنگوں کیا اور اس کی بلندی کے سامنے سب ملتوں کو پست کیا .اس کی عزت و بزرگی کے ذریعہ دشمنوں کو ذلیل اور ا س کی نصرت و تائید سے مخالفوں کو رسوا کیا. اس کے ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو گرا دیا .پیاسوں کو ا س کے تالابوں سے سیراب کیا اور پانی الچنے والوں کے ذریعہ حوضوں کو بھر دیا .پھر یہ کہ اسے اس طرح مضبوط کیا کہ اس کے بندھنوں کیلئے ے شکست و ریخت نہیں ,نہ اس حلقہ (کی کڑیاں)الگ الگ ہو سکتی ہیں,نہ اس کی بنیا د گر سکتی ہے ,نہ اس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں نہ اس کا درخت اکھڑ سکتا ہے ,نہ اس کی مدت ختم ہو سکتی ہے ,نہ اس کے قوانین محو ہوسکتے ہیں ,نہ اس کی شاخیں کٹ سکتی ہیں, نہ اس کی راہیں تنگ , نہ اس کی آسانیاں دشوار ہیں,نہ ا س کے سفید دامن پر سیاہی کا دھبہ ,نہ اس کی استقامت میں پیچ و خم ,نہ اس کی لکڑی میں کجی ,نہ اس کی کشادہ راہ میں کوئی دشواری ہے ,نہ اس کے چراغ گاہ ہوتے ہیں , نہ اس کی خوشگواریوں تلخیوں کا گزر ہوتا ہے.اسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس کے پائے اللہ نے حق (کی سرزمین)میں قائم کئے ہیں اور ان کی اساس و بنیاد کو استحکا م بخشا ہے اور ایسے سر چشمے ہیں جن کی لوئیں ضیائی بار ہیں اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جا تا ہے اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اترنے والے ان سے سیراب ہوتے ہیں .اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائے رضا مندی بلند ترین ارکان اور اپنی اطاعت کی اونچی سطح کو قرار دیا ہے چنانچہ اللہ کے نزدیک اس کے ستون مضبوط اس کی

Presented by www.ziaraat.com

عمارت سر بلند دلیلیں روشن اور ضیائیں نورپاش ہیں .اس کی سلطنت غالب اور مینار بلند ہیں اور ا س کی بیخ کنی دشوار ہے .اس کی عزت و وقار باقی رکھو.اس کے(احکام کی)پیروی کرو. اس کے حقوق ادا کرو اور اس کے(ہر حکم کو)اس کی جگہ پر قائم کرو.پھر یہ کہ اللہ سبحا نہ، نے محمد کو اس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جب کہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخرت سر پر منڈلانے لگی اس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے لگا اور اپنے رہنے والوں کیلئے ے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی .اس کا فرش درشت ونا ہموار ہوگیا اور فنا کے ہاتھوں میں‌باگ ڈور دینے کیلئے ے آمادہ ہو گئی یہ اس وقت کہ جب اس کی مدت اختتام پذیر اور(فنا کی)علامتیں قریب آ گئیں ,اس کے بسنے والے تباہ اور اس کے حلقہ کی گڑیاں الگ ہونے لگیں .اس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہوگئے , اس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے .اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور امت کی سرفرازی کا ذریعہ اہل عالم کیلئے ے بہار اور یارو انصار کی رفعت و عزت کا سبب قرا ردیا .پھر آپ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو(سراپا)نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں ,ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی ,ایسا دریا ہے جس میں راہ ہے راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی ,ایسی کرن ہے جس کی پھوٹ مدہم نہیں پڑتی وہ ایسا (حق و باطل ہیں)امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی .ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے جس کے ستون منہدم نہیں کئے جا سکتے وہ سرا سر شفا ہے .(کہ جس کے ہوتے ہوئے روحانی)بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتا سر عزت و غلبہ ہے جس کے یارومددگار شکست نہیں کھاتے وہ (سراپا) حق ہے .جس کے معین و معاون نے مدد چھوڑے نہیں جاتے وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے .اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں .اس میں‌عدل کے چمن او رانصا ف کے حوض ہیں .وہ اسلام کا سنگ بنیا داور اس کی اساس ہے .حق کی وادی اور اس کا ہموارمیدان ہے .وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے. وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی الچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس پر اترنے والوں سے ا س کا پانی گھٹ نہیں سکتا وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں‌کوئی راہرو بھٹکتا نہیں ,وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا.وہ ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے .اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کیلئے ے سیرابی فقیہوں کے دلوں کیلئے ے بہار اور نیکوں کی رہگذر کیلئے ے شاہراہ قراردیا ہے یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں .ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے جو اس سے وابستہ ہو ا س کیلئے ے پیغام صلح وامن ہے .جو اس کی پیروی کرے اس کیلئے ے ہدایت ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کیلئے ے حجت ہے جو ا س کی رو سے بات کرے اس کیلئے ے دلیل و برہان ہے .جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کیلئے ے گواہ ہے .جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کیلئے ے فتح و کامرانی ہے جو اس کابار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے جو اسے اپنا دستور العمل بنائے اس کیلئے ے مرکب) تیز گام)ہے .یہ حقیقت شناس کیلئے ے ایک واضح نشان ہے (جو ضلالت سے ٹکرانے کیلئے ے)سلاح بند ہو اس کیلئے ے سپر ہے جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کیلئے ے علم ودانش ہے بیان کرنے والے کیلئے ے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کیلئے ے قطعی حکم ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ۱۹۷

حضرت اپنے اصحاب کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے .نماز کی پابندی اور اس کی نگہداشت کرو اسے زیادہ سے زیادہ بجالاؤ وراس کے ذریعہ سے خدا کا تقرب چاہو ,کیونکہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابند ی کے ساتھ واجب کی گئی ہے .کیا (قرآ ن میں)دوزخیوں کے جواب کو تم نے نہیں سنا کہ تمہیں کو ن سی چیز دوزخ کی طرف کھینچ لائی ?تو وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے بلاشبہ نما ز گنا ہوں کو جھاڑ کر اس طرح الگ کر دیتی ہے جس طرح چوپاؤں کی گردنوں سے ان کے پھندے کھول کر انہیں رہا کیا جاتا ہے .رسول نے نما زکو اس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو کسی شخص کے گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا امید کی جاسکتی ہے کہ ا س کے (جسم پر) کوئی میل رہ جائیگا ?نما ز کا حق تو وہی مردا ن باخدا پہچانتے ہیں جنہیں متاع دنیا کی سج دھج اور مال و اولاد کا سرور دیدہ و دل ا س سے غفلت میں نہیں ڈالتا .(چنانچہ اللہ سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ ۰کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں خدا ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت - ۰اور رسول باوجود یہ کہ انہیں جنت کی نوید دی جاچکی تھی (بکثرت (نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے چونکہ انہیں اللہ کاارشاد تھا ۰کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو ۰چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نما ز کی تاکید بھی فرماتے تھے او رخود بھی اس کی کثرت اور بجا آوری میں زحمت ومشقت برداشت کرتے تھے .پھر مسلمانوں کیلئے ے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے تو جو شخص اسے برضا و رغبت ادا کرے گا .اس کیلئے ے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے آڑ او ربچاؤ ہے (دیکھو! ادا کرنے کے بعد)کوئی شخص اس کا خیا ل تک دل میں نہ لائے اور نہ اس پر زیادہ ہائے وائے مچائے کیونکہ جو شخص دلی لگن کے بغیر زکوٰۃ دے کہ اس سے بہتر چیز چشم براہ رہتا ہے وہ سنت سے بے خبر اجر کے اعتبار سے نقصان اٹھانے والا ,غلط کار اور دائمی پریشانی و ندامت میں گرفتار ہے پھر امانت کا ا د اکرنا ہے ,جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے اس امانت کو مضبوط آسما نوں میں پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا بھلا ان سے تو بڑھ کر کو چیز لمبی اونچی اور بڑی نہیں ہے تو اگر کوئی چیز لمبائی چوڑائی یا قوت و غلبہ کے بل بوتے پر سر تابی کر سکتی ہوتی تو یہ سرتابی کر سکتے تھے .لیکن یہ تو اس کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے اور اس چیز کو جان گئے .جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا بلا شبہ انسان بڑا نا انصاف اور بڑا جاہل ہے .یہ بندگان خدا رات (کے پردوں)اور دن(کے اجالوں)میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں وہ تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگا ہ اور ہر شے پر اس کا علم محیط ہے تمہارے ہی اعضا ئ اس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اس کے لاؤلشکر ہیں اور تمہاری تنہائیوں (کے عشرت کدے)اس کی نظروں کے سامنے ہیں .

خطبہ ۱۹۸

خدا کی قسم !معاو یہ مجھ سے زیادہ چلتا پرزہ اور ہوشیار نہیں .مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بد کرداریوں سے

Presented by www.ziaraat.com

باز نہیں آتا .اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و زیرک ہوتا .لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے. چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہو گا جس سے وہ پہچانا جائے گا خدا کی قسم ! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جاسکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے.

۱#وہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ شرعی قید و بند سے آزاد اور جزا و سزا کے تصور سے ناآشنا ہوتے ہیں ان کیلئے ے مطلب برآری کیلئے ے حیل و ذرائع کی کمی نہیں ہوتی وہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں جہاں انسانی و اسلا می تقاضے اور اخلاقی و شرعی حدیں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کا میدان تنگ اور جو لانگاہ عمل کی وسعت محدود ہوجاتی ہے .چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلّط انہی تدابیر و حیلہ کا نتیجہ تھا کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اسے کوئی روک ٹوک نہ تھی .نہ حلال و حرام کا سوال اس کیلئے ے سدّراہ ہوتا تھا. اور نہ پاداش آخرت کا کوئی خوف اسے ان مطلق العنانیوں اور بیباکیوں سے روکتا تھا جیسا کہ امام راغب اصفہانی اس کی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں.

اس کا مطمع نظر یہی ہوتا تھا کہ جس طرح بن پڑے اپنا مطلب پورا کرو.نہ حلال و حرام سے اسے کوئی واسطہ تھا نہ دین کی اسے کوئی پرواہ تھی اور نہ خدا کے غضب کی کوئی فکر تھی.

چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے ے غلط بیانی و افترا ئی پروازی کے سہارے ڈھونڈھے طرح طرح کے حربے استعمال کئے اور جب یہ دیکھا کہ امیرالمومنین علیہ السّلامکو جنگ میں الجھائے بغیر کامیابی تو طلحہ و زبیر کو آپ کے خلا ف ابھار کھڑا کردیا اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی توشاموں کو بھڑکا کر جنگ صفین کا فتنہ برپا کردیا اور پھر حضرت عمار کی شہادت سے جب ا س کا ظلم و عدوان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فریبی کیلئے ے کبھی یہ کہہ کر دیا کہ عمار کے قاتل علی ہیں .کیونکہ وہی انہیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیث پیغمبر میں لفظ فئتہ با غیۃ کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنی با غی گروہ کے نہیں.بلکہ اس کے معنی طلب کرنے والی جماعت کے ہیں .یعنی عمار اس گروہ سے قتل ہوں گے جو خون عثمان کے قصاص کا طالب ہوگا .حالانکہ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے .یدعرھم الی الجنۃ ویدعو نھم الی النار (عماران کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے)اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا نہیں کرتاجب ایسے اوچھے ہتھیاروں سے بھی فتح و کامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کا پر فریب حربہ استعمال کیا حالانکہ اس کی نظروں میں نہ قرآن کا کوئی وزن اور نہ اس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی. اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر حقیقت کھل گئی کہ عمرو ابن العاص نے ابو موسیٰ کو فریب دے کر اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دور کا بھی لگا ؤ نہیں ہے تو وہ اس پر فریب تحکیم کے فیصلہ پر رضا مند نہ ہوتا اور عمرو ابن العاص کو اس فریب کا ری کی سزا دیتا یا کم از کم تنبیہ و سرزنش کرتا .مگر یہاں تو اس کے کارناموں پر اس کی تحسین و آفرین کی جا تی ہے اور اس کا ر گردگی کے صلہ میں اسے مصر کا گورنر بنا دیا جاتا ہے.

اس کے برعکس امیر المومنین علیہ السّلامکی سیرت و شریعت و اخلا ق کے اعلیٰ معیار کانمونہ تھی وہ ناموافق حالات میں بھی

Presented by www.ziaraat.com

حق و صداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کو حیلہ و مکر کی آلودگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیتے تھے وہ چاہتے تو حیلوں کا توڑ حیلوں سے کر سکتے تھے اوراس کی رکاکت آمیز حرکتوں کا جواب ایسی ہی حرکتوں سے دیا جاسکتا تھا جیسے اس نے فرات پر پہرا بٹھا کر پانی روک دیا تھا .تو اس کو اس امر کے جواز میں پیش کیا جاسکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر قبضہ کرلیا تو ان پر بھی پانی بند کر دیا جاتا اوراس کے ذریعہ سے ان کی قوت حرب و ضرب کو مضمحل کرکے انہیں مغلوب بنا لیا جاتا.مگر امیرالمومنین علیہ السّلامایسے ننگ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین و اخلا ق اجازت نہیں دیتا کبھی اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیتے تھے اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو دشمن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کیلئے ے ظاہر و باطن کی دورنگی کی سیاست و حسن تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں .مگر امیرالمومنین علیہ السّلام کسی موقعہ پر فریب کاری و دورنگی سے اپنے اقتدار کے استحکام کا تصور بھی نہیں کرتے تھے چنانچہ جب لوگوں نے آپ کو یہ مشورہ دے کر عثمانی دور کے عمال کو ان عہدوں پر برقرا رہنے دیا جائے اور طلحہ و زبیر کو کوفہ و بصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنا لیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اس کے دنیاو ی تدبر سے فائدہ اٹھایا جائے تو آپ نے دنیاوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیا. اورمعاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا.

اگر میں کو اس کے مقبوضہ علاقہ پر برقرار رہنے دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوت بازو بنا رہا ہوں.

ظاہر ہے لوگ صرف ظاہری کامیابی کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے.وہ شاطرانہ چالوں سے اور عیارانہ گھاتوں سے جسے کامیاب و کامران ہوتے دیکھتے ہیں اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں او راسے مدبر و بافہم اور سیاست دان و بیدار مغز اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الٰہی تعلیمات اور اسلامی ہدایا ت کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور ہتھکنڈوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریق کار سے حاصل ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ ان کی نظروں میں سیاست سے ناآشنا او ر سوجھ بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے .انہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول و شرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ جو منزل کامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اسے قدم آگے بڑھا نے سے روک دیتی ہیں .

خطبہ ۱۹۹

اے لوگو !ہدایت کی راہ میں ہدایت پانے والوں کی کمی سے گھبرا نہ جاؤ کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوان نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پری کی مدت کم اور گرسنگی کا عرصہ دراز ہے.

اے لوگو) ! افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر رضاؤناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قوم۱# ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا .لیکن اللہ نے عذاب سب پر نازل کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر رضا مند تھے .چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے .کہ انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کئے پر)نادم و پریشان ہوئے (عذاب کی آمد یوں تھی)کہ زمین کے دھنسنے (اورزلزلوں کے جھٹکوں سے)ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی

Presented by www.ziaraat.com

جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے .اے لوگو! جو روشن و واضح راہ پر چلتا ہے وہ سر چشمہ ئی (ہدایت)پر پہنچ جاتاہے اور جو بے راہ روی کرتا ہے وہ صحرائے بے آب وگیا ہ میں گر پڑتا ہے.

۱#ثمود ابن عامر ابن سام کی اولاد قوم ثمود کہلاتی ہے ان کا موطن و مستقر حجاز و شام کے راستے میں مقام وادی القری تھا جو متفرق بستیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھا .خداوند عالم نے ان کی ہدایت و رہنمائی کیلئے ے ان میںحضرت صالح علیہ السّلامکو مبعوث فرمایا جو۶برس کی عمر سے۲۱۰ برس کی عمر تک انہیں ہدایت وتبلیغ کرتے رہے مگر وہ بتوںکی پرستش اور اپنی گمراہی و ضلالت سے باز نہیں آئے .آخر اللہ نے ایک اونٹنی کو ا ن کے سامنے اپنی آیت و نشانی کے طور پر پیش کیا جس کے متعلق حضرت صالح علیہ السّلامنے ان سے کہا کہ ایک دن چشمہ کا پانی یہ پئے گی اور ایک دن تم اور تمہارے مویشی پئیں گے اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے تم اس سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر تم نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہو گا .چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن وہ اپنی ضروریا ت کیلئے ے پانی لے لیتے اور دوسرے دن اس اونٹنی کے پینے کیلئے ے چھوڑ دیتے. مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہ کیا اور آپس میں مشورہ کرکے ا س اونٹنی کو ہلاک کرنے کا تہیا کر لیا چنانچہ قدار ابن سالف نے اس کی کونچیں کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا. حضرت صالح علیہ السّلامنے اللہ کی نافرمانی کی ہے اگر تم تین دن کے اندر اندر توبہ نہ کر لو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا .مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان کی بات کا تمسخر اڑادیا .آخر تین دن گزرنے کے بعد ایسا آتش فشاں زلزلہ آیا جس نے ان کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا ..

خطبہ۲۰۰

سیّدة النسا ئی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دفن کے موقع پر فرمایا:

یارسول اللہ آپ کو میری جانب سے اور آپ کے پڑوس میں اترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹیکی طرف سے سلام ہو. یارسول اللہ آپ کی برگزیدہ(بیٹی کی رحلت)سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا میری ہمت و توانا ئی نے ساتھ چھوڑ دیا .لیکن آپ کی مفارقت کے حادثہ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کرلینے کے بعد مجھے اس مصیبت سے بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا ہو گا. جب کہ میں نے اپنے ہاتھوںسے آپ کو قبر کی لحد میں اتارا اور اس عالم میں آپ کی روح نے پرواز کی جب آپ کا سر میری گردن اورسینے کے درمیان رکھا تھا.

اب یہ امانت پلٹائی گئی گروی رکھی ہوئی چیزچھڑالی گئی لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی .یہاں تک کہ خداوند عالم مےرے لےے بھی اس گھر کو منتخب کرے جس میںآپ رونق افروز ہیں .وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائےںکہ کس#۱ طرح آپ کی امت نے ان پر ظلم ڈھانے کیلئے ے ایکا کرلیا آپ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال و وار دات دریافت کریں .یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں .حالانکہ آپ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروںسے زبانیں بند ہوئی تھیں .آپ دونوں پر میرا اسلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف ہوتا ہے اب اگر میں (اس جگہ سے

Presented by www.ziaraat.com

)پلٹ جاؤں تو اس لے ے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لے ے نہیں کہ میں اس وعدہ سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے .

خطبہ ۱۰۲

اے لوگو !یہ دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار ہے .اس راہ گذر سے اپنی منزل کیلئے ے توشہ اٹھا لو جس کے سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں کے رہ سکتا اپنے پردے چاک نہ کرو .قبل اس کے تمہارے جسم دنیا سے الگ کر دیئے جائیں اپنے دل اس سے ہٹا لو .اس دنیا میں تمہیں جانچا جا رہا ہے لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کیلئے ے کیا گیا ہے جب انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا ہے ?اور فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آگے کیلئے ے کیا سرو سامان کیا ہے ?خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کیلئے ے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لے ے ایک طرح سے(اللہ کے ذمہ)قرضہ ہو گا .سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لے ے بوجھ ہو گا .

خطبہ ۲۰۲

اکثر اپنے اصحاب سے پکار کر فرمایا کرتے تھے خدا تم پر رحم کرے کچھ سفر کا سازوسامان کرلو .کوچ کی صدائیں تمہارے گوش گذار ہو چکی ہیں . دنےا کو وقفہ قیام کو زیادہ تصور نہ کرو, اور جو تمہارے دسترس میں بہترین زاد ہے, اسے لے کر (اللہ کی طرف پلٹو) کیونکہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے اور پر ہوں و خوفناک مراحل ہیں کہ جہاں اترے اور ٹھہرے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تمہیں جاننا چاہیے کہ موت کی ترچھی نظریں تم سے قریب پہنچ چکی ہیں اور گویا تم اس کے پنجوں میں ہو جو تم میں گڑو دئیے گئے ہیں اور موت کے شدا مدد مشکلات تم پر چھا گئے ہیں. دنیا سے سارے علائق قطع کر لو اور زاد و تقوی سے اپنے کو تقویت پہنچاؤ.

) سیدرضی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اس روایت کے الفاظ پہلی روایت سے کچھ مختلف ہیں (.

خطبہ ۳۰۲

حضرت کے ہاتھ پر بعیت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپ سے شکایت کی کہ ان سے کیوں (امور حکومت میں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں ان سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی تو حضرت نے فرمایا.

ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے .کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اسے دبا لیا ہو یا تمہارے حصہ میں کوئی چیز آتی ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو یا کسی مسلمان نے میرے سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ کرنے سے عاجز یا اس کے حکم سے جاہل رہا ہوں یا صحیح طریق کار سے خطا کی ہو. خدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی. تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا. چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو

Presented by www.ziaraat.com

نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا. میں اسی کے مطابق چلا اور جو سنت پیغمبر قرار پا گئی اس کی پیروی کی اس میں نہ تم سے کبھی مجھے رائے لینے کے احتیاج ہوئی اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور سے لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں (بیت المال سے) برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی کا فیصلہ نہیں بلکہ یہ وہی طے شدہ چیز ہے جسے رسول الل ہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے جو میرے بھی سامنے ہے اور تمہارے بھی پیش نظر ہے , تو جس چیز کی الل ہ نے حد بندی کر دی ہے اور اس کا قطعی حکم دے. اس میں تم سے رائے لینے کی مجھے احتیاج نہیں خدا کی قسم تمہیں اور تمہارے علاوہ کسی بھی اس معاملہ میں شکایت کرنے کا حق نہیں. خدا ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق پر ٹھہرائے اور ہمیں اور تمہیں صبر عطا کرے.

) پھر آپ نے ارشاد فرمایا) خدا اس شخص پر رحم کرے جو حق کو دیکھے تو اس کی مدد, باطل کو دیکھے تو اسے ٹھکرا دے ا ور صاحب حق کا حق کے ساتھ معین .

خطبہ ۲۰۴

آپ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو سنا کہ وہ شامیوں پر سب وشتم کر رہے ہیں تو آپ سے فرمایا:.

میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو. اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور ان کے صحیح حالات پیش کرو, تو یہ ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہو گا. تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدا یا ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی, اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کر اور انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتا کہ حق سے بے خبر, حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں .

خطبہ ۲۰۵

صفین کے موقع پر جب آپ نے اپنے فرزند حسن (علیہ السلام) کو جنگ کی طرف تیزی سے لپکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:.

میری طرف سے اس جوان کو روک لو کہیں (اس کی موت مجھے خستہ و بے حال نہ کر دے. کیونکہ میں ان دونوں نوجوانوں (حسن اور حسین علیہما السلام) کو موت کے منہ میں دینے سے بخل کرتا ہوں کہ کہیں ان کے (مرنے سے) رسول الل ہ صلی الل ہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قطع نہ ہو جائے. سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا ارشاد (املکوا عنی ہذا الغلام(

میری طرف سے اس جوان کو روک لو. بہت بلند اور فصیح جملہ ہے .

خطبہ .۲۰۶

جب تحکیم کے سلسلہ میں آپ کے اصحاب آپ پر پیچ و تاب کھانے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا:.

اے لوگو! جب تک جنگ نے تمہیں بے حال نہیں کر دیا میرے حسب منشا میری بات تم سے بنی رہی. خدا کی قسم! اس نے تم

Presented by www.ziaraat.com

میں سے کچھ کو تو اپنی گرفت میں لے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا. اور تمہارے دشمنوں کو تو اس نے بالکل ہی نڈھال کر دیا. اگر تم جمے رہتے تو پھر جیت تمہاری تھی .مگر اس کا کیا علاج کہ میں کل تک امرونہی کا مالک تھا اور آج دوسروں کے امرو نہی پر مجھے چلنا پڑرہا ہے. تم (دنیا کی) زندگانی چاہنے لگے اور یہ چیز میرے بس میں نہ رہی کہ جس چیز (جنگ) سے تم بیزار ہو چکے تھے اس پر تمہیں بر قرار رکھتا.:

۱ #جب شامیوں کی بچی بچائی اور نیچی کھچی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہو گئی تو معاویہ نے قرآن کو آلہ کار بنا کر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور عراقیوں میں ایسی پھوٹ ڈلوا دی کہ امیرالمومنین علیہ السّلام کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور جنگ کے رکوانے پر بضد ہو گئے جس سے حضرت کو بھی مجبوراً تحکیم پر رضا مند ہونا پڑا .ان لوگوں میں کھچ تو ایسے تھے جو واقعاً دھوکے میں آگئے تھے اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ حقیقتہً قرآن کی طرف دعوت دی جارہی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ کی اس طولانی مدت سے اکتا چکے تھے اور اب جی چھوڑ ے بیٹھے تھے. چنانچہ انہیں جنگ کے رکوانے کا حیلہ مل گیا, تو انہوں نے التوائے جنگ کا شور مچا دیا اور کچھ لوگ وہ تھے. جو حضرت کے اقتدار سے متاثر ہو کر ساتھ ہو گئے تھے. مگر دل سے ان کے ہمنوا نہ تھے.

اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو فتح و کامرانی حاصل ہو اور کچھ لوگ وہ تھے جن کے توقعات معاویہ سے وابستہ تھے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اس سے امیدیں باندھنے لگے تھے اور کچھ پہلے ہی اس سے ساز باز کئے ہوئے تھے . ان حالات میں اور ایسی فوج کے ساتھ دشمن سے اس حد تک ٹکرا جانا بھی امیرالمومنین علیہ السّلام کی حسن سیاست اور فوجی نظم ونسق کی صلاحیت کا نتیجہ تھا اور اگر معاویہ یہ چال نہ چلتا تو کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا. کیونکہ فوج شام کی قوت حرب و ضرب ختم ہو چکی تھی اور شکست اس کے سر پر منڈ لا رہی تھی, چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ خلص الاشترالی معاویہ فاخذہ بعنقه ولم یکن بقی من قوۃ الشام الاکحر کته ذنب الوزعۃ عند قتلھا یضرب یمیناً و شمالاً (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۰۱) مالک اشتر معاویہ تک پہنچ چکے تھے اور اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور شامیوں کا سارا دم خم جاتا رہا تھا. بس ان میں ایسی ہی حرکت باقی رہ گئی تھی جیسے چھپکلی کو مار دیا جائے تو اس کی دم دائیں بائیں اچھلتی رہتی ہے .

خطبہ ۲۰۷

بصرہ میں اپنے ایک صحابی علائی ابن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا.:

تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ درآنحالیکہ آخرت میں تم گھر کہ وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے) ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی قریبوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے آخرت کی کامرانیوں کو پا لوگے. علمائی ابن

Presented by www.ziaraat.com

زیاد نے کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السّلام مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیادہ کی آپ سے شکایت کرنا ہے. حضرت سے پوچھا کیوں اسے کیا ہوا؟ علائی۱# نے کہا کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرت نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ : اے اپنی جان کے دشمن تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لیے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ. برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لیے یہ چاہے. اس نے کہا کہ یا امیر المومنین علیہ السّلام آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم پر حیف ہے میں تمہیں مانند نہیں ہو .خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادر لوگوں کی سطح پر رکھیں تا کہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے.:

۱ #اے رہبا نیت و ترک علائق کو زمانہ قدیم سے طہارت نفس و درستگی اعمال کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے . چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بخیال خو دالل٥ سے لو لگائے پڑے رہتے . اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھا لیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے اس طریقہ عبادت کی ابتدا یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لئے کسی سنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھو میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہو گئے بعد میں اس قھری زہد و انزدا نے اختیاری صورت حاصل کر لی اور لوگ بااختیار خود کھاؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہشمند ہوتا وہ تمام دینوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا, چنانچہ صدیوں تک اس پر عمل در آمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقہ عبادت کے آثار بدھسٹوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں لیکن اسلام کا عتدال پسند نہ مزاج ااس خانقا ہی زندگی سے سازگار نہیں ہے وہ روحانی ترقی کے لئے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھالینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے اسلام میں عبادت کا مفہم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعہ معاش حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے. نہ کسب معاش کے لئے سعی و کوشش کو برسر کائی رکھتے اور دوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ مقصد حیات پر پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے اگر اللہ کو یہی چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضروت ہی کیا تھی جب کہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اس کی عبادت و پرستش میں مشغول رہتی تھی . انسان کو تو قدرت نے اس دو راہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حد وسط ہی ہدایت کا

Presented by www.ziaraat.com

مرکز ہے کہ اگر ذرا اس نقطہ اعتدال سے ادھر ادھر ہوا تو اس کے لیے گمراہی ہی گمراہی ہے اور وہ حد وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دستبردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے. جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے تو اسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور حدا عتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہیے .ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا برتنا خدا برستی کے خلاف ہو .بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ جو خاصان خدا تھے وہ دنیا میں مل جل کر رہتے تھے اور اپنے دنیا داروں کی طرح کھاتے پیتے تھے انہیں ویرانوں پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دنیا والوں سے منہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی. بلکہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے. رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے. کہ جو دنیا کے ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنے میں خسر الدنیا ولآخرۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و مشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا تو انسان کا ذہن خیالات سے فاسدہ کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہوائے نفس اس طرح اس پر غلبہ پا لیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسیانی خواہشوں کو پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا نا ممکن ہو جاتا ہے اسی لیے شریعت نے متاہل کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضلت دی ہے. کیونکہ وہ عبادت و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے.

وہ افراد جو جامہ تصوف پہن کر ذہد و بے تعلقی دنیا اور روحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے نا آشناہ ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے نے خود ساختہ سہاروں پر بھروسہ کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں. چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے. کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا ان کی آواز خدا کی آواز اور ان کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے اپنے سے آزاد سمجھتے ہوئے ہر امر قبیح کو اپنے لئے جائز قرار دے لیتے ہیں. اس الحاد و بے دینی کو تصوف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اسی کے غیر شرعی اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے صوفی کہے جاتے ہیں سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی و شامی نے یہ لقب اختیار کیا کہ جو اموی النسب اور جبری العقیدہ تھا. اسے اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے زہد و تقویٰ کی نمائش کے لئے صوف کا لباس پہن رکھا تھا. بعد میں اس لقب نے عمومیت حاصل کر لی. اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں. چنانچہ ایک توجہیہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں ص,و,ف ,صادے سے مراد صبر, صدق اور صفا ہے اور اورو مراد د و دو اور وفا ہے. اورفا سے مراد فرد, فقرا اور فنا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صفہ سے ماخوذ ہے اور صفہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کجھور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے اصحاب صفہ

Presented by www.ziaraat.com

کہلاتے تھے اور غربت و بیچارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے. تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ کے جد اعلیٰ کا نام صوفہ تھا. اوریہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سر انجام دیتا تھا اور اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ لوگ صوفی کہے جاتے تھے.

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہوا ہے لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں.

وحدتیہ:.یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے. چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل الوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتیں بلکہ ان کا وجود بعینہ دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہےں. لہذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جا سکتا ہے.

اتحادیہ:. اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ وہ اللہ سے , اور اللہ اس سے متحد ہو چکا ہے یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اس کی صورت و خاصیت پیدا کر چکا ہو.

حلولیہ:.اس کا عقیدہ یہ ہے. کہ خدا وند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرود گاہ ہوتا ہے. اس لیے بظاہر بشر اور باطن خدا ہوتے ہیں.

واصلیہ:.یہ فرقیہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے اور اس کا نظریہ ہے کہ احکام شرع تکمیل نفس و تہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی . لہذا واصلین کے لیے عبادت و اعمال بیکار ہو جاتی ہے) لہذا وہ جو چاہیں کریں. ان پر حرف گیری نہیں کی جا سکتی.

زراقیہ:.یہ فرقہ نغمہ و سرود کی دھنوں اور حال و قال کی سر مستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی و دریوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گڑہت کرامتین سنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے.

عشاقیہ:.اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ المجازۃ قنطرۃ الحقیقت عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے لہذا عشق الٰہی کی منزل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صرف اختلال دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قبل و روح کی پوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے. اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے. یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے . مگر عشق حقیقی کی منزل سے اسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا.

عشق مجازچوں بہ حقییقت نظر کنی دیواست و دیورا نہ بود پائے رہبری

تلقیہ:.اس فرقے کے نزدیک علوم دینیہ کا پڑھنا اور کتب علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ جو مرتبہ عملی ستر برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وہ ایک ساعت میں مرشد کے تصرف روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے.

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں. چنانچہ اس سلسلہ میں آئمہ اطہار کے بکثرت ارشادات

Presented by www.ziaraat.com

موجود ہیں اوراس خطبہ میں بھی امیرالمومنین علیہ السّلام نے عاصم بن زیاد کے قطع علائق دنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے اوراسے اس راہ پر چلنے سے بشت منع کیا ہے .

خطبہ ۲۰۸

ایک شخص نے آپ سے من گھڑت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو(عام طورسے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہےں تو آپ نے فرمایا کہ:

لوگوں کے ہاتھوں میں حق او رباطل , سچ اور جھوٹ, ناسخ اور منسوخ,عام اور خاص ,واضح اور مبہم ,صحیح او رغلط سبھی کچھ ہے ,خود رسول صلیٰ اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں آپ پر بہتان لگا ئے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جا ن بو جھ کر بہتا ن باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکا نہ جہنم میں بنا لے تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں ,ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے او رباطن کچھ وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے او رمسلمانوں کی سی وضع قطعہ بنا لیتا ہے .نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اورنہ کسی افتادمیں پڑنے سے جھجکتا ہے .وہ جان بوجھ کر رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جا تا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے , تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرتے لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے اس نے آنحضرت کو دیکھا بھی ہے اوران سے حدیثیں بھی سنیں ہیں اورآپ سے تحصیل علم بھی کی ہے چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے)اس با ت کو قبول کر لیتے ہیں .حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اوران کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگا ہ کر دیا ہے پھروہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی باقی و بر قرار رہے اور کذب او ربہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوہ دینے والوں کے یہاں اثرورسوخ پیدا کیا .چنانچہ انہوں نے ان کو(اچھے اچھے) عہدوں پر لگا یا اور حاکم بنا کر لو گوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا اوران کے ذریعہ سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اورلو گوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں او ردنیا (والوں)کا ساتھ دیا کرتے ہیں .مگر سوا ان) محدودے چند افراد کے) جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے.

چار میں سے ایک تو یہ ہوا اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت)رسول اللہ سے سنا لیکن جوں کا توں اسے یاد نہ رکھ سکا او راس میں اسے سہو ہوگیا .یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا یہی کچھ اس کے دسترس میں ہے اسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اوراسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے. اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اوراگر خودبھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑدیتا.

تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا آپ نے ایک چیز کے بجالا نے کاحکم دیا ہے .پھر پیغمبر نے تو اس سے روک دیا .لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا یا یوں کہ اس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی لیکن ا س کے علم میں یہ چیز نہ آسکی ا س نے(قول)منسوخ کو یاد رکھا اور(حدیث)ناسخ کو محفوظ نہ

Presented by www.ziaraat.com

رکھ سکا .اگر اسے خود معلوم ہو جا تا کہ یہ منسو خ ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہو تی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے.

۞ اور چوتھا شخص وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ نہیں باندھتا .وہ خوف خدا اور عظمت رسول اللہ کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے اس کی یاد داشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا اور نہ اس میں کچھ بڑھایا .نہ اس میں سے کچھ گھٹایا .حدیث ناسخ کویا د رکھا ,تو اس پر عمل بھی کیا ,حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا .او راس سے اجتناب برتا ,وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود اور اسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے ,اوریوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے.

۞ کبھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام دو رُخ لے ے ہو تا تھا ,کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہو تا تھا اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہو تا تھا او رایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے ,کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے .او رپیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ا س سے مقصد کیا ہے .تو یہ سننے والے اسے سن تو لیتے تھے اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے.مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اوروجہ سے ناواقف ہو تے تھے اورا صحاب پیغمبر میں سب ایسے تھے کہ جنہیں آپ سے سوال کرنے کی ہمت ہو ,بلکہ و ہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اوروہ کچھ پوچھیں تو یہ بھی سن لیں مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی .مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یا د رکھتا تھا .یہ ہیں لوگوں کی احادیث و روایات میں اختلاف کی وجوہ و اسباب.

۱#یہ سلیم ابن قیس ہلالی تھے جو امیرالمومنین علیہ السّلامکے رواۃ حدیث میں سے ہیں.

۲#امیرالمومنین علیہ السّلام نے اس خطبہ میں رواۃ حدیث کو چا ر قسموں میں منحصر کیا ہے.

پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کرکے پیغمبر کی طرف منسوب کردے .چنانچہ ایسی روایتیں گھڑ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اوریو نہی یہ سلسلہ جاری رہا اورنت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں .یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکا رنہیں کیا جاسکتا او را گر کوئی انکا ر کر تا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت نہیں بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پرہوتی ہے .چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سیّد مرتضی کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفا ق ہوا .تو سیّد مرتضی نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر صحابہ کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں .اس پر ان علمائ نے کہا کہ کوئی رسول اللہ پر افترا ئ باندھنے کی جرات کرے او راپنی طرف سے کوئی روایت گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دے سیّد مرتضی نے فرمایا کہ پیغمبر کی حدیث ہے.

میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جا ئے گا.دیکھو !جو مجھ پر جا ن بوجھ کر جھوٹ باندھے گا ا س کا ٹھکانہ جہنم ہے.

تو اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا .او ر غلط ہو نا خود ہمارے دعویٰ کی دلیل

Presented by www.ziaraat.com

ہے .بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفا ق بھرا ہوا تھا او ر دین میں فتنہ و انتشا رپیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے ے من گھڑت روایتیں بناتے رہتے تھے او رجس طرح پیغمبر کے زمانے میں مسلمانوں سے گھلے ملے رہتے تھے اس طرح ان کے بعد بھی ان کے بعد بھی ان میںگھلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے .اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کی تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبر رہتے تھے کہ کہیں زما نہ میں توڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر انہیں بے نقاب کر کے رسوا نہ کر دیں مگر آنحضرت کے بعد ان کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں. اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کیلئے ے پیغمبر پر افترا ئی باندھ دےتے تھے او ر سننے والے انہیں صحابی رسول سمجھ کر اعتبار کر لیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے.اور جو فرمادیا ہے وہ درست ہے اور بعد میں بھی الصحابۃ کلھم عدول(صحابہ سب کے سب عادل ہیں)کے عقیدہ نے زبانوں پر پہرا بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا او رپھر ان کے کا رہائے نمایا ں نے انہیں بارگا ہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا .جس کی وجہ سے ان کے خلاف زبان کھولنے کیلئے ے جرات و ہمت کی ضرورت تھی.

چنانچہ امیرالمومنین علیہ السّلام کا یہ قول شاہد ہے.:

ان لوگوں نے کذب وبہتا ن کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں او رجہنم کا بلا وا دینے والوں کے یہا ں اثرو رسوخ پیدا کیا .چنانچہ انہوں نے ان کو(اچھے اچھے) عہدوں پر لگا یا اور حا کم بنا کر لوگوں کو گردنوں پر مسلّط کر دیا.

منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری افرا وانی حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلا م کی نقاب اتا رکر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کیلئے ے روایات وضع کرکے انتشار پھیلانے میں لگے رہتے تھے .چنانچہ ابن الحدید نے لکھا ہے.

جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا او رجب ان سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی مگر درپردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے .جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیرالمومنین علیہ السّلام نے ا شارہ کیا ہے کیو نکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کردی گئی تھی اور یہ فا سد عقیدہ رکھنے والوں کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے .دلوںمیں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے او ربعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دنیاوی اغراض وابستہ ہوتی تھی.

اس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اورملک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا تو اس نے جعلی روایتیں گھڑنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا .کہ وہ اہلبیت اطہار کی تنقیص اور عثمان اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گھڑ کر نشر کریں اور اس کیلئے ے انعامات اور جا گیریں مقرر کیں جس کے نتیجہ میں کثیرالتعداد خود ساختہ فضائل کی روایتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں.چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتا ب الاحداث

Presented by www.ziaraat.com

میں تحریر کیا ہے اور ابن الحدید نے اپنی شرح سے درج کیا ہے کہ:

معاویہ نے اپنے عمال حکومت کو تحریر کیا کہ جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار ہوں، خواہ اور دوستدار ہوں ان پر نظر و توجہ رکھو اور ان لوگوں کو جو ان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنا دربارنشین اور مقرب قرار دو اور ان کا احترام کرو اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وہ مجھے لکھو اور اس کے باپ اور اس کے قوم قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے مناقب و فضائل کے انبار لگا دیئے کیونکہ امیر معاویہ ایسے لوگوں کو جائز سے خلعتیں عطے ے اور جاگیریں دیتا تھا۔

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روایتیں چار وانگ میں پھیل گئیں تو اس خیال سے خلفا کا پلہ سبک نہ رہ جائے اس نے اپنے عمال کو تحریر کیا۔

:: جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفائی کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابو تراب کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کیلئے ے صحابہ کیلئے ے بھی ویسی ہی حدیثیں گھڑ کر بیان کرو، کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند ہے اور میرے لے ے خنکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابو تراب اور اس کے شیعوں کی محبت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل و مناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے۔ جس کے نتیجے میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روایتیں گھڑنا شروع ہو گئیں جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ ہوتی تھی۔

اس سلسلہ میں ابن عرفہ معروف نے بہ لفظویہ نے کہ جو اکابر علمائی و محدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ۔

صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیثیں بنی امیہ کے دور میں گھڑی گئیں تاکہ ان کی بارگاہ میں رسوخ حاصل کیا اجائے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل و پست کر سکیں گے۔

وضع روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی۔ اب دنیا پرستون نے سلاطین و امرائی کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سمیٹنے کیلئے ے اسے ایک ذریعہ بنالیا۔ جیسا کہ غیاث ابن ابراہیم نے مہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کیلئے ے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گھڑ کر سنا دی اور ابو سعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنا لیا اور حدیہ ہے کہہ کر امیہ اور بعض متصوفہ نے معصیت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کیلئے ے وضع کی حدیث کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں بے کھٹکے روایتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ عموماً یہ کام وہی سرانجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی راتیں مصلّوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اکسٹھ حدیثیں منتخب کیں مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں

Presented by www.ziaraat.com

میں سے چار ہزار حدیثیں قابل سمجھیں .ابو داؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں .احمد بن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں .مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جا تا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرم کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتیں .چنانچہ آ ج مسلمانوں میں ایک معتدبہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے بعد سرے سے حدیث کی جمیعت ہی سے انکار کرچکا ہے.

دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں جو موقع محل کو سمجھے بغیر جو الٹا سیدھا انہیں یا د رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے چنانچہ صحیح بخاری باب البکائ علی المیت میں ہے جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ:.

اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو, حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میّت پر عذاب ہو تا ہے.

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے ا س کا ذکر آیا تو انہوں نے کہاکہ خدا عمر پر رحم کرے .رسول اللہ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھاکہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پرعذاب ہوتاہے .البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے اس کے بعد ام المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ لا تزر وازرۃ وزرا اخریٰ(ایک کا با ر دوسرا نہیں اٹھاتا)تو یہا ں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی .پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہو تی ہے .:

زوجہ رسول حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر گزرے کہ جس پر اس کے گھر والے تو اس پر رو رہے ہیں اور وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہے.:

تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر سے حدیث منسوخ کو سنا مگر اس کی ناسخ کو حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا ا س پر عمل کرتے حدیث ناسخ کی مثال پیغمبر کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف بھی اشارہ ہے نہیتکم عن زیارۃالقبور الا فزوروھا(میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو)اس میں زیارت قبور کی نہی کو اذان زیارت قبور سے منسوخ کر دیا ہے تو جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے.

چوتھی قسم کی رواۃ وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ فہم و ذکا کے مالک حدیث کے موردو محل سے آگا ہ ناسخ و منسوخ خاص و عام ,مقید و مطلق سے واقف کذب و افترائ سے کنا رہ کش ہو تے تھے جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچادیتے تھے .انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ غل وغش سے پاک اور قابل اعتمادو عمل ہیں خصوصاوہ سرمایہ احادیث جو امیرالمومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید او رتحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت پیش کرتا ہے .کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے

Presented by www.ziaraat.com

پیغمبر کے فیوض حاصل کرتی .مگر تاریخ کا یہ افسوس ناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آل محمد سے تو حدیث لی جا تی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیت کی کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو قلم رک جا تا ہے .چہرے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں .

خطبہ ۲۰۹

اللہ سبحانہ، کے زور فرمانروائی اورعجیب و غریب صنعت کی لطیف نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اس نے ایک انتھاہ دریا کے پانی سے جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں .ایک خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا پھر یہ کہ اس نے پانی (کے بخار) کی تہوں پر تہیں چڑھا دیں جو آپس میں ملیں ہوئی تھیں اور انہیں الگ الگ کر کے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے تھمے ہوئے او راپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں او رزمین کو اس طرح قائم کیا کہ اسے ایک نیلگوں گھرا اور (فرمان الٰہی کے حدود میں) گھرا ہوا دریا اٹھائے ہوئے ہے جو اس کے حکم کے آگے بے بس اور اس کی ہیبت کے سامنے سر نگوں ہے اوراس کے خوف سے اس کی روانی تھمی ہوئی ہے اور ٹھوس چکنے پتھروں ,ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان کو ان کی جگہوں پر نصب اور ان کی قرا رگاہوں میں قائم کیا.چنانچہ ان کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں .اس طرح اس نے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا ہے اور ان کی بنیادوں کو ان کے پھیلاؤ اور ان کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اتار دیا .ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنا دیا اور انہیں زمین کیلئے ے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں انہیں گاڑا ,چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے رہنے والوں کو لے جھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑدے پاک ہے وہ ذات کہ جس نے پانی کی طغیانیوں کے بعد زمین کوتھا م رکھا اوراس کے بعد خشک کیا اور اسے اپنی مخلوقات کیلئے ے گہوارہ (استراحت)بنا یا اور ایک ایسے گہرے دریا کی سطح پر اس کیلئے ے فرش بچھایا جو تھما ہوا ہے بہتا نہیں اور رکا ہوا ہے جنبش نہیں کرتا جسے تند ہوائیں اِدھر سے اُدھر دھکیلتی رہتی ہیں ,اور برسنے والے بادل اسے متھ کر پانی کھینچتے رہتے ہیں,بے شک ان چیزوں میں سروسامان عبرت ہے اس شخص کیلئے ے جو اللہ سے ڈرے .

خطبہ۲۱۰

خدایا تیرے بندوں میں سے جو بندہ ہماری ان باتوں کو سنے کہ جو عدل کے تقاضوں سے ہمنوا ,اور ظلم و جور سے الگ ہیں جو دین و دنیا کی اصلاح کرنے والی اور شر انگیزی سے دور ہیں اور سننے کے بعد پھر بھی انہیں ماننے سے انکار کردے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا ,اور تیرے دین کوترقی دینے سے کوتاہی کرنے والا ہے .اے گواہوں میں سب سے بڑے گواہ !ہم تجھے اور ان سب کو جنہیں تو نے آسمانوں اور زمینوں میں بسایا ہے اس شخص کے خلاف گواہ کرتے ہیں .پھر اس کے بعد تو ہی اس نصرت و امدا د سے بے نیاز کرنے والا ہے اوراس کے گناہ کا اس سے مواخذہ کرنے والا ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۱۱۲

تما م حمد ا س اللہ کیلئے ے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر,توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالا تر,اپنے عجیب وغریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکار اوراپنے جلال,عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے .وہ عالم ہے . بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ سیکھے یا علم میں اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور و ہ بغیر فکر و تامل کے ہر چیز کااندازہ مقرر کرنے والا ہے,نہ اسے تاریکیاں ڈھانپتی ہیں ,نہ وہ روشنیوں سے کسب ضیا کرتا ہے نہ رات اسے گھیرتی ہے,نہ (دن کی)گردشوں کا اس پر گزر ہوتا ہے اور ا س کاجاننا بوجھنا آنکھوں کے -ذریعہ سے نہیں او ر نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے.

اسی خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایاہے .اللہ نے انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اورپریشانیوں کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر مسلّط جمالیا.مشکلوں کو سہل اوردشواریوں کوآسان بنا یا .یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط وتفریط)کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا .

خطبہ ۲۱۲

میں‌گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی کی راہ اختیار کی ہے اورایسا حکم ہے جو(حق و باطل کو)الگ الگ کر دیتا ہے .او ر میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ و رسول اور بندوں کے سیّدو سر دار ہیں .شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپ کوقرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی.آپ کے نسب میں کسی بدکاری کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں.

دیکھو!اللہ نے بھلائی کیلئے ے اہل حق کیلئے ے ستون,او ر اطاعت کیلئے ے سامان حفاظت مہیا کیا ہے ہر اطاعت کے موقعہ پرتمہارے لے ے اللہ کی طرف سے نصرت و تائید دستگیری کیلئے ے موجود ہوتی ہے(جس کو)اس نے زبانوں سے ادا کیا ہے اوراس سے دلوں کو ڈھارس دی ہے.اس میں بے نیازی چاہنے و الے کیلئے ے بے نیازی اور شفا چاہنے والوں کیلئے ے شفاہے.

تمہیں جاننا چاہیے کہ اللہ کے وہ بندے جو علم,الہی کے امانتدار ہیں وہ محفوظ چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں .اوراس کے چشموں کو(تشگان علم ومعارف کیلئے ے) بہاتے ہیں .ایک دوسرے کی (اعانت کیلئے ے)باہم ملتے ملاتے ہیں,اور خلوص و محبت سے میل ملاقات کرتے ہیں اور (علم وحکمت کے)سیراب کرنے والے ساغروں سے چھک کر سیراب ہوتے ہیں,اور سیراب ہوکر(سر چشمہ)علم سے پلٹتے ہیں .ان میں شک و شبہہ کا شائبہ نہیں ہوتا اورغیبت کا گزرنہیں ہوتا .اللہ نے ان کے پاکیزہ اخلاق کوان کی طینت و فطرت میں سمو دیا ہے .انہی خوبیوں کی بنا پرواپس میں‌محبت و انس رکھتے ہیں او رایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں .وہ لوگوں میں اس طرح نمایا ں ہیں جس طرح (بیجوں(میں -صاف ستھرے بیج کہ (اچھے دانوں کو)لے لیا جاتا ہے اور(بروں کو)پھینک دیا جاتا ہے .اس صفائی و پاکیزگی نے انہیں چھانٹ اورپرکھنے نے نکھار دیا ہے.انسان کو چاہیے کہ وہ ان

Presented by www.ziaraat.com

اوصاف کی پذیرائی سے اپنے لے ے شرف و عزت قبول کرے اور قیامت کے وارد ہونے سے پہلے اس سے ہراساں رہے اور اسے چاہیے کہ وہ (زندگی کے)مختصر دنوں اور اس کے گھر کے تھوڑے سے قیام کہ جو بس اتنا ہے کہ اس کو آخرت کے گھر سے بدل لے ,آنکھیں کھولے اورغفلت میں نہ پڑے .او راپنی جائے بازگشت اور منزل آخرت کے جانے پہچانے ہوئے مرحلوں (قبر)برزخ,حشر کیلئے ے نیک اعمال کرلے ,مبارک ہو اس پاک و پاکیزہ دل والے کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی پیروی اور تباہی میں ڈالنے والے سے کنارہ کرتا ہے اور دیدہ و بصیرت میں جلا بخشنے والے کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پالیتا ہے اور ہدایت کے دروازوں کے بند اور وسائل و ذرائع کے قطع ہونے سے پہلے ہدایت کی طرف بڑھ جاتاہے . توبہ کا دروازہ کھلواتا ہے اور (پھر)گناہ کا دھبہ اپنے دامن سے چھڑاتا ہے .وہ سیدھے راستے پر کھڑا کر دیا گیا ہے .اور وہ واضح راہ اسے بتا دی گئی ہے .

خطبہ ۳۱۲

امیرالمومنین علیہ السلام کے وہ دعائیہ کلمات جو اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے.

تمام حمد اس اللہ کیلئے ے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا کہ نہ مردہ ہوں ,نہ بیمار ,نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ ہوا ,نہ برے اعمال (کے نتائج)میں گرفتار ہوں نہ بے اولاد ہوں ,نہ دین سے برگشتہ نہ اپنے پروردگار کا منکر ہوں اور نہ ایمان سے متوحش نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اورنہ پہلی امتوں کے سے عذاب میں مبتلا ہوں .میں اس کا بے اختیار بند ہ اور اپنے نفس پر ستم ران ہوں (اے اللہ)تیری حجّت مجھ پر تمام ہو چکی ہے ,اور میرے لے ے اب کوئی عذر کی گنجائش نہیں ہے .خدایا !مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کردے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے جس سے تو مجھے بچائے رکھے .اے اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگا رہوں کہ تیری ثروت کے باوجود فقیرو تہید ست رہوں یاتیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں. جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں .خدایا !میری ان نفیس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا .میری روح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلٹالے گا اسے پہلی امانت قرا ر دے.

اے اللہ ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گا رہیں .اس بات سے کہ تیرے ارشا د سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑجائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں .یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کی بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں برائی کی طرف لے جائیں .

خطبہ ۴۱۲

صفین کے موقع پر فرمایا.:

اللہ سبحانہ، نے مجھے تمہارے امور کا اختیا ر دے کر میرا حق تم پر قائم کردیا ہے ,اور جس طرح میرا تم پر حق ہے ,ویسا ہی تمہارا بھی مجھ پر حق ہے.یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے لیکن آپس میں حق و انصاف کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے .دو آدمیوں میں اس کا حق اس پر اسی وقت ہے جب دوسرے کابھی اس پر حق ہو اور اس کا حق اس پر جب ہی

Presented by www.ziaraat.com

ہوتا ہے جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو تو یہ امر ذات باری کیلئے ے مخصوص ہے نہ اس کی مخلوق کیلئے ے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلّط و اقتدار رکھتا ہے. اور اس نے تمام ان چیزوں میں کہ جن پر اس کے فرمان قضا جاری ہوئے ہیں عدل کرتے ہوئے (ہر صاحب حق کا حق دے دیا ہے)اس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے احسان کو وسعت دینے کی بنا پر کہ جس کا وہ اہل ہے .ان کا کئی گنا اجر قرار دیا ہے.پھر اس نے ان حقوق انسانی کو بھی کہ جنہیں ایک کیلئے ے دوسرے پر قرار دیا ہے .اپنے ہی حقوق میں سے قرار دیا ہے اور انہیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر اتریں.اور کچھ ا ن میں سے کچھ حقوق کا باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ، نے واجب کیا ہے .حکمران کا رعیّت پر اور رعیّت کا حکمران پر ہے .کہ جسے اللہ نے والی و رعیّت میں سے ہر ایک کیلئے ے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے او راسے ان میں رابطہ محبت قائم کرنے اور اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قراردیا ہے. چنانچہ رعیّت اسی وقت خوشحال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے. جب رعیّت اس کے احکام کی انجام دہی کیلئے ے آماد ہ ہو جب رعیّت فرمان روا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیّت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو ان کے حق باوقار,دین کی راہیں ا ستوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبر کی سنتیں اپنے دھرے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا .بقائے سلطنت کے توقعات پیدا ہوجائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جا ئے گی .اور جب رعیّت حاکم پر مسلّط ہوجائے یا حاکم رعیّت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہوگا .ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے .دین میں مفسد ے بڑھ جائیں گے ,شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی .خواہشوں پر عمل درآمد ہو گا شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے .نفسانی بیماریا ں بڑھ جا ئیں گی او ربڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کو ئی نہ گھبرائے گا .ایسے موقعہ پر نیکو کا رذلیل, اور بد کردار باعزت ہوجاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں .لہٰذا ا س حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا تمہارے لے ے ضروری ہے اس لے ے کہ کوئی شخص بھی اللہ کی اطاعت و بندگی میں اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس کا وہ اہل ہے .چاہے وہ اس کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے کیلئے ے کتنا ہی حریص ہو ,اور اس کی عملی کوششیں بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں. پھر بھی اس نے بندوں پر یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر پندو نصیحت کریں.اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کیلئے ے ایک دوسرے کا ہا تھ بٹائیں .کوئی شخص بھی اپنے کو اس سے بے نیاز نہیں قرار دے سکتا .کہ اللہ نے جس ذمہ داری کا بوجھ اس پر ڈالا ہے ا س میں اس کا ہاتھ بٹایا جائے ,چاہے وہ حق میں کتنا ہی بلند منزلت کیوں نہ ہو اور دین میں اسے فضیلت و برتری کیوں نہ حا صل ہو اور کوئی شخص اس سے بھی گیا گزرا نہیں کہ حق میں تعاون کرے یا ا س کی طرف دست تعاون بڑھایا جائے ,چاہے لوگ اسے ذلیل سمجھیں او راپنی حقارت کی وجہ سے آنکھوں میں نہ جچے.

Presented by www.ziaraat.com

اس موقعه پرآپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک طویل گفتگو کی جس میں حضرت کی بڑی مدح و ثنا کی اور آپ کی باتوں پر کان دھرنے اور ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا اقرار کیا ,توآپ نے فرمایا جس شخص کے دل میں جلال الٰہی کی عظمت او رقلب میں منزلت خداوندی کی رفعت کا احساس ہوا اسے سزاوار ہے که اس کی جلالت و عظمت کے پیش نظر اللہ کے ما سوا ہر چیز کو حقیر جانے اورایسے لوگوں میںوہ شخص اور بھی اس کا زیادہ اہل ہے که جسے اس نے بڑی نعمتیںدی ہوںاور اچھے احسانات کےے ہوںاس لےے که جتنی اللہ کی نعمتےں کسی پربڑی ہوں گی اُتناہی اُس پر اللہ کاحق زےادہ ہوگا نےک بندوںکے نزدےک فرمانرواؤں کی ------------ذلےل ترےن صورت حال ےہ ہے که ان کے متعلق ےہ گمان ہونے لگے که وہ فخروسر بلندی کودوست رکھتے ہےںاوران کے حالات کبروغرور پرمحمول ہوسکےںمجھے ےہ تک ناگوار معلوم ہوتاہے که تمہےںاس کاوہم وگمان بھی گزرے که مےںبڑھ بڑھ کرسراہے جانے ےاتعرےف سننے کوپسند کرتا ہوں بحمداللہ ! که مےںاےسانہےںہوںاوراگر مجھے اس کی خواہش بھی ہوتی که اےسا کہاجائے توبھی اللہ کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا که ایسی عظمت و بزرگی کو اپنایا جائے که جس کا وہی اہل ہے یوں تو لوگ اکثر اچھی کار کردگی کے بعد مدح و ثنا کو خوشگوار سمجھا کرتے ہیں(لیکن)میری اس پر مدح و ستائش نه کرو که اللہ کی اطاعت اور تمہارے حقوق سے عہدہ برآ ہوا ہوں .کیونکه ابھی ان حقوق کا ڈر ہے جنہیں پورا کرنے سے میں ابھی فارغ نہیں ہوا ,اوران فرائض کا ابھی اندیشه ہے که جن کا نفاذ ضروری ہے. مجھ سے ویسی باتیں نه کیا کرو.جیسی جابر سر کش فرمانرواؤں سے سیکھی جاتی ہیں .اور نه مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو.جس طرح طیش کھانے والے حاکموں سے بچ بچاؤ کیاجاتا ہے اور مجھ سے اس طرح کا میل جول نه رکھو جس سے چاپلوسی اور خوشامد کا پہلو نکلتا ہو.میرے متعلق یه گمان نه کرو که میر ے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی تو مجھے گراں گزرے گی اور نه یه خیا ل کرو که میں یه درخواست کروں گا که مجھے بڑھا چڑھا دو.کیونکه جو اپنے سامنے حق کے کہے جانے اورعدل کے پیش کئے جانے کو بھی گراں سمجھتا ہو.اسے حق اورانصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار ہوگاتم اپنے کو حق کی بات کہنے اور عدل کا مشورہ دےنے سے نه روکو.میں١# تو اپنے کو اس سے بالا تر نہیں سمجھتا که خطا کروں اور نه اپنے کسی کا م کو لغزش سے محفوظ سمجھتاہوں .مگر یه که خدا میرے نفس کو اس سے بچائے که جس پر وہ مجھ سے زیادہ اختیار رکھتا ہے .ہم اور تم اسی رب کے اختیار بندے ہیں که جس کے علاوہ کوئی رب نہیں .وہ ہم پر اتنا اختیا ر رکھتا ہے .که خود ہم اپنے نفسوں پر اتنا اختیا ر نہیں رکھتے .اسی نے ہمیں پہلی حالت سے نکال کر جس میں ہم تھے بہبودی کی راہ پر لگایا اوراسی نے ہماری گمراہی کو ہدایت سے بدلا اور بے بصیرتی کے بعد بصیرت عطا کی.

١#یه امرکسی تصریح کا محتاج نہیں ہے که عصمت ملکی اور ہے اورعصمت بشریٰ اور ہے .فرشتوں کے معصوم ہونے کے یه معنی ہوتے ہیں که میں کسی خطاؤ لغزش کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی .مگر انسان کے معصوم ہونے کے معنی یه ہیں که اس میں بشریٰ تقاضے اور نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں.مگر وہ انہیں روکنے کی ایک قوت خاص رکھتا ہے اوران سے مغلوب ہوکر کسی

Presented by www.ziaraat.com

خطا کا مرتکب نہیں ہوتا اور اسی قوت کا نام عصمت ہے جو کہ ذاتی خواہشات و جذبات کو ابھرنے نہیں دیتی .حضرت کے ارشاد فانّی لست فی نفسی بفوق اب اخطی (میں اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں(میں انہی بشری تقاضوں او رخواہشوں کی طرف اشارہ ہے اور الّا ان یکفی اللہ فی نفسی(مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے رکھے)میں عصمت کی طرف اشارہ ہے. چنانچہ اسی لب ولہجہ میں حضرت یوسف کی زبانی قرآن میں وارد ہے کہ وما ابّری نفسی ان النفس لامارہ بالسوئ الا مارحم ربی(میں اپنے نفس کو گناہ سے پاک نہیں ٹھہراتا. کیونکہ انسان کا نفس گناہ پر بہت ابھارنے والا ہے یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے .تو جس طرح یہاں پر الّا مارحم ربی کا جو استثنائی ہے .اس کی وجہ سے آیت کے پہلے جزو سے آپ کی عصمت کے خلاف دلیل نہیں لائی جا سکتی .اسی طرح امیرالمومنین علیہ السّلام کے کلا م میں الا ان یکفی اللہ کا جو استثنائی ہے اس کے ہوتے ہوئے کلام کے پہلے ٹکڑے سے آپ کے غیر معصوم ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا ورنہ ایک نبی کی عصمت سے بھی انکار کرنا پڑے گا .یونہی اس خطبہ کے آخری ٹکڑے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپ بعثت رسول سے پہلے دور جاہلیت کے عقائدسے متاثرہ رہ چکے ہوں گے اور جس طرح دوسروں کا دامن کفرو شرک سے آلود ہ رہ چکا تھا .اسی طرح آپ بھی تاریکی و ضلالت میں رہے ہوں گے .کیونکہ آپ پیدائش کے دن سے رہبر عالم کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے اور انہی کی تعلیم و تربیت کے اثرا ت آپ کے دل و دماغ میں چھائے ہوئے تھے .لہٰذا یہ تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ابتدائے عمر سے پیغمبر کے نقش قدم پر چلنے والا زندگی کے کسی لمحہ میں ہدایت سے بیگانہ ہو گا .چنانچہ مسعودی نے تحریر کیا ہے کہ:

آپ نے کبھی شرک ہی نہیں کیا کہ اس سے الگ ہو کر آپ کے اسلا م لانے کا سوال پیدا ہو بلکہ تمام افعال و اعمال میں رسول کے تابع اوران کے پیرو تھے اور اسی حالت اتبا ع میں آپ نے سرحد بلوغ میں قدم رکھا.

اس مقام پر ان لوگوں سے جن کو اللہ نے تاریکی و گمراہی سے راہ راست پر لگایا وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کے مخاطب تھے .چنانچہ ابن الحدید لکھتے ہیں کہ:

یہ خود امیرالمومنین(علیہ السلام) کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ وہ کبھی کافر نہیں رہے کہ کفر کے بعد اسلام لاتے بلکہ لوگوں کی مختلف جماعتیں تھیں جو آپ کے مخاطب تھیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے .

خطبہ ۲۱۵

خدایا !میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگا رہوں کیو نکہ انہوں نے میری قرابت و عزیز داری کے بندھن توڑ دیئے اور میرے ظرف

)عزت و حرمت)کو اوندھا کردیا اورا س حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کیلئے ے انکار کر لیا اوریہ کہنے لگے کہ یہ بھی حق ہے کہ آپ کو اس سے روک دیا جائے تو غم وحزن کی حالت میں صبر کیجئے یا رنج واندو ہ سے مر جایئے .میں نے نگاہ دوڑائی تو مجھے اپنے اہل بیت کے سوا نہ کوئی معاون نظر آیا او رنہ کوئی سینہ سپر اور معین دکھائی دیا تو میں نے انہیں موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا .آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی حلق میں(غم و رنج کے) پھندے

Presented by www.ziaraat.com

تھے مگر میں لعاب دہن نگلتا رہا اور غم و غصہ پی لینے کی وجہ سے ایسے حالات پر صبر کیا جو خنطل (اندرائن)سے زیادہ تلخ ا ور دل کیلئے ے چھریوں کے کچو کوں سے زیادہ المناک تھے.

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کا یہ کلام ایک پہلے خطبہ کے ضمن میں گزر چکا ہے مگر میں نے پھر اس کا اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ فرق ہے.

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو آپ سے لڑنے کیلئے ے بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تھے .وہ میرے عاملوں اورمسلمانوں کے اس بیت المال کے خزینہ داروں پرکہ جس کا اختیار میرے ہاتھوں میں تھا اور شہر (بصرہ) کے رہنے والوں پر کہ جو سب کے سب میرے فرمانبردار اور میری بیعت پر برقرار تھے چڑھ دوڑے چنانچہ انہوں نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی اور مجھ پر ان کی یک جہتی کو درہم برہم کر دیا اور میرے پیروکاروں پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک گروہ کو غداری سے قتل کردیا(البتہ)ایک گروہ نے شمشیر بکف ہو کر دانتوں کو بھینچ لیا اور ان کے ساتھ تلواروں سے ٹکرائے یہاں تک کہ وہ سچائی کا جامہ پہنے ہوئے اللہ کے حضور میں پہنچ گئے .

خطبہ ۶۱۲

جب آپ طلحہ اور عبدالرحمٰن ابن عتاب ابن اسید کی طرف سے گزرے کہ جب وہ میدان جمل میںمقتول پڑے تھے تو فرمایا.:

ابو محمد (طلحہ)اس جگہ گھربار سے دور پڑا ہے .خدا کی قسم !میں پسند نہیں‌کرتا تھا کہ قریش ستاروں کے نیچے (کھلے میدانوں میں)مقتول پڑے ہوں میں‌نے عبدمناف کی اولاد سے) ان کے کئے کا)بدلہ لے لیا ہے (لیکن) بنی جمع ۱#کے اکابر میرے ہاتھوں سے بچ نکلتے ہیں انہوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اٹھائی تھیں جس کے وہ اہل نہ تھے چنانچہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کی گردنیں توڑ دی گئیں.

۱#جنگ جمل میں‌بنی جمع کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے ہمراہ تھی .لیکن اس جماعت کے سر کردہ افراد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے.ان بھاگنے والوں‌میں‌سے چند یہ ہیں:عبداللہ الطویل ابن صفوان ,یحییٰ ابن حکیم, عامر ابن مسعود ,ایوب ابن حبیب .

خطبہ ۷۱۲

مومن نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مار ڈالا .یہاں تک کہ اس کا ڈیل ڈول لاغر او رتن و توش ہلکا ہو گیا .اس کیلئے ے بھرپور درخشندگیوں والا نورہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کر دیا اور اسے سیدھی راہ پر لے چلا ,اور مختلف دروازے اسے دھکیلتے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور (دائمی)قرار گاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کے ساتھ امن و راحت کے مقام پر جم گئے .چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی و خوشنود کیا تھا .

خطبہ ۸۱۲

امیرالمومنین علیہ السّلام نے آیت الھکم التکاثر حتیّٰ زرتم المقابر(تمہیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں‌تک کہ

Presented by www.ziaraat.com

تم نے قبریں دیکھ ڈالیں)کی تلاوا#ت کرنے کے بعد فرمایا.:

دیکھو تو ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنے والوں کا مقصد کتنا دوراز عقل ہے ,اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے غافل و بے خبر ہیں اور یہ مہم کتنی سخت و دشوار ہے .انہوں نے مرنے والوں کی کیسی کیسی عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا او ردور دراز جگہ سے انہیں(سرمایہ افتخار بنانے کیلئے ے)لے لیا .کیا یہ اپنے باپ داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں.یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس کرتے ہیں ,وہ ان جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں وجو بے روح ہوچکے ہیں او ران جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو تھم چکی ہیں .وہ سبب افتخار بننے سے زیادہ سامان عبرت بننے کے قابل ہیں .ان کی وجہ سے عجز و فروتنی کی جگہ پر اترنا ,عزت و سر فرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے.انہوں نے چند ھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور ان سے (عبرت لینے کی بجائے (جہالت کے گھراؤ میں اتر پڑے .اگر وہ ان کی سر گذشت کو ٹوٹے ہوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ وہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے اور تم بھی بے خبری و جہالت کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جا رہے ہو,تم ان کی کھوپڑیوں کو روندتے ہو, اور ان کے جسموں کی جگہ پر عمارتیں کھڑی کرنا چاہتے ہو ,جس چیز کو انہوں چھوڑدیا ہے ,اس میں چر رہے ہو او رجسے وہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں.اس میں آبسے ہو ,او ریہ دن بھی تمہارے اور ان کے درمیان ہیں تم پر رو رہے ہیں اور نوحہ پڑھ رہے ہیں .تمہاری منزل منتہا پر پہلے سے پہنچ جانے والے اور تمہارے سر چشموں پر قبل سے وارد ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کیلئے ے عزت کی منزلیں تھیں اور فخر و سر بلندی کی فراوانی تھی کچھ تاجدار تھے کچھ دوسرے درجہ کے بلند نصب مگر اب تو وہ برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیما ہیں کہ جہاں زمین ان پر مسلّط کردی گئی ہے جس نے ان کا گوشت کھا لیا ہے اور لہو چوس لیا ہے.چنانچہ وہ قبر کے شگافوں میں نشوونما کھو کر جماد کی صورت میں پڑے ہیں او ریوں نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں کہ(ڈھونڈھے سے) نہیں ملتے .نہ پر ہول خطرا ت کا آنا انہیں خوفزدہ کرتا ہے نہ حالات کا انقلا ب انہیں اندوہناک بنا تا ہے ,نہ زلزلوں کی پروا کرتے ہیں ,نہ رعد کی کڑک پر کان دھرتے ہیں وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار نہیں کیا جا تا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے وہ مل جل کر رہتے تھے جو اب بکھر گئے ہیں اور اب آپس میں میل محبت رکھتے ہیں ,جو اب جدا ہوگئے ہیں ان کے گھرو ں کی خاموشی امتدا دزمانہ اور دوسری منزل کی وجہ سے نہیں بلکہ انہیں (موت کا)ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی گویائی چھین کر انہیں گونگا بنا دیا اور قوت شنوائی سلب کر کے بہرا کر دیا ہے اورا ن کی حرکت و جنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے گویا کہ وہ سرسری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے ہوئے ہوں.وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے انس ومحبت کا لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں .ان کے جان پہچان کے رابطے بوسیدہ ہوچکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ گئے ہیں.وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے پھر اکیلے ہیں,او ر دوست ہوتے ہوئے پھر علیحدہ و جدا ہیں.یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر ,دن ہو تو اس کی شام سے ناآشنا ہیں.جس ۲#رات یا جس دن میں انہوں نے رخت سفر باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے .انہوں نے منزل آخرت کی ہولنا کیوں کو اس سے بھی زیادہ ہولناک پایا .جتنا انہیں ڈر تھا او روہاں کے آثا ر کو اس سے عظیم

Presented by www.ziaraat.com

تردیکھا جتنا کہ وہ اندازہ لگاتے تھے (مومنوں اور کافروں کی)منزل انتہا کو جائے با ز گشت (دوزخ وجنت تک پھیلا دیا گیاہے .وہ کافروں کیلئے ہے)ہردرجہ خوف سے بالا تر اور(مومنوں کیلئے ہے)ہر درجہ امید سے بالا ترہے,اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں‌کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہوجاتیں.اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے ہیں اور ان کی خبروں‌کا سلسلہ قطع ہوچکا ہے.لیکن چشم بصیرت انہیں دیکھتی او رگوش عقل و خروان کی سنتے ہیں ,وہ بولے مگر نطق و کلام کے طریقہ پر نہیں بلکہ انہوں نے زبان حال سے کہا شگفتہ چہرے بگڑ گئے .نرم و نا زک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کردیاہے .خوف و دہشت کا ایک دوسرے سے ورثہ پایا ہے.ہماری خاموش منزلیں ویران ہوگئیں ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں.ہماری جانی پہچانی ہوئی صورتیں بدل گئیں.ان وحشت کدوں میں‌ہماری مدت رہائش دراز ہو گئی .نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے .نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے .اب اس عالم میں‌کہ جب کیڑوں کی وجہ سے ان کے کان سماعت کو کھو کر بہرے ہو چکے ہیں.او ران کی آنکھیں خاک کا سرمہ لگا کر اندرکو دھنس چکی ہیں‌اور ان کے منہ میں‌زبانیں طلاقت و روانی دکھانے کے بعد پارہ پارہ ہوچکی ہیں اور سینوں میں‌دل چوکنا رہنے کے بعدبے حرکت ہو چکے ہےں.او ر ان کے ایک ایک عضو کو نت نئی بو سیدگیوں‌نے تباہ کرکے بدہیت بنا دیا ہے او راس حالت میں‌کہ وہ (ہر مصیبت سہنے کیلئے ہے)بلا مزاحمت آمادہ ہیں .ان کی طرف آفتوں‌کا راستہ ہموار کردیا ہے ,نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا بچاؤ کرے او ر نہ (پسیجنے والے)دل ہیں جو بے چین ہوجائیں ,اگر تم اپنی عقلوں میں ان کا نقشہ جماؤ,یا یہ کہ تمہا رے سامنے سے ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا جائے توالبتہ تم ان کے دلوں کے ا ندوہ اورآنکھوں میں پڑے ہوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پرشدت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وہ بدلتی نہیں‌اور ایسی مصیبت و جان کا ہی ہے کہ ہٹنے کانام ہی نہیں لیتی ,اور تمہیں معلوم ہوگا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور دلفریب رنگ وروپ کو کھا لیا جو رنج کی گھڑیوں میں بھی مسرت انگیز چہروں سے دل بہلاتے تھے .اگر کو ئی مصیبت ان پر آن پڑتی تھی تو اپنے عیش کی تازگیوں پر للچائے رہنے اور کھیل تفریح پرفریفتہ ہونے کی وجہ سے خوش وقتیوں‌کے سہارے ڈھونڈ تے تھے ا سی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی کی چھاؤں میں‌دنیا کو دیکھ کر ہنس رہے تھے,اور دنیا انہیں دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انہیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور ان کے سارے زور توڑ دیئے اور قریب ہی سے موت کی نظریں ان پر پڑنے لگیں او ر ایسا غم و اندوہ ان پر طاری ہوا کہ جس سے وہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں‌مبتلا ہوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا .ا وراس حالت میں‌کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے .ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہوگئیں تو اب انہوں‌نے انہی چیزوں کی طرف رجوع کیا جن کا طبیبوں نے انہیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے سے ہٹایا جائے اور سردی کو گرم دواؤں سے فرد کیاجائے مگر سردواؤں نے گرمی کو بجھان کی بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کی بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا او رنہ ان طبیعتوں میں‌مخلوط ہو نے والی چیزوں سے ان کے مزاج نقطہ اعتدال پرآئے .بلکہ ان چیزوں نے ہر عضو ماؤف کا آزاد اور بڑھا دیا .یہاں تک کہ چارہ گر سست پڑگئے .تیما ردار (مایوس ہوکر)غفلت برتنے لگے . گھروالے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجزآ گئے او رمزاج پرسی کرنے والوں‌کے جواب سے خاموشی

Presented by www.ziaraat.com

اختیار کر لی اور اس سے چھپاتے ہوئے اس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی امید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انہیں صبر کی تلقین کرتا اور اس سے پہلے گزر جانے والوں کی مصیبتیں انہیں یاد دلاتا تھا۔اسی اثنا میں کہ وہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کیلئے ے پر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندہ اسے لگا کہ اس کے ہوش و حواس پاشان و پریشان ہوگئے اور زبان کی تری خشک ہو گئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن کے جواب وہ جانتا تھا۔مگر بیان کرنے سے عاجز ہوگیا اور کتنی ہی دل سوز صدائیں اس کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سننے سے بہرہ ہوگیا وہ آواز یا کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا وہ بڑا احترام کرتا تھا ,یا کسی ایسے خورد سال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا موت کی سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہل دنیا کی عقلوں کے اندازہ پر پوری اتر سکیں.

۱#اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ بنی عبد مناف اور بنیسہم مال و دولت کی فراوانی اور افراد قبیلہ کی کثرت پر آپس میں تفاخر کرنے لگے اور ہر ایک اپنی کثرت دکھانے کیلئے ے اپنے مردوں کو بھی شمار کرنے لگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہیں مال واولاد کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔یہاں تک کہ تم نے زندوں کے ساتھ مردوں کو بھی شمار کرنا شروع کردیا ہے۔اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ مال واولاد کی فراوانی نے تمہیں غافل کردیا ہے ,یہاں تک کہ تم مر کر قبروں تک پہنچ گئے۔مگر امیرالمومنین علیہ السّلام کے ارشاد سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے.

۲ #مطلب یہ کہ جو دن کے وقت مرتے ہیں ان کی نگاہوں میں ہمیشہ دن ہی رہتا ہے اور جو رات کے وقت مرتے ہیں ان کیلئے ے رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا۔کیونکہ وہ ایسے مقام پر ہیں جہاں چاند ,سورج کی گردش کا اور شب و روز کا چکر نہیں ہوتا اس مضمون کو ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے.

لابد من یوم بلا لیلۃ اولیلۃتاتی بلایوم

پھر اجالی رات کامنظر نہ دیکھے گا یہ دن صبح کا جلوہ نہ دیکھے گی کبھی شام فراق

خطبہ ۲۱۹

آیہ رجال لاتلہیہم تجارۃولا بیع عن ذکر اللہ - ٭وہ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں بناتی ٭کی تلاوت کے بعد فرمایا

بیشک اللہ سبحانہ ، نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی و عناد کے بعد فرمانبردار ہو گئے یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیائ سے خالی دور میں حضرت رب العزّت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سر گوشیوں کی صورت

Presented by www.ziaraat.com

میں(حقائق و معارف کا) القا ئی کرتا ہے اورا ن کی عقلوں سے الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں,کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت و بصیرت کے)چراغ روشن کئے ہیں .وہ مخصوص یاد رکھنے(کے قابل)دنوں کی یاد دلاتے ہیں.اوراس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں .وہ لق و د ق صحراؤں میں دلیل راہ ہیں.جو میانہ روی اختیار کرتا ہے .ا س کے طور طریقے پر تحسین وآفرین کرتے ہیں او راسے نجات کی خوشخبری سناتے ہیں اور جو (افراط و تفریط کی)دائیں بائیں سمتوں پر ہو لیتا ہے اس کے رو یہ کی مذمت کرتے ہیں اوراسے تباہی و ہلا کت سے خوف دلاتے ہیں .انہی خصوصیتوں کے ساتھ یہ ان اند ھیاریوں کے چراغ اوران کے شبہوں کیلئے ے راہنما ہیں .کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں‌نے یا د الہی کو دنیا کے بدلے لے لیا .انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید و فروخت اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کا نوں میں پکارتے ہیں .عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں .برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے با زرہتے ہیں, گویا کہ انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کر لیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے اپنی آنکھوں‌سے دیکھ لیا اور گو یا کہ وہ اہل برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات پر جو ان کے طویل عرصہ قیام میں نہیں پیش آئے آگاہ ہوچکے ہیں‌او ر گو یا قیامت نے ان کیلئے ے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا او رانھوں نے اہل دنیا کے سامنے (ان چیزوں پر سے پردہ الٹ دیا یہاں تک کہ گو یا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے نہیں دیکھ سکتے اوروہ سب کچھ سن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سن سکتے .اگرتم ان کی پا کیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان کی تصویر اپنے ذہن میں‌کھینچو جبکہ وہ اپنے اعمال ناموں کو کھولے ہوں او راپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر آمادہ ہوں. ایسے کام کو جن پر وہ مامور تھے اور انہوں نے کوتاہی کی یا ایسے جن سے انہیں روکا گیا تھا ,اور ان سے تقصیر ہوئی اور ہمیشہ اپنی پشتوں کو اپنے گنا ہوں سے گرانبار محسوس کرتے رہے ہوں کہ جن کے اٹھانے سے وہ اپنے کو عاجز و درماندہ پاتے ہوں اس لے ے روتے روتے ان کی ہچکیاں بند گئی ہوں او ربلک بلک کر روتے ہوئے ایک دوسرے کو جواب دے رہے ہوں .اور ندامت و اعترا ف گناہ کی منزل پر کھڑے ہوئے اللہ سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہوں تو اس صورت میں تمہیں‌ہدایت کے نشا ن اور اندھیروں کے چراغ نظر آئیں گے جن کے گرد فرشتے حلقہ کئے ہوں گے .تسلی و تسکین کا ان پر درود ہو.آسمان کے دروازے ان کیلئے ے کھلے ہوئے ہوں ,عزت کی مسندیں ان کیلئے ے مہیا ہوں.ایسی جگہ پر کہ جہاں اللہ کی نظر توجہ ان پر ہو وہ ان کی کوششوں‌سے خوش ہو اوران کی منزلت پر آفرین کرتا ہو.وہ اسے پکارنے کی وجہ سے عفوو بخشش کی ہواؤں میں‌سانس لیتے ہوں ,وہ اس کی عظمت و رفعت کے سامنے ذلت و پستی میں‌جکڑے ہوئے ہوں غم و اندوہ کی طویل مدت نے ان کے دلوں کو زخمی او رگریہ و بکا کی کثرت نے ان کی آنکھوں‌کو مجروح کر دیا ہو.ہرا س دروازہ پران کا ہاتھ دستک دینے والا ہے جو اس کی طرف متوجہ و راغب کرے وہ اس سے مانگتے ہیں کہ جس کے جودو کرم کی پہنائیاں‌تنگ نہیں ہوتیں اورنہ خواہش لے کر بڑھنے والے نا امید پھرتے ہیں تم اپنی بہبود ی کیلئے ے اپنے نفس کا محاسبہ کرو کیوں کہ دوسروں کا محاسبہ کرنے والا تمہارے علاوہ دوسرا ہے .

Presented by www.ziaraat.com

خطبہ ۲۲۰

آیت یاایہاالانسا ن ماغرّک بربّک الکریم ۱۰ے انسان تجھے کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کے بارے میں دھوکا دیا ۰کی تلاوت کرنے کے بعدارشاد فرمایا:

یہ شخص جس سے سوال ہورہا ہے جواب میں کتنا عاجزاوریہ فریب خوردہ عذرپیش کرنے میں کتنا قاصر ہے وہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میںڈالے ہوئے ہے۔

اے انسان کس چیز نے تجھے گناہ پر دلیر کردیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنادیا ہے .کیا تیرے مرض کیلئے ے شفا اور تیرے خوا ب(غفلت) کیلئے ے بیداری نہیں ہے ,کیا تجھے اپنے پر اتنا بھی رحم نہیں آتا جتنا دوسروں پرترس کھاتا ہے .بسا اوقات تو جلتی دھوپ میںکسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا ہے تو اس پر شفقت کی بنا پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں .مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلا یا ہے اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کردیا ہے اور خود اپنے او پر رونے سے تسلی دے دی ہے .حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیوں کر عذاب الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدا ر نہیں رکھتا حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہرو تسلّط کی راہ میں پڑا ہوا ہے. دل کی کوتا ہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو .اللہ کے مطیع و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ ,ذرا اس حالت کا تصوۃر کرو ,وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامن عفو میں لینے کیلئے ے بلارہا ہے اور اپنے لطف و احسان سے ڈھانپنا چاہتا ہے ا ور تم ہو کہ اس سے روگرداں ہو کر دوسری طرف رخ کئے ہوئے ہو ,بلند برتر ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے,اور تو اتنا عاجز و ناتواں اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے حالانکہ اسی کے دامن پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لطف و احسان کی پہنائیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے .اس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے ,بلکہ اس کی کسی نعمت میں جو ا س نے تیرے لے ے خلق کی یا کسی گناہ میں کہ جس پراس نے پردہ ڈالا یا کسی مصیبت و ابتلا ئی میں کہ جس کا رخ تجھ سے موڑا تو ا س کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کیلئے ے محروم نہیں ہوا یہ ا س صورت میں ہے کہ جب تو اس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کے بارے میںکیا خیال ہے ?اگر تو اس کی اطاعت کرتا ہوتا .خدا کی قسم !اگریہی رویہ د و ایسے شخصوں میںہوتا جو قوت و قدرت میںبرابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رخی کرتا اور دوسرا تجھ پراحسان کرتا تو تو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کج خلقی اور بد کرداری کا حکم لگاتا ,سچ کہتا ہوںکہ دنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ تو خود (جان بوجھ کر)اس کے فریب میں آیا ہے .اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کررکھ دیا او رتجھے (ہر چیزسے)یکساں طورپر آگاہ کر دیا .اس نے جن بلاؤں کو تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قوی پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راستگواور ایفائے عہد کرنے والی ہے بجائے اس کے کہ تجھ سے جھوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو .کتنے ہی اس دنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنیوالے ہیں جو تیرے نزدیک ناقابل

Presented by www.ziaraat.com

اعتبار ہیں اور کتنے ہی اس کے حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے ہیں .اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سنسا ن مکانوں سے دنیا کی معرفت حاصل کرے تو تو انہیں اچھی یاد دہانی اور موثر پند دہی کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے گا جو تیرے (ہلاکتوں میں پڑنے سے)بخل سے کا م لیتے ہیں یہ دنیا اس کیلئے ے اچھا گھر ہے جو اسے گھر سمجھنے پر خوش نہ ہو,او راسی کیلئے ے اچھی جگہ ہے جو اسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے .اس دنیا کی وجہ سے سعادت کی منزل پر کل وہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس سے گریزاں ہیں.

جب زمین زلزلہ میں,اورقیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے اس کے پجاری ہرمعبود سے اس کے پرستار او رہر پیشواسے اس کے مقتدی ملحق ہوجائیں گے تو اس وقت فضائیں,شگاف کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی چاپ کا بدلہ بھی اس کی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیش نظر حق و انصاف سے پورا پورا دیا جائے گا .اس دن کتنی ہی دلیلیں,غلط و بے معنی ہوجائیں گی اور عذرو معذرت کے بندھن ٹوٹ جائیں گے تو اب اس چیز کو اختیار کرو جس سے تمہارا عذر قبول اور تمہاری حجّت ثابت ہو سکے جس دنیا سے تم نے ہمیشہ بہرہ ویاب نہیں ہونا اس سے وہ چیزیں لے لو جو تمہارے لے ے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں,اپنے سفر کیلئے ے تیارر ہو(دنیا کی ظلمتوں,میں(نجات کی چمک پر نظر کرو اور جدو جہد کی سواریوں پر پالان کس لو .

خطبہ ۱۲۲

خدا کی قسم ! مجھے سعدان کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں,مقید ہوکر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ او راس کے رسولسے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیاہو.یامال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو ,میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتاہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے.

بخدا میں نے (اپنے بھائی)عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں,دیکھا ,یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے)گیہوں کے ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے او ر میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقرو بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہوچکے تھے گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں.وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو باربار دھرایا میں,نے ان کی باتوں کو کا ن دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیا ل کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کے پیچھے ہوجاؤں گا .مگر میں نے کیایہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا ا ورپھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تاکہ عبرت حاصل کریں.چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد وکرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے .پھر میں,نے ان سے کہا کہ اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم ا س لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں(بغیر جلانے کی نیت سے)تپایا ہے اور تم مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے .تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں .اس سے عجیب تر واقع یہ

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ ایک شخص۱# رات کے وقت (شہد میں)گندھا ہوا حلوہ ایک برتن میں لے ے ہوئے ہمارے گھر پرآیا.جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے.میں‌نے اس سے کہا کہ کیا یہ کسی بات کا انعام ہے یازکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے کہ جو ہم اہل بیت پر حرام ہے.تو اس نے کہا کہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ تحفہ ہے.تو میں نے کہا سپر مردہ عورتیں تجھ پر روتیں کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کیلئے ے آیا ہے.کیا تو بہک گیا ہے ?یاپاگل ہوگیا ہے یا یونہی ہذیاں بک رہا ہے.خدا کی قسم !اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں.صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی ایسا نہیں کروں گا.یہ دنیا تو میرے نزدیک اس پتّی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منہ میں ہوکہ جسے وہ چبا رہی ہو.علی علیہ السّلامکو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ.ہم عقل کے خواب غفلت میں پڑجانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسی سے مدد کے خواستگار ہیں .

خطبہ ۲۲۲

خدایا ! میری آبرو کو غناؤ تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں‌اور تیرے بندوں کی نگاہ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی مدح وثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا ہوجاؤں‌اور ان سب چیزوں کے پس پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کاا ختیار رکھتا ہے ,بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے .

Presented by www.ziaraat.com